سوانح بہادر یار جنگ

نذیر الدین احمد

www.taemeernews.com

سوانح بہادر یار جنگ

سوانح نگار

نذیر الدین احمد بی۔او۔ایل (عثمانیہ)

© جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

نام کتاب	سوانح بہادر یار جنگ
سوانح نگار	نذیر الدین احمد بی۔او۔ایل (عثمانیہ)
طبع اول	اگست ۱۹۸۶ء
طبع دوم	دسمبر ۲۰۰۶ء
صفحات	۲۹۷
تعداد	پانچ سو
کمپیوٹر کتابت	الاکرم گرافکس، سعید آباد، حیدرآباد
طباعت	اے۔ایس گرافکس، حیدرآباد
قیمت	-/150 روپے

ناشر

بہادر یار جنگ اکیڈیمی

'ایوان رضوان' 13-6-437/1/8/A بہادر یار جنگ کالونی

قادر باغ، حیدرآباد-500 008 آندھرا پردیش (انڈیا)

فون : 040 - 23513917

www.taemeernews.com

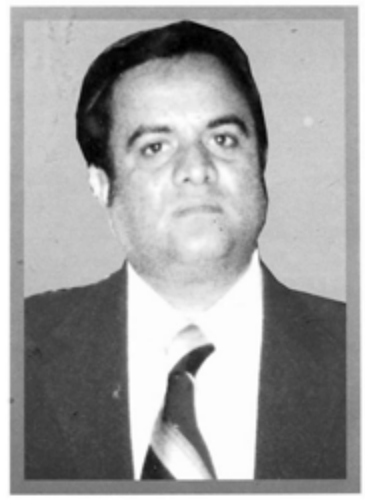

سید لطیف الدین قادری مرحوم

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

انتساب

زیرِ نظر کتاب سوانح بہادر یار جنگ کو میں مخزن تلطف سید لطیف الدین قادری مرحوم مدیر روزنامہ رہنمائے دکن کے نام معنون کرتے ہوئے اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔

بیسویں صدی کے سیاسی مدوجزر میں دکن کے مسلمانوں کے جاگیردارانہ نظام میں مسلمانوں کی سماجی حالت کی سدھار اور سیاسی شعور کی بیداری میں ایک سنہرا باب بہادر یار جنگ کی جہدِ مسلسل اور کامیاب سعی کے ساتھ ساتھ اس دور کے واحد مشہور و معیاری اخبار رہبر دکن کی اس خصوص میں خدمات یادگار اور قابل فخر ہیں۔ ہر دو نظام کے زمانے میں بھی حق گوئی کے باعث موجب عتاب رہے اور پولیس ایکشن کے بعد بیک جنبش قلم رہبر دکن بند کر دیا گیا۔

رہنمائے دکن کے نام سے پولیس ایکشن کے بعد اخبار اسی آب و تاب سے شائع ہوتا رہا اور جب سید لطیف الدین صاحب اور سید وقار الدین صاحب کالج کی تعلیم سے فارغ ہوئے تو جد کے اس پودے کی آبیاری کی۔

سید لطیف الدین صاحب (۲۰/ جنوری ۱۹۸۴ء) کو اپنے بھائی وقار الدین صاحب سے اپنے ہزاروں چاہنے والوں سے بحکم خدا جدا ہو کر راہی ملک عدم ہوئے۔ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ ملت کا یہ دردمند، قائد ملت کا شیدائی ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا مگر ایسے لائق بھائی کو چھوڑ کر گیا جو ان کے دوش بہ دوش رہبر دکن کی ذمہ داریوں کو نبھاتے رہے اور آج الحمدللہ 'رہنمائے دکن' تقاضائے وقت کے مطابق رنگین فوٹو آفسیٹ پر پوری آب و تاب سے شائع ہو رہا ہے اور اس وقت بین الاقوامی سطح پر ان کا نام اور کام شہرت کی بلندیوں کی طرف پرواز کر رہا ہے۔

ہر متنفس کے لیے موت برحق ہے مگر قوم کے حقیقی دردمند خدمت گذاروں کے نام و کام ان کو باقی رکھنے کی ضمانت قبول کرتے ہیں، لطیف صاحب کی ایک آواز میں سن رہا ہوں جو حق ہے

لگی کچھ آنکھ ایسی موت کی ٹھنڈی ہواؤں میں — کہ میں نے پڑھتے پڑھتے داستاں زندگی رکھ دی

نذیر الدین احمد

www.taemeernews.com

فہرستِ مندرجات

- تعارف ۵
- گلا بیٹھا ہوا خدمت اذاں کی وہ بھی کعبہ میں ۶
- ولادت ۸
- نوعمری کے زمانے کا عظیم کارنامہ ۱۸
- فن سپہ گری اور پیراکی و ورزش جسمانی ۱۸
- شکار ۲۱
- فٹ بال ۲۲
- ہاکی کے شوقین ۲۲
- شادی ۲۴
- اولاد ۲۸
- والد کا انتقال ۳۱
- بہادر باغ ۴۱
- الطافِ شاہانہ ۴۲
- تحصیل علم کا شوق ۵۱
- زبان دانی ۵۶
- نواب صاحب کا ذوقِ مطالعہ ۶۶
- مضمون نگاری ۷۵
- شاعری ۸۳
- بہادر یار جنگ کا غیر مطبوعہ کلام ۸۵
- بائیس سالہ نوجوان کی ڈائری ۱۱۱
- بہادر یار جنگ کی ڈائری، چند ورق ۱۱۳
- انجمنوں اور ادارہ جات سے وابستگی ۱۳۲
- مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین ۱۳۳
- صدارتِ انجمن مہدویہ ۱۳۴
- مجلس تبلیغ اسلام ۱۳۷
- حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی ۱۴۴
- مجلس وضع قوانین ۱۹۲۹ء ۱۴۷
- ساردا ایکٹ ۱۹۲۹ء ۱۵۰
- مجلس جاگیرداران ۱۵۲
- نظم جمعیت سرکارِ عالی ۱۶۱
- سفر بلادِ اسلامیہ ۱۹۳۱ء ۱۸۳
- سفر حج ۱۹۳
- آغاز سفرنامہ ۲۰۸

www.taemeernews.com

تعارف

نواب بہادر یار جنگ نے مسلمانوں میں بالخصوص حیدرآبادیوں میں سیاسی بیداری اور سماجی شعور کی تخلیق میں تاریخی رول ادا کیا ہے۔ کہنے کو تو وہ مسلمانوں کے لیڈر سمجھے جاتے تھے لیکن پکے حیدرآبادی ہونے کے ناطے وہ حیدرآبادی تہذیب، روایات، باہمی رواداری، آپسی دوستی اور فرقہ وارانہ اتحاد و یگانگت کے علمبردار تھے۔ ان کی بے وقت موت سے نہ صرف حیدرآبادیوں کا نقصانِ عظیم ہوا بلکہ اہل وطن نے ایک سنجیدہ پختہ کار انسان دوست کو اہم وقت پر کھو دیا۔

جناب نذیر الدین احمد صاحب صحیح معنوں میں نواب مرحوم کے سچے پرستار کہلانے کے مستحق ہیں۔ گزشتہ ۲۵ سال سے نواب بہادر یار جنگ کی حیات وصفات پر تحقیق کی ہے اور ان کے مضامین وغیرہ کو مرتب وشائع کر کے ملک کی سیاسی تحریک اور مسلمانوں کی اصلاح و بہتری کے لیے ان کے عظیم خیالات کو زندہ رکھا ہے۔ نذیر صاحب نے بہادر یار جنگ مرحوم پر ۱۷ کتابیں شائع کی ہیں اور اب ۱۸ ویں تصنیف ''سوانح بہادر یار جنگ'' عوام کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ نذیر صاحب کا یہ ایک بہت بڑا کام ہے اور تاریخی اہمیت کا حامل ہے۔ کیوں کہ کسی قائد پر شخص واحد نے شائد ہی اس قدر تحقیقی کام انجام دیا ہو۔ اقطاع عالم کے مسلمانوں کو ان کا رہین منت ہونا چاہیے کہ انھوں نے اپنی شب و روز کی محنت سے نواب بہادر یار جنگ کی عظیم شخصیت اور ایک عصر سے آنے والی نسل کو روشنی حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا ہے۔ نذیر صاحب کو اس اہم خدمت پر میں مبارکباد دیتا ہوں۔ یقین ہے کہ قارئین ان کے اس عظیم کارنامہ کا اعتراف کریں گے۔

نواب عابد علی خاں مرحوم

مدیر روزنامہ ''سیاست'' حیدرآباد

◆◆◆

www.taemeernews.com

گلا بیٹھا ہوا خدمت اذاں کی وہ بھی کعبہ میں

جب قوموں پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے تو قومیں جمود و تعطل کے دورے میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ برق و باراں سے زیادہ خدا کا وہ عذاب بڑا عظیم عذاب ہوتا ہے جب قومیں فکر صحیح سے محروم ہو جاتی ہیں۔ قوموں کی اس کشمکش حیات کے دور میں، نابغہ روزگار شخصیتوں کو پروردگار عالم پیدا فرماتے ہیں۔ یہ وہ شخصیتیں ہوتی ہیں جن پر اللہ کا انعام ہوتا ہے۔

نصف صدی قبل دکن کی سرزمین سے پروردگار عالم نے اپنے فضل سے ایک ایسے مرد قلندر، خود آگاہ و خدا بیں کو پیدا فرمایا جس کے فکر کی گہرائی بحر ذخار کے عمق کو للکار رہی تھی جو جلال و جمال کا پیکر بھی تھا اور جس کا سینہ سوز و ساز کا گنجینہ بھی، جس کے قلب گداز میں جنوں بھی تھا اور عشق و مستی بھی، جس کے دردمند دل میں درد کا درماں بھی تھا۔

اس مردِ حر نے نہ صرف دکن کے مسلمانوں کو جگایا بلکہ دس کروڑ برصغیر کے انسانوں کو منزل آشنا کیا۔ اپنے آرام کی جگمگاتی زندگی سے منہ موڑ کر نرم بستر اور گرم لحاف سے نکل کر ۲۴ ہزار نفوس انسانی کو مشرف بہ اسلام کیا جس کی قیادت و سیاست ہندوستان کے دس کروڑ مسلمانوں کے لیے ابر کرم ثابت ہوئی۔

جس قرآن آشنا کی زندگی صحابہ کے دور کا عکس جمیل تھی اس عہد آفریں، سماجی مفکر، سیاسی تدبر اور مجدد میں ٹیپو سلطان کی حریت پسند روح، جمال الدین افغانی کے خوابیدہ اسلامی انقلاب کے ارماں، مولانا محمد علی کے دل کی دھڑکن اور اقبالؔ کے الہامی نغموں کا پیام سما گئے تھے جس کی نوائے شوق و صدائے حق نے سوتوں کو جگایا، باطل کے اندھیرے میں جس نے شعور کی روشنی سے اُجالا کیا۔ جو سرد آہوں اور گرم آنسوؤں کی دولت سے مالا مال تھا، جس کے آنسو راہِ حق کے چراغ تھے۔ جس سے قوم کو منزل ملی، جس کی راہ شوق میں دل کی اُمنگ نے اُڑ کے منزل پر پہنچنے کے لیے شاہ بازی سکھائی۔

www.taemeernews.com

اس مردِ غیور، دانائے راز، نرم دم گفتگو اور گرم دم جستجو کی حیات پر قلم اُٹھانا جواد یب بھی تھا اور خطیب بھی، جس نے برصغیر کے دس کروڑ مسلمانوں کو منزل آشنا کیا۔

اس جامع الکمالات، ذات ستودہ صفات پر قلم اُٹھانا جرأتِ رندانہ کے سوا کچھ اور نہیں، مگر حوصلہ یوں ہوا کہ

آسماں آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

اور ایسے بھی

قطرہ ہی سہی لیکن دریا سے تو نسبت ہے

مگر اہل جنوں کی زندگی کے مطالعہ کے لیے ہوش مندوں کی نظریں کام کی نہیں ہوتیں۔ ان کی زندگی پر صرف اہل جنوں ہی سر ہلا سکتے ہیں۔ کیوں کہ اہل جنوں کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرتے وقت کتنے ہی احساس محبت کے شبستانوں سے اپنا اُٹھاتے اور پیار کی نظروں سے مسکراتے ہیں۔

زندہ قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو ماضی کے کفن میں لپیٹ کر قومی بے حسی کی قبر میں سلا نہیں دیتے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جو قومیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو بھلا دیتی ہیں تاریخ بھی ان قوموں کو فراموش کر دیتی ہے۔ اگر چہ زیرِ نظر کتاب میری برسوں کی کمائی ہے مگر یہ کوئی عظیم کارنامہ نہیں ہے۔ افسانہ کہ گفت نظیری کتاب شد

یہ مدعا نہیں کہ وفا کا صلہ ملے
بس اتنی اِلتجا ہے کہ دادِ وفا ملے

نذیر الدین احمد

◆◆◆

www.taemeernews.com

ولادت

نواب بہادر یار جنگ ۲۷/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ م ۵/ مارچ ۱۹۰۵ء کو اپنی نانی فتح خاتون صاحبہ کے گھر (جو بیت الامت سے کچھ ہی فاصلے پر کولسہ واڑی میں واقع تھا) شنبہ ۶ ساعت شام پیدا ہوئے۔

اس پرمسرت خبر سے سارے خاندان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی کہ وارثِ جاگیر نواب نصیب یاور جنگ پیدا ہوا۔ نام سعدی خاں رکھا عرف بہادر خاں قرار پایا۔ سات دن میں بہادر خاں کی ماں طالیمن خاتون صاحبہ نے جنت کی راہ لی۔

فتح خاتون صاحبہ کی اکلوتی بیٹی ماں کو داغِ مفارقت دے گئی۔ بیٹی کے غم نے ماں کو زندہ درگور کردیا۔ اگر بیٹی کی امانت، ننھی جان بہادر خاں نہ ہوتے تو یہ غم فتح خاتون کی روح کو قفس عنصری سے آزاد کردینے کے لیے کافی تھا۔ دل پر پتھر رکھ لیا۔ غم کی شدت نے آنسو خشک کردیئے۔ اپنے خونِ دل وجگر سے اس لختِ جگر کو پالا پوسا۔ نواب صاحب کی پرورش اور تعلیم وتربیت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔

فتح خاتون ایک متمول گھرانے کی خاتون تھیں۔ ان کے والد مہتاب خاں اور والدہ برہان خاتون نے اپنی بچی کو علم کے زیور سے بھی آراستہ کیا تھا۔ کلامِ پاک کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مذہبی تعلیم اور اُردو، فارسی کی کتابوں کے درس کے باعث ان میں علمی ذوق پروان چڑھا۔ ان کی صبح نماز فجر اور تلاوت کلامِ پاک سے شروع ہوتی، فرصت کے لمحات کی کمی نہ تھی۔ شاندار دیوڑھی میں آن بان سے رہتیں۔ نوکر خدمت گار آسائش وآرام کے سارے سامان مگر فرصت کا سارا وقت علمی، مذہبی اور ادبی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوتا۔ اخبار کا مطالعہ، رسائل میں الہلال، ہمایوں، ہزار داستان، معارف، زمانہ کے سالانہ خریدار۔ اس طرح نواب صاحب کو ابتداءً مطالعہ کا شوق نانی کے گھر ہی سے پیدا ہوا۔

www.taemeernews.com

صاحبِ ذوق اور معاملہ فہم، جائیداد کے معاملات میں منتظم اور اس خصوص میں وکلا سے قانونی مشاورت خود فرماتیں۔

نواب صاحب کے نانا محبوب خاں صاحب جمعدار بڑے متمول آدمی تھے۔ مشیر آباد میں چمڑوں کے کارخانے تھے اور بشکل جائیداد مکانات وملکیات کی صورت میں بھی بہت بڑی جائیداد (اسٹیٹ) کے مالک تھے۔

نواب صاحب کی نانی نے اپنے نواسے کی تربیت کچھ اس انداز میں کی کہ بہادر خاں کے جوہر کردار آبدار ہو گئے۔

پہلی تقریب

چار سال کا سن ہوا۔ معصوم کی زبان سے اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[1] کی صدا عزیزوں اور رشتہ داروں نے سنی۔ نانی نہال ہو گئیں۔ اللہ کا بندہ، خدا کا کلام اور محمدؐ کا پیام پہلی بار اپنی زبان سے ادا کر کے اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا۔

پہلے اُستاد

نوعمری سے ممتاز اساتذہ سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ سید صاحب میاں صاحب کے ہاتھ پر قرآن مجید کا ختم ہوا اور اُردو فارسی کی ابتدائی کتابیں بھی آپ ہی سے پڑھیں۔ سید صاحب میاں صاحب کے بارے میں نواب صاحب اپنی ڈائری میں تحریر فرماتے ہیں :

''سید صاحب میاں صاحب میرے اُستاد ہیں۔ میں نے قرآن ان ہی کے ہاتھ پر ختم کیا تھا اور اُردو فارسی کی ابتدائی تعلیم بھی ان ہی سے ہوئی''۔

(صفحہ ۱۷۵ ۱/۴ اپریل ۱۹۲۸ء بہادر یار جنگ کی ڈائری)

''سید مصطفیٰ عرف سید صاحب میاں صاحب حکیم بھی ہیں۔ دس بارہ سال سے بمبئی اور پونہ میں جا کر رہ گئے ہیں''۔ (صفحہ ۱۵۶، ۱۵۷ بہادر یار جنگ کی ڈائری)

مدرسہ عالیہ میں کنڈر گارڈن میں شریک کروا دیئے گئے اور غالباً ۴، ۵ سال اسی درس گاہ میں تعلیم پائی۔

---

[1] طبقہ مہدویہ میں بسم اللہ کی رسم میں اِقْرَا کی بجائے سورۂ فاتحہ پڑھاتے ہیں۔

www.taemeernews.com

استادِ اُردو مولوی عبدالغنی صاحب

''مولوی عبدالغنی صاحب (معلم راجہ خواجہ پرشاد ابن مہاراجہ کشن پرشاد) میرے استاد ہیں۔ جب میں مدرسہ عالیہ کے کنڈر گارڈن میں پڑھتا تھا اور بہت چھوٹا تھا تو کئی سال میں نے ان سے اُردو پڑھی''۔ (صفحہ ۱۷۳ ۲۳/اپریل ۱۹۲۸ء ڈائری)

مولوی سعادت اللہ خاں صاحب

۷ سال کی عمر میں مولوی سعادت اللہ خاں صاحب سے اُردو، فارسی اور عربی کی تعلیم پائی اور آخری عمر تک موصوف سے بحیثیت شاگرد استفادہ علمی فرماتے رہے۔

وسطانوی تعلیم

غالب گمان یہ ہے کہ وسطانوی تعلیم نواب صاحب نے مدرسہ مفید الانام میں پائی۔

فوقانوی تعلیم

اور پھر فوقانوی تعلیم کے سلسلے میں شہر کی اس دور کی مشہور درس گاہ دارالعلوم میں زیرِ تعلیم رہے۔ ناگزیر حالات کی بناء پر ترکِ تعلیم کی۔

علامہ شمسی

''البتہ ۱۴ سال کی عمر سے حضرت علامہ شمسی سے عربی اور فارسی کے متداول علوم کی تحصیل کی۔ تفسیر، حدیث، فقہ اور ادب کی معیاری کتابوں کا بالاستعاب مطالعہ کیا''۔

(صفحہ ۲۵ لسان الامت مولوی عبدالرحمٰن سعید)

(علامہ شمسی کے تعلق سے اساتذہ کے تذکرے میں تفصیلات درج ہیں)

حضرت قائد ملت اپنی نانی فتح خاتون کا بڑے احترام سے ذکر فرماتے۔ ایک مرتبہ فرمایا:

''میری کمسنی کے زمانے میں جس روز صبح میں کبھی تلاوت نہ کی اس روز وہ مجھ سے قطع کلام فرماتیں اور کہتیں: آج تم نے اللہ سے باتیں نہیں کیں، میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی''۔

کمسنی کے زمانے کا ایک اور واقعہ نواب صاحب نے مولوی عبدالرحمٰن سعید سے فرمایا تھا: واقعہ کا پس منظر یہ تھا کہ نواب صاحب کو اس دن والد کی دیوڑھی میں کسی اہل خاندان نے ہاتھ سے کھانا کھلایا۔ ہڈی کا ایک ٹکڑا جو نوالے میں تھا حلق میں اٹک گیا۔ سانس رُک سی گئی۔ حالت غیر

www.taemeernews.com

ہوگئی۔ڈاکٹر بلوایا گیا، ہڈی نکالی گئی اس واقعہ کا نواب صاحب نے مولوی عبدالرحمٰن سعید صاحب سے ذکر فرمایا تھا جس میں ان کی نانی کی اپنے نواسے سے محبت اور ان کی پیشین گوئی سے نیک بخت خاتون کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔مولوی عبدالرحمٰن سعید اپنے مکتوب شکاگو میں فرماتے ہیں :

''قائدملت نے مجھ سے بیان کیا کہ زمانہ کمسنی میں جب کہ وہ کھانا کھا رہے تھے اچانک ان کے گلے میں پھندا لگ گیا۔آپ کی نانی مرحومہ یہ حالت دیکھ کر حالت اضطراب میں دوڑی ہوئی آئیں۔پانی پلایا اور گلا سہلاتے ہوئے کہتی جاتی تھیں کہ اس گلے کو کیا ہوگیا یہ گلہ تو خدا کی راہ میں قربان ہونے والا ہے۔زہرخورانی کے اس حادثے سے اس نیک بخت خاتون کی پیش گوئی حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوئی''۔

نواب صاحب اکثر فرمایا کرتے :

''جو کچھ میرے اندر ہے وہ سب ان ہی چودہ سال کی حاصل کردہ کمائی ہے''۔نانی صاحبہ کے انتقال کے وقت نواب صاحب کی عمر ۱۴ سال تھی۔نانی کے انتقال کے بعد نواب صاحب کو ان کی دادی ماچھن بی صاحبہ نے دیوڑھی میں لالیا اور دادی ان کا بڑا خیال رکھتی تھیں۔

◆◆◆

www.taemeernews.com

دارالعلوم

''نواب بہادر یار جنگ مرحوم کی تعلیم مدرسہ عالیہ میں ہوئی۔ سکستھ فام (چھٹی جماعت) تک وہاں تعلیم کا سلسلہ چلا تھا۔ بعد جب دارالعلوم میں جامعہ عثمانیہ کی میٹرک کی کلاسس قائم ہوگئیں تو دوسرے بکثرت طالب علموں کے مماثل نواب محمد بہادر خاں بھی دارالعلوم میں سکستھ فارم میں شریک ہوگئے۔ دارالعلوم میں اس زمانے میں طالب علموں نے ایک انجمن ندوۃ الطلبہ کے نام سے قائم کی تھی، اس کے نواب مرحوم صدر منتخب ہوئے تھے۔

وہ علم و فضل مدرسہ اور ڈگریوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ عطیہ قدرت اور فیضانِ الٰہی ہے کہ انسان کدھر سے کدھر پہنچ جاتا ہے۔ تقریر کی مشق کے لیے خود اپنے گھر کی ایک انجمن قائم کرلی تھی۔ اس انجمن میں انھوں نے تقریر کی مشق شروع کی اور اس مشق کو اس قدر مستحکم کرلیا کہ بالآخر بہادر یار جنگ سارے ہندوستان میں اُردو کے بہت بلند پایہ خطیب اور حیدرآباد کے قائد بن گئے۔ ایسے خطیب جن کا مدمقابل کوئی نہ تھا۔ تعلیم کی کمی کو کثرت مطالعہ، خانگی تعلیم اور ذہن رسا سے دور کردیا''۔ (مولوی محمد مرتضیٰ، قائد ملت بہادر خاں، روح ترقی صفحہ ۷، ۸)

دارالعلوم کی طالب علمانہ زندگی کے تعلق سے اور اس دور میں نواب صاحب کی تقریری صلاحیتوں کے بارے میں مولانا مناظر الحسن گیلانی نے اپنا تعلق اور نواب صاحب کا تعارف اپنے مضمون ''کیا پوچھتے ہو کسے کھودیا'' کے زیرعنوان جو کچھ لکھا ہے اس مضمون سے نواب صاحب کی تقریری صلاحیتوں، ان کے فضائل نفس اور علمی مذاق کے واقعات سے آگاہی ملتی ہے۔

نواب بہادر یار جنگ سے فقیر کی واقفیت کی ابتدا اس زمانے سے ہوئی جب وہ دارالعلوم فوقانیہ میں میٹرک کی تعلیم حاصل کررہے تھے۔ یہ حیدرآباد کا ایک خاص تاریخی عہد تھا۔ جب ساری دُنیا کھا پی کر سونے کے لیے اپنے بستروں پر دراز ہوجاتی تھی تب رات کے اسی ڈراؤنے سناٹے میں شہر کے مختلف محلوں اور محلوں کی مختلف گلیوں میں، گلیوں کے مختلف گوشوں سے

www.taemeernews.com

انتہائی کرخت اور سمع خراش بلند آوازوں میں آٹھ آٹھ دس دس آدمی ایک ساتھ چیختے تھے، چیخ کے سوا کچھ پتہ نہیں چلتا تھا کہ آخر وہ کیا پڑھ رہے ہیں۔ اگر چہ بظاہر حیدرآباد ان ہی حالات میں مگن تھا لیکن حیدرآباد سے باہر جن تحریکوں کا طوفان برپا تھا، اندر اندر دکن کے باشندوں کو بھی متاثر کر ہی رہا تھا۔ پہلی مرتبہ کھل کر مسلمانانِ دکن کو اپنے دبے دبائے جذبات کے اُبھارنے اور دکھانے کا موقعہ اس عظیم الشان جلسہ میں ملا جسے خلافت کا جلسہ کہتے ہیں۔ بس اسی جلسہ سے عوامی تقریروں کا رُخ بدلنے کا آغاز ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ بتدریج راتوں والی میلاد خوانی کی جگہ میلاد کی منظم و پرشوکت مجلسوں نے لے لی جن میں سیرت طیبہ محمدیہ صلی اللہ علیٰ صاحبہا کے مختلف پہلوؤں پر بڑے اچھے اچھے خطیب تقریر کرنے لگے اور سچ پوچھئے تو خلافت کی مجلس کے ختم ہونے کے بعد ان ہی میلادی مجلسوں میں وہ سب کچھ کہا جانے لگا جس کے کہنے کی ضرورت اس زمانے میں مسلمانوں کو تھی۔ انہی نئے تقریر کرنے والوں میں ایک مقرر خاکسار بھی تھا۔

نواب بہادر یار جنگ ''بہادر خاں''، جعلم دارالعلوم کے نام سے ان مجلسوں میں بالالتزام شرکت کرتے تھے۔ ان مجلسوں میں ان کو اکثر اپنے آگے، اپنے پیچھے دائیں بائیں پاتا تھا۔ جو چیز ان کی پچھلے دنوں میں ڈیل ڈول بن گئی تھی کم عمری کے زمانے میں اسی کی وجہ سے وہ ایک بے ڈول سے آدمی نظر آتے تھے۔ یہ کون ہیں ان کو عموماً اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں خصوصاً تقریر و خطابت کی مجلسوں میں کیوں پاتا ہوں؟ میرا دل کبھی کبھی اس سوال کو اُٹھاتا اور پھر خاموش ہو جاتا۔ آخر ایک دن میں نے ان کو پایا کہ وہ میری اقامت گاہ جو اس وقت جام باغ ترپ بازار میں تھی تشریف لائے۔ ''میرا نام بہادر خاں ہے اور دارالعلوم فوقانیہ کا طالب علم ہوں آپ کی تقریروں سے دلچسپی رکھتا ہوں، اس لیے ملنے آیا ہوں''۔

اس تعارف کے بعد وہ کبھی کبھی تشریف لاتے رہے، لیکن یہ کبھی نہیں کھلے کہ حیدرآباد کے امراء اور اربابِ مناصب کے کسی خانوادے سے ان کا تعلق ہے۔ مجھے زندگی بھر اس کا افسوس رہا کہ جب تک انھوں نے اپنی زندگی کے اس پہلو سے ناواقف رکھا اس وقت تک میرا برتاؤ ان کے ساتھ بس اس سے زیادہ نہیں تھا جتنا کہ کالج کے کسی استاد کا اسکول کے کسی طالب علم کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ اب ان سے تعلقات بڑھتے چلے گئے۔ ''آپ کو دارالعلوم کے مدرسہ میں تکلیف کرنی

www.taemeernews.com

ہی پڑے گی''۔ایک دن یہ حکم لے کر تشریف لائے۔دارالعلوم سے میرا کیا تعلق؟ میں نے عرض کیا مرحوم نواب نے فرمایا چوں کہ اس مدرسہ سے میرا تعلق ہے، آپ کے تعلق کے لیے کیا یہ کافی نہیں؟ کہنے لگے وہاں کی بزم میں تقریری مقابلہ ہے۔آپ کو حکم بنا کر لے چلتا ہوں۔اس سے پہلے نواب مرحوم کی کسی تقریر کے سننے کا موقع نہ ملا تھا اور اس زمانے کے بھاری بھرکم، بیڈول جسم کو دیکھ کر مجھے توقع بھی نہ تھی کہ یہ کوئی اچھی تقریر کرسکیں گے۔بہرحال ان کی فرمائش کی تعمیل سے گریز کی کوئی راہ نہ تھی۔دارالعلوم حاضر ہوا۔مقابلے کے میدان میں مقابلے والے اُترتے رہے۔ میٹرک کلاس کے طلبہ جیسی تقریر کرسکتے ہیں عموماً ان میں سب کی تقریروں کا معیار بس اسی قدر تھا۔ آخر میں اس چوڑے جسم، چکلے سینے کے ساتھ ''بہادر خاں طالب علم'' بھی آگے بڑھے۔تقریر شروع ہوئی لیکن پہلا، دوسرا، تیسرا لفظ اس بھاری بھرکم فربہ جسم والی زبان سے نکل کر ابھی شاید کوئی فقرہ بھی نہ بننے پایا تھا کہ اچانک توقع کی گزشتہ سطح میں ہلچل پیدا ہوئی، کان کھڑے ہوگئے، دماغ چوکنا ہوکر بیدار ہوگیا۔دل اُٹھ بیٹھا، میں کیا سن رہا ہوں؟ کس سے سن رہا ہوں؟ دکن کے مطلع سے خطابت کا آفتاب طلوع ہو رہا ہے۔ایسا معلوم ہوا کہ کسی کشفی کیفیت میں یہ تماشہ میرے سامنے اس وقت پیش ہو رہا ہے۔اس وقت تو وہ کشف تھا۔سونے کا تحفہ اپنے سحر سے مسحور کرنے والے کے گلے میں پہنایا دُعا دی اور انتظار کرتا رہا کہ میرا کشف مشاہدہ کی شکل کب اختیار کرتا ہے۔دو برس بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ سکندرآباد کی میلاد کی مجلس میں نواب مرحوم بحیثیت خطیب اعظم کے شریک ہونے لگے۔پھر تو غلغلہ ان کی تقریر و خطابت کا بلند ہوا اتنا بلند ہوا کہ سارے ہندوستان کو اپنے اثر کے نیچے لے لیا۔اس کے بعد تو وہ بڑے ہوئے، بڑے ہوتے چلے گئے، اتنے بڑے کہ مجھے ان کے ساتھ چھوٹے ہونے کی بھی نسبت باقی نہ رہی لیکن ان تمام بڑائیوں میں ایک بڑائی یہ بھی تھی کہ کسی زمانے میں چھوٹے بن کر میرے سامنے چوں کہ آئے تھے اس لیے باوجود بڑے ہونے اور بڑے ہوتے چلے جانے کے خلوت کی مجلس ہو یا جلوت کی اس کا ضرور ذکر فرماتے تھے۔اتنا کہتے کہ آج بھی اس کے تصور سے مجھے شرم آتی ہے لیکن جس چیز کے تصور سے شرم آتی ہے برملا وہی وہ مجھے اور میرے ساتھ جو بھی اس وقت مجلس میں موجود ہوتے سب کو سناتے چلے جاتے تھے۔بڑائی کے اتنے بلند مینار پر پہنچنے کے بعد ان دنوں کو کون یاد رکھتا

www.taemeernews.com

ہے جن میں وہ چھوٹوں کی زندگی گزارتا ہے۔ لیکن سچ یہ ہے کہ اس چھوٹے کو بڑا ان ہی چھوٹی چھوٹی باتوں نے بنادیا تھا جن کو لوگ اکثر خیال نہیں کرتے۔ وہی تو چڑھائے جاتے ہیں جو اپنے آپ کو اُتارتے رہتے ہیں مَنْ تَوَاضَع لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہ (اللہ کے لیے جو جھکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اُونچا کرتے ہیں)۔ اس راز کی راز شناسی ہر ایک کی قسمت میں نہیں۔

والد کے انتقال کے بعد نواب صاحب نے اسکول کی تعلیم ترک کردی۔

خاندانی حالات

خاندانی حالات کے بارے میں خود نواب صاحب کو بھی مواد مطلوب تھا۔ (اپنے ایک خط موسومہ ارشاد الدین جے پور) میں اس تعلق سے تحریر فرماتے ہیں :

''بارہ ہزاری سے جس کے یہاں ہم سب پٹھانوں اور پیرزادوں کے شجرہ ہائے نسب ہوا کرتے ہیں میرا نسب نامہ از ابتدا تا ایں دم لکھوا کر روانہ کیجیے، باعث ممنونیت ہوگا۔ بارہ ہزاری کی سہولت کے لیے میں یادداشت درج کر رہا ہوں :

''محمد بہادر خاں ماندوزی شاخ سدوزی ابن محمد نصیب خاں

المخاطب بہ نواب نصیب یاور جنگ ثالث ابن محمد دولت خاں

المخاطب بہ نواب نصیب یاور جنگ ثانی ابن محمد بہادر خاں ابن

محمد دولت خاں''۔ (خط نمبر ۱۲۹ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد ۱)

ناظم صاحب دفتر دیوانی و ملکی و مالی و اسناد و مواد کے نام اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں :

''میرے جد اعلیٰ محمد نصیب خاں بہادر معہ اپنے دونوں بھائی محمد ماندور خاں و محمد بہادر خاں کے تقریباً ۱۲۴۰ھ میں بہ عہد نواب سکندر جاہ بہادر مغفرت منزل وارد حیدرآباد ہوئے اور مناصب و جاگیرات سے سرفراز کیے گئے۔ ان کے بعد محمد ماندور خاں ان کے جانشین ہوئے اور نصیب یاور جنگ (اول) خطاب پایا تیسرے بھائی محمد بہادر خاں نے نصیب یاور جنگ اول کے سامنے ہی وفات پائی اور نصیب یاور جنگ اول کے جانشین میرے دادا نواب محمد دولت خاں

www.taemeernews.com

نصیب یاور جنگ ثانی اوران کے جانشین حضرت قبلہ گاہی نواب محمد نصیب خاں نصیب یاور جنگ ثالث ہوئے''۔ (کاتیب بہادر یار جنگ صفحہ ۹۵،۹۶)

''درانی نسل کے خاں پٹھان جن کو عرف عام میں پنی پٹھان بھی کہا جاتا ہے، لودھی اور سوری خاندان کے عہدِ حکومت میں افغانستان سے نکل کر سرزمین ہند میں داخل ہوئے۔ چوں کہ پٹھانوں کی یہ جماعت بارہ قبائل پر مشتمل تھی اس لیے ہندوستان کے جن جن حصوں میں یہ آباد ہوئے بارہ بنی کے نام سے مشہور ہیں۔ اس قسم کی بستیاں صوبہ بہار اور جے پور میں آباد ہوئیں۔ پیشہ کے اعتبار سے یہ گروہ تاجر تھا جس کے تمام افراد نیل کے رنگ اور کپڑے کی کامیاب تجارت کے باعث بڑی عزت کی زندگی بسر کرتے تھے''۔ (لسان الامت صفحہ ۲۲ از سعید صدیقی)

غالب گمان یہ ہے کہ قبیلہ سدوزی کے پنی پٹھان احمد شاہ ابدالی کے زمانے میں اپنی جمعیت کے ساتھ ہندوستان آئے۔ ساندوزیوں نے ریاست جے پور میں نانگل میں سکونت اختیار کی۔ علاقہ جے پور راجستھان میں نانگل ایک مقام ہے جو علاقہ چومو ریاست جے پور کا علاقہ ہے۔ ساندوزیوں کی یہ بستی تھی اور اب بھی اس علاقے میں ساندوزیوں کی آبادی ہے۔

نانگل سے بسلسلہ تجارت دولت خان بہ دور سکندر جاہ (۱۲۴۰ ہجری) حیدرآباد آئے۔ اس دور میں مرہٹوں کی شورہ پشتی اپنے شباب پر تھی۔ اس تعلق سے حکومت وقت کا ساتھ دیا اور اپنی شجاعت کے جوہر دکھائے۔ حکمرانِ وقت نے اس وفاداری کے صلے میں چار لاکھ کی جاگیر، دو ہزار سوار، نوبت، برق اندازی ہاتھی، پالکی، ڈنکا، خطاب کے اعزازات سے نوازا۔ صاحب اثر ہوئے اور سرزمین دکن کو ہمیشہ کے لیے اپنا وطن بنالیا۔

''وہ بہادر یار جنگ کے پردادا بھی بہادر خاں کے ہی نام سے موسوم تھے اور ان کے بڑے اور چھوٹے بھائی نصیب خاں اور ماندور خاں تھے۔ بڑے بھائی نصیب خاں اصل صاحب آوردہ تھے اور صاحب خطاب عماری، نوبت، اعزازات و جاگیر ہوئے۔

بہادر خاں مرحوم کے خاندان کے حیدرآباد میں سرپرست نصیب خاں نصیب یاور جنگ تھے۔ کافی تمول رکھتے تھے۔ بیگم بازار میں عالی شان دیوڑھی بنالی۔ جاگیر، فوجی ملازمت اور جائیداد و کاروبار سب موجود تھے۔ لاولد تھے۔ اس سے ان کے متبنیٰ و برادر زادہ دولت خاں چچا

www.taemeernews.com

کے جانشین ہوئے اور موروثی خطاب، معاش، لوازمہ اعزازی سب ان کو ملا۔ راقم نے اپنی نوعمری میں نصیب یاور جنگ ثانی کو دیکھا ہے۔ شکل وصورت نگاہوں میں نہیں بھرتی تھی۔ اپنے ذاتی مصارف کے متعلق کفایت شعار تھے اور اکثر لیانڈو دو اسپہ گاڑی میں ان کی سواری نظر آتی تھی۔ وہ اپنے ساتھ دو ایک مصاحب ساتھ لے کر نکلا کرتے تھے۔

نواب صاحب کے والد

ان کے فرزند نصیب خاں تھے۔ ان کی تعلیم کچھ مختصر ہی ہوئی تھی۔ باپ کے مقابل اُونچے پورے تھے۔ باپ اپنے فرزند کو آسائش وآرام سے رکھتے تھے اور ناز ونعم سے پالتے تھے۔

نصیب خاں کی شادی بڑی شان اور دھوم سے ہوئی تھی۔ یہ کہا جاسکتا ہے کہ حیدرآباد کے متمول طبقے میں مغلائی رسم ورواج اور طمطراق سے شادیوں کا جو رواج تھا اس کے سلسلہ میں بہادر یار جنگ کے والد کی شادی آخری شادی سمجھی جاسکتی ہے۔ ہزار ہا روپیہ کا صرفہ ہوا اور تمام شہر میں اس کا بہت شہرہ تھا۔

بہادر یار جنگ اپنے دادا کے سامنے پیدا ہوئے۔ بہادر یار جنگ کے والد نصیب خاں نظام کلب کے ممبر تھے اور مہاراجہ کشن پرشاد کے پاس اچھا رسوخ رکھتے تھے اور بعض اعلیٰ عہدہ داروں سے بھی دوستانہ روابط تھے۔ صاحب اخلاق اور صاحب مروت تھے۔ قومی ملکی جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ تاہم قرضہ کی پریشانیوں میں مبتلا تھے۔ بعد میں صاحب خطاب ہوئے''۔

(قائد ملت بہادر خاں مرحوم از مولوی محمد مرتضیٰ صاحب)

(روح ترقی رجب ۱۳۶۷ھ م جون ۱۹۴۸ء)

◆◆◆

www.taemeernews.com

نوعمری کے زمانے کا عظیم کارنامہ

سمرنا میں یونانیوں کے مظالم اور انگریز سامراج کی استبدادیت کے خلاف مظلومین سمرنا کی امداد کے لیے سارے ہندوستان میں خلافت کمیٹی بمبئی کی جانب سے ۱۹۲۰ء میں سمرنا فنڈ جمع کیا گیا۔ اس وقت نواب صاحب کی عمر ۱۵ سال تھی۔ نواب صاحب جو قومی جذبے سے سرشار تھے اس قومی کام میں گھر گھر سے اس فنڈ کو وصول کیا۔ یہ خدمت ان کے جذبہ قومی کی آئینہ دار تھی۔

فن سپاہ گری اور پیراکی و ورزش جسمانی

فن سپہ گری سے نواب صاحب کو بڑا تعلق خاطر تھا۔ ان کا خاندانی اسلحہ خانہ ان کی چار پشتوں کے ذوق فن سپہ گری کا آئینہ دار تھا۔ طرح طرح کی جوہر دار تلواریں اور دیگر اسلحہ کے ساتھ ساتھ نبادیق اور دیگر اسلحہ نوادرات کے نمونہ تھے۔ یہ شوق انھیں ورثے میں ملا۔

قدیم و جدید سپاہ گری کی نواب صاحب نے باضابطہ تعلیم حاصل فرمائی تھی۔ فن کشتی، بنوٹ، نشانہ بازی، پنجہ کشی، شمشیر زنی، پیراکی میں مہارت حاصل کی۔ اپنے وقت کے مشہور پہلوان لطف علی سے بھی متعلقہ فنون حاصل کیے۔ ان کے آوردے کے حبیب خاں صاحب سے بنوٹ اور نشانہ بازی کی تعلیم حاصل کی اور ان فنون میں بھی وہ اپنا جواب آپ تھے۔

نواب صاحب بچپن میں بے ڈول جسم کے مالک تھے۔ خود فرماتے ہیں :

''کھیل کود سے مجھے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ یا سچی بات یہ ہے کہ کھیل کود کے قابل ہی نہیں بنایا گیا تھا۔ قد کی بلندی نے اب اعضاء میں تھوڑا سا تناسب پیدا کر دیا ہے ورنہ اپنی عنفوان شباب کی تصویر دیکھتا ہوں تو موجودہ متحارب اقوام کے بنائے ہوئے کسی آتش افروز بم کی تشبیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔ چار قدم چلتا تھا تو ہانپنے لگتا تھا۔ کھیلنے کی بجائے خود دوسروں کے لیے تماشا بن جاتا تھا''۔ (منقول از نگارشات بہادر یار جنگ)

www.taemeernews.com

۱۰، ۱۱ سال کی عمر سے نواب صاحب نے ورزش کی ابتدا فرمائی اور روز بہ روز یہ ذوق پروان چڑھتا گیا۔ان کے جسم کو سڈول بنانے میں ورزش کا بڑا حصہ ہے اور بلند قامتی نے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔

پیراکی

نواب صاحب نوعمری سے پیراکی کے بے حد شوقین تھے۔ دیوڑھی میں حوض تھا۔ ہاتھ پاؤں مارے بغیر نواب صاحب پانی میں بیٹھتے تھے اور ہم لوگ حیران ان کو دیکھتے تھے۔ یہ واقعہ نوعمری کا ہے۔ (انٹرویو مولوی بہادر خاں سرخیل زی مرحوم)

گرمیوں میں پیراکی کی پارٹی ہوتی۔نماز فجر کے بعد کسی تالاب کو یہ پارٹی روانہ ہو جاتی اور پیراکی کے خوب خوب مظاہرے ہوتے۔تالاب میں آم پھینکے جاتے اور پیراک غوطہ لگا کر ان کو چنتے۔ناشتہ ہوتا اور پھر پسند کے اشعار ہر ایک سناتا یا مصرعہ دیا جاتا جس پر طبع آزمائی کی جاتی :

''نواب اکبر یار جنگ بہادر (سابق جج ہائی کورٹ) کے یہاں ہر سال ان کی (یعنی نواب صاحب) اور بعض مخصوص حضرات کی دعوت ہوا کرتی۔دن تمام وہاں رہتے نواب صاحب باغ کی باولی میں تیرتے اور خوب تیرتے۔تیرنے کی انھیں بڑی اچھی مشق تھی۔سارا دن ہنسی خوشی گزراتے مگر ساتھ ہی ساتھ بڑی کام کی باتیں بھی کرتے جاتے''۔

(ہمارا قائد صفحہ ۱۵۶ از مولوی محمد احمد خاں صاحب)

قائد ملت کے ایک اور رفیق کار مولوی عبدالرحمٰن سعید کی زبانی پیراکی کی ایک محفل کا حال سنئے جس پارٹی میں وہ خود بھی شریک تھے :

''گرمیوں میں پیراکی کا پروگرام بنایا جاتا تھا۔ایک دفعہ تالاب میر عالم میں یہ پروگرام ہوا جس میں مولانا صابر چشتی، بادشاہ حسینی، ماہر القادری، میں اور بہت سے غیر ارکان بھی بلائے گئے تھے۔پیراکی کے بعد ناشتہ ہوا جس کا انتظام نواب صاحب ہی نے فرمایا۔اس کے بعد طے ہوا کہ ہر شخص ترنم کے ساتھ کچھ اشعار سنائے۔صابر حسینی صاحب نے بڑا فنی قسم کا گانا سنایا۔بادشاہ حسینی صاحب نے تحت اللفظ کچھ سنایا باقی سب حاضرین نے اشعار سنائے۔نواب صاحب نے

www.taemeernews.com

جگر کی غزل بڑے دلکش ترنم کے ساتھ سنائی جس کے شعر یہ ہیں۔

بہار لالہ و گل ، شوخیٔ برق و شرر ہوکر
وہ آئے سامنے لیکن حجابات نظر ہوکر

لطافت مانعِ نظارہ صورت سہی لیکن
دھڑکنا دل کا کہتا ہے وہ گزرے ہیں ادھر ہوکر

میں اتنا جذب کرلوں کاش تیرے حسن کامل کو
تجھی کو سب پکار اُٹھیں گزر جاؤں جدھر ہوکر

◆◆◆

www.taemeernews.com

شکار

نواب صاحب کو نشانہ بازی میں کمال حاصل تھا۔ اس خصوص میں مولوی بہادر خاں سرخیل زی فرماتے ہیں کہ :

''نواب صاحب کا نشانہ کبھی خطا نہیں ہوتا تھا۔ نواب صاحب کے ساتھ اکثر شکار میں علی محمد خاں صاحب عرف بھیکن خاں رہا کرتے تھے''۔

اکثر اپنی جاگیر میں ہرن اور پرندوں کا شکار کیا کرتے۔ ان کی ڈائری میں بھی شکار کا تذکرہ ملتا ہے۔ ان کی نشانہ بازی کی مہارت بھی مسلمہ تھی۔ اس خصوص میں مولوی محمد احمد خاں صاحب اپنا ایک چشم دید واقعہ لکھتے ہیں :

''نشانہ اندازی میں تو انھیں اچھی خاصی مہارت حاصل تھی۔ ایک چشم دید واقعہ سن لیجئے۔ ایک روز صبح حسب معمول تفسیر پڑھا کر مولوی محمود نواز خاں صاحب (جو مجلس اتحاد المسلمین کے بانیوں میں سے ہیں) باتیں کرتے ہوئے گھر لوٹ رہے تھے۔ خاں صاحب موصوف کے ہاتھ میں ایک بندوق تھی۔ گفتگو اسی بندوق سے متعلق ہو رہی تھی۔ بندوقوں کی مختلف اقسام اور ان کی خصوصیات پر حسب عادت مسکرا مسکرا کر گفتگو کر رہے تھے۔ اتنے میں سامنے اُونچی دیوار پر ایک چڑیا بیٹھی دکھائی دی خان صاحب کے ہاتھ سے فوراً بندوق لے لی اور کہنے لگے'' خاں صاحب! فرمایئے اس کا کیا گرائیں''۔ خان صاحب نے فرمایا کہ'' نواب صاحب، اس کی چونچ گرایئے'' سنتے ہی فوراً بندوق اُٹھائی اور فائر کر دیا۔ دیوار کے پاس جا کر لوگوں نے دیکھا، چونچ گری پڑی ہے۔

سیر و شکار سے بھی دلچسپی تھی۔ جب سے سیاسی میدان میں قدم رکھا تھا انھیں یوں تو فرصت کم ملا کرتی تھی لیکن جب کبھی تھوڑی بہت فرصت مل جاتی تو مخصوص دوست احباب کے ساتھ کہیں سیر و شکار کے لیے نکل جایا کرتے۔ بعض بعض دفعہ تو یہ کرتے کہ مجلس عاملہ (ورکنگ کمیٹی)

www.taemeernews.com

کے جلسے بلدہ حیدرآباد سے دور کبھی لال گڑھی جاگیر یا کسی دوسرے تفریحی مقام پر رکھتے۔ اس سے ایک طرف مسائل پر حزم واحتیاط سے غور کرنے کا موقع مل جاتا اور دوسری طرف دل بہلائی کا سامان بھی ہو جایا کرتا تھا''۔ (ہمارا قائد صفحہ ۱۵۴، ۱۵۵ از مولوی محمد احمد خاں)

فٹ بال

''نواب صاحب ۱۰، ۱۲ سال کی عمر کے تھے، اپنے اخراجات سے ایک فٹ بال کی ٹیم قائم کی تھی جس میں نواب صاحب کے بچپن کے ساتھی کھیلتے تھے اور نواب صاحب بھی اس ٹیم میں شریک تھے''۔ (انٹرویو محمد بہادر خاں سرخیل زی)

میٹھے کے شوقین

نواب صاحب بچپن سے میٹھے کے بڑے شوقین تھے۔ مولوی محمد بہادر خاں سرخیل زی نے مزے لے لے کر نواب صاحب کے بچپن کا ایک مزیدار واقعہ سنایا کہ :

''نواب نصیب یاور جنگ کے دسترخوان پر ہم لوگ میٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ نواب صاحب کو علم تھا کہ ان کے فرزند بہادر خاں میٹھا شوق سے کھاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ نواب صاحب نے فرمایا (شاہ خاصے کی طرف بتا کر) ''بادو میاں کیا یہ کٹھورا کھالیتا''۔ بہادر خاں نے فرمایا ''جی ہو'' —— پورا کٹھورا نواب صاحب نے کھالیا۔ ہم لوگ حیرت سے دیکھتے رہے۔ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے''۔

نواب صاحب کی غذا پٹھانی انداز کی نہیں تھی۔ وہ مختصر کھاتے تھے مگر میٹھے کے ساتھ پورا انصاف فرماتے تھے۔ خانگی محفلوں میں اور دعوتوں میں کھانے کے بعد میٹھے کی جب باری آتی تو ہنستے ہوئے فرماتے تھے : ''یہ ہمارا حصہ ہے ہم کسی کی رعایت نہیں کریں گے''۔

(ہمارا قائد صفحہ ۵۵، ۵۶ از مولوی محمد احمد خاں)

نواب صاحب چائے کی پیالی میں اتنی شکر استعمال کرتے کہ چائے پی لینے کے بعد بھی شکر باقی رہ جاتی جسے چمچے سے استعمال فرماتے۔ چائے نوشی کی ایک محفل میں نواب صاحب نے

www.taemeernews.com

دریافت فرمایا کہ کون کتنی شکر استعمال کرتا ہے۔ ایک صاحب نے کہا نواب صاحب میں صرف ایک چمچہ شکر استعمال کرتا ہوں۔ نواب صاحب نے ہنستے ہوئی جواباً ارشاد فرمایا، آپ کو کسی طبیب نے یہ نسخہ بتایا ہوگا۔

◆◆◆

نوٹ : نواب صاحب کے اوائل عمری کے واقعات کے ضمن میں مولوی محمد بہادر خاں سرخیل زی معمر ۸۶ سے ملاقات بہت سودمند ثابت ہوئی اور کافی مواد موصوف سے حضرت قائد ملت کے متعلق حاصل ہوا موصوف کو قائد ملت سے حد درجہ محبت تھی۔ میرے استفسار پر کہ نواب صاحب سے آپ کے روابط کی ابتدا کیسی ہوئی جواباً ارشاد فرمایا ''میرے حقیقی خالہ زاد بھائی عالم خاں صاحب معتمد اسٹیٹ نواب نصیب یاور جنگ تھے جس کے باعث میرا دیوڑھی میں آنا جانا تھا۔ نواب صاحب سے میں ۶، ۷ سال بڑا تھا۔ اسی طرح آتے جاتے نواب صاحب سے میرے مراسم دوستانہ ہوگئے اور مجھے ان سے قریب رہنے اور ملنے ملانے کے مواقع نصیب ہوئے۔ چھوٹا منہ بڑی بات ہوگی۔ اس طرح میں ان کے بچپن کے دوستوں میں سے ایک ہوں''۔

موصوف سے ملاقات بھائی سردار علی خاں سابق رکن بلدیہ اور جناب سعداللہ خاں صاحب کی ایماء پر ہوئی۔ موصوف کے فرزند جناب نثار مہدی علی خاں صاحب پوسٹل اسسٹنٹ جوبلی پوسٹ آفس نے اس ملاقات کا انتظام فرمایا (موصوف کے حوالے سے کئی واقعات شریک کتاب ہیں۔ اس لیے موصوف کا مختصر تعارف از حد ضروری ہے) موصوف سے ملاقات کے ۳ ہفتے بعد ان کے قلب پر حملہ ہوا، شریک دواخانہ تھے۔ جب قدرے افاقہ ہوا تو سردار علی خاں صاحب سابق رکن بلدیہ اور جناب سعداللہ صاحب عیادت کو گئے۔ بستر علالت پر دو واقعات یاد آئے۔ ان لوگوں کو سنایا اور ازراہِ کرم فرمائی تاکید کی کہ مجھے یہ دونوں واقعات جا کر سنا دیجئے۔ دو دن بعد پھر طبیعت بگڑی اور راہی ملک عدم ہوئے۔ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین

www.taemeernews.com

شادی

نواب صاحب کی شادی کے وقت، ان کی عمر پورے پندرہ سال کی بھی نہ ہوئی تھی (چودہ سال ۳ مہینے ۲۷ دن کی عمر تھی) خاندانی روایات کے بموجب کم عمری میں شادی کردی گئی۔

خان زادی خاتون عرف حنا خاتون زوجہ مولوی عبدالرسول خاں صاحب نواب صاحب کی حقیقی چھوٹی پھوپھی کی اکلوتی لڑکی سے جو عمر میں نواب صاحب سے بڑی تھیں، بڑوں کی پسند اور بطورِ خاص دادی کی خواہش پر یہ پیام فوری طے پا گیا۔

۲۹/ شعبان ۱۳۳۷ ہجری مطابق ۳۰/ مئی ۱۹۱۹ء کو بیت الامت میں بڑی دھوم دھام سے یہ شادی ہوئی۔ پندرہ دن تک شادی کا جشن منایا جاتا رہا۔ مرشدانِ کرام، برادری، امراء عظام اور اہل خاندان کی دعوتوں کا اہتمام کیا جاتا رہا۔

امراء عظام کی دعوت میں مہاراجہ کشن پرشاد بھی تشریف لائے تھے۔ اپنی طرف سے نواب صاحب کو ایک مرصع تلوار تحفہ میں دی۔ امراء عظام کی دعوت میں ایک طرف فرش بچھایا گیا تھا، دوسری طرف صوفوں کا انتظام تھا۔ طوائفیں اور بھانڈ، مراثن سارے امیرانہ مزاج کے چونچلے حاضر تھے۔ اس محفل میں مہاراجہ کی نظر ایک جواں سال حسین وجمیل مزاج شناس طوائف پر پڑی جو گانا سنانے کے لیے مہاراجہ کے حکم کی منتظر تھی۔ مہاراجہ نے اشارے سے اسے طلب فرمایا۔ وہ بہ ادب حاضر ہوئی، سلام بجالائی اور حکم کی منتظر کھڑی رہی۔

مہاراجہ نے بہادر خاں کے مزاج کی مناسبت سے طوائف کو نعت شریف سنانے کا حکم دیا وہ فرشی سلام کر کے اپنی نشست پر چلی گئی اور ہاتھ باندھ کر کھڑی رہی۔ ایک منٹ مہاراجہ نے جو صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے سوچا یہ کھڑی کیوں ہے۔ بات سمجھ میں آئی (طوائف ہندو تھی مگر آداب نعت سے واقف تھی) نعت کی خواہش مہاراجہ نے کی تھی۔ وہ صوفے پر جوتوں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ فوراً جوتے کھولے، صوفہ چھوڑا اور فرش پر بہ ادب بیٹھ گئے۔ مہاراجہ جوں ہی اُٹھے فرش

www.taemeernews.com

مہمانوں سے بھر گیا۔ طوائف نے فرشی سلام کیا اور پورے احترام کے ساتھ نعتیہ کلام شروع کیا۔ ساری محفل پر وجد کا عالم طاری تھا۔ (بحوالہ مولوی بہادر خاں سرخیل زی)

نواب صاحب کی بارات ہاتھی پر نکلی۔ دلہن میانہ میں تھی، دولہا ہاتھی پر۔ باراتیوں کا جلوس ہم رکاب تھا۔

شادی کے بعد سے نواب صاحب کھانا والد کے ساتھ کھاتے تھے اور دولہا دلہن ابتداءً کچھ عرصہ نعمت باغ (بیگم بازار) کے مکان میں مقیم رہے۔ کچھ ہی دنوں بعد زنانی دیوڑھی جوان کی دادی ماچھن خاتون کی تھی (جوان کی شادی میں مہر میں دی گئی تھی) اس کو بہادر یار جنگ کے نام کر دیا اور دولہا دلہن اس میں مقیم ہو گئے۔ نواب صاحب کی شادی کی پر مسرت تقریب میں مولوی ابوالخیر سید عبدالغفور جعفری ضرغام نے فارسی اور اُردو میں سہرا لکھا۔ موصوف عالم دین بھی تھے اور قادرالکلام شاعر بھی :

سہرہ فارسی مع تاریخ سہرہ اُردو تاریخ بتقریب شادی میمنت آبادی محمد بہادر خاں طولعمرہٗ فرزند نواب معلّی القاب مجی نصیب یاور جنگ بہادر دام اقبالہ، منعقدہ ۲۹/ شعبان المعظم ۱۳۳۷ھ مطابق ۳۰/ مئی ۱۹۱۹ء روز جمعہ :

سہرہ فارسی

تعالی اللہ بشادی می بود راحت رساں سہرہ
چہ سہرہ سہرہ پرزر چہ پرزر زرفشان سہرہ

بہ ایران شوہرہ گویند و در ہندی زبان سہرہ
زبانِ در کام تازہ تازہ از شیرین زبان سہرہ

چہ گلہائے مضامین بہر نظارہ شگفتہ شد
کہ طرہ طرہ طفل گل چمد با خوش بیان سہرہ

بحمداللہ شادی می بود چوں خانہ آبادی
خوشا خانہ کہ برنوشاہ می ناز و جوان سہرہ

بسے در دہر دیدہ شد ہزاراں کتخدائی ہا
بہادر خان بہادر را ہمی ساز و عیان سہرہ

تو خوشروی تو خوشخوئی تو خوش اعمال چندانی
کہ ارباب تعقل شاد و شد عذب البیان سہرہ

بہادر را خطاب جنگ می زیبد مگر سلطاں
بفرماید کہ دولہ ہستی و دولت نشان سہرہ

سخی ابن سخی وہم امیر ابن امیرے را
زہے روشن چو مہر و ماہ و خط کہکشان سہرہ

www.taemeernews.com

بخورن ضرغام رسم طوے شد بست ونہم شعبان
حبیبِ حب دل گویا بہادر خان میان سہرہ
۱۳۳۷ ہجری

اُردو سہرہ مع قطعہ تاریخ

عین شادی کا رونما سہرہ — مہدویہ ہے خوشنما سہرہ
سارے سہروں کا ہے یہی افسر — دولہا سردار ہے بھلا سہرہ
نظم پروین نظم اُلفت ہے — کہکشاں ہار ہے سما سہرہ
نظر بد کے روکنے کے لیے — نہ پہ نوشاہ کے بندھا سہرہ
سر سہرہ ہے اس کا بہتر نام — کہ بہادر کے سر رہا سہرہ
نخل اُمید ہے پھلا پھولا — باغ بھر پھول کا گندھا سہرہ
میاں محمد بہادر خان صاحب — آپ کے سر ہے خوشنما سہرہ
کھلی قسمت تو پھول بھی ہیں کھلے — جب بندھا سر پہ تو کھلا سہرہ
پھول[1] زر[2] نظمیہ[3] یہ تین اقسام — دولہا[1] نوشہ[2] بنا[3] بھلا سہرہ
جس نے دیکھا[1] یہ سہو بول[2] اُٹھا — دیدنی[1] ہے کھا[2] ہوا سہرہ

نیک تاریخ شادی ہے ضرغام
واہ واہ کیا ہے خوشنما سہرہ
۱۳۳۷ ہجری

(نتیجہ خامہ عنبر شمامہ ابوالخیر سید عبدالغفور جعفری ضرغام چشتی مددگار صیغہ دار معتمدی مالگزاری سرکار عالی)

نواب صاحب کی شادی کس تزک واحتشام سے ہوئی اس کا اندازہ نواب صاحب کی ایک تحریر سے ہوتا ہے۔ نواب معین الدولہ بہادر والی پائیگاہ کے لڑکے کی شادی کا ذکر کرتے ہوئے نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں :

"نواب معین الدولہ بہادر کے لڑکے نواب ظہیر الدین خاں صاحب کے عقد میں جو

www.taemeernews.com

نواب ولی الدولہ بہادر کی لڑکی کے ساتھ مقرر ہے گیا۔نواب معین الدین خاں ،اعانت جنگ ، معین الدولہ بہادر،نواب بشیر الدولہ آسمان جاہ بہادر کے فرزند اور آسمان جاہی پائیگاہ کے امیر ہیں اس وقت اعلیٰ حضرت کے بعد سب سے بڑا اسٹیٹ امراء حیدرآباد میں انہی کا ہے۔نواب ولی الدین خاں اعانت جنگ ولی الدولہ بہادر ،نواب اقبال الدولہ وقارالامراء مرحوم کے چھوٹے صاحبزادے ہیں ان کے بڑے بھائی نواب سلطان الملک بہادر اس وقت وقارالامراء پائیگاہ کے امیر ہیں ۔نواب ولی الدولہ بہادر آج سے ایک سال قبل صدر اعظم باب حکومت بھی تھے اب صدرالمہام افواج سرکار عالی ہیں ، میں نے عابد شاپ کے سامنے سے بارات دیکھی ۔تینوں پائیگاہوں کی فوج ساتھ تھی ۔دولہا چوکڑے میں تھا جس میں تاش کا فرش (جس کو زرتار بھی کہتے ہیں) تھا اور اطلس کی جھالر لگائی گئی تھی ۔موجودہ زمانے میں ایسی شاندار بارات عوام کے لیے ایک عجوبہ تھی حالاں کہ آج سے دس بارہ سال پہلے ہر بارات ایسی ہی شاندار ہوتی تھی ۔مجھے دور نہ جانا چاہیے خود میری شادی جو والد مرحوم نے کی تھی اس میں اس سے کہیں زیادہ شاہانہ شوکت تھی ۔ ساڑھے نو بجے میں نواب ولی الدولہ بہادر کے باغ واقع بیگم پیٹ میں پہنچا۔مہاراجہ بہادر مجھ سے پہلے تشریف لا چکے تھے۔حیدرآباد کے تمام امراء،عہدہ داران ومعززین شریک بزم تھے۔سوا گیارہ بجے بارات دولہن کے گھر پہنچی اور ایک بجے کے قریب عقد ہوا''۔

(بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۲۸،۲۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

شادی کے باب میں ایک واقعہ جو بہادر خاں صاحب سرخیل زی مرحوم نے بیان فرمایا، اس واقعہ میں ایک پندرہ سالہ نوجوان کی عزت نفس کے احساس کی قدردانی فقید المثال ہے :

''میاں ایک اور بات یاد آئی ، پرانے لوگ کتنے وضعدار ہوتے تھے ! سید احمد میاں سلحدار تھے۔نواب صاحب نے شادی سے قبل کھانے کے انتظامات کے لیے انھیں ذمہ دار فرمایا تھا۔شادی کی دعوتوں کا سلسلہ چل رہا تھا۔اہل خاندان اور احباب چوں کہ پندرہ دن قبل ہی سے مہمان تھے۔اسی دوران پانچ سات دن گزرے تھے۔نواب صاحب کو احمد میاں کے بلانے کی ضرورت پڑی۔معلوم ہوا کھانا کھانے گھر گئے ہیں۔نواب صاحب کو بڑی حیرت ہوئی۔جب احمد میاں آئے تو نواب صاحب نے پوچھا، احمد میاں آپ کہاں گئے تھے؟ احمد میاں نے کہا،

www.taemeernews.com

نواب صاحب کھانا کھانے کے لے گیا تھا۔نواب صاحب نے فرمایا، آپ روز گھر جا کر کھانا کھا رہے ہیں؟ جواب ملا ''جی''۔آپ یہاں کیوں نہیں کھا رہے ہیں۔احمد میاں نے کہا،نواب صاحب آپ نے صرف انتظام کرنے کے لیے فرمایا تھا کھانا کھانے کے لیے نہیں۔نواب صاحب اس عزتِ نفس کے جذبے سے بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا ''احمد میاں، مجھ سے غلطی ہوئی، میری شادی کی جملہ تقاریب کے ختم تک آپ، آپ کے گھر والے، بچے اور اس دوران جو مہمان آپ کے گھر آئیں ان سب کی دعوت دیتا ہوں، آپ قبول فرمایئے''۔احمد میاں،نواب صاحب کی اس قدر دانی سے اتنے متاثر ہوئے، ان کے دل سے بے اختیار ان کی زبان پر دُعا آ گئی کہ ''خدا آپ کو سلامت رکھے''۔یہ سچ ہے کہ ان ہی لوگوں سے اہل دل روشنی پاتے ہیں۔

جن کے حصے میں چراغوں کا اُجالا بھی نہیں

اولاد

خدا نے نواب صاحب کو ہر نعمت سے سرفراز فرمایا لیکن اولاد کے رنج کی کسک باقی رکھ دی۔انھیں بچوں سے بہت پیار تھا۔نواب ماندور خاں کی لڑکی کا اپنی ڈائری میں کتنے پیار سے فرماتے ہیں :

''ماندور خاں کی لڑکی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہے۔کل سے میٹھی میٹھی باتوں سے سارے گھر کو مسحور کر رہی ہے، مجھے اس سے بہت محبت ہے''۔

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :

''ماندور خاں کی لڑکی ماچھن بی بی آئی تھی۔۳ سال کی عمر ہے، خوب باتیں کرتی ہے۔دیر تک اس سے کھیلتا رہا''۔(بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۵۵ ۲۲/نومبر ۱۹۳۷ء)

نواب صاحب کی تحریروں میں کبھی کبھی ان کے جذبات اولاد کے معاملے میں جاگ جاتے تھے۔اس جذبے کا اظہار اس تحریر میں عیاں ہے :

''آج تحصیلدار صاحب معہ اپنی بیوی اور نصف درجن بچوں کے ہمارے مہمان ہیں۔ ان کے سب بچے خوب صورت اور سمجھ دار ہیں۔خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو اللہ کی اس نعمتِ عظمیٰ

www.taemeernews.com

سے بہرہ مند ہیں''۔(ڈائری صفحہ۱۰۶)

اس تحریر میں کتنی مایوسی اور اولاد کی تمنا کروٹیں لے رہی ہے۔

''ایک جولاہے کی بیوہ اور نہایت محتاج عورت فاقہ کشی سے بے زار آکر اپنی لڑکی فروخت کرنے پر آمادہ تھی۔ آدمی کے آزاد بچوں کی خرید وفروخت قانوناً منع ہے اور اخلاقی حیثیت سے بھی میں اس کو اچھا نہیں سمجھتا۔ مگر نیت اگر باندی غلام بنانے کی نہ ہو اور ہم نے اس کی ہمدردی کے خیال سے حاصل کر کے اپنے بچوں کی طرح پالا اور مسلمان کیا ہو تو میں اس کو چنداں برا نہیں سمجھتا۔ اس کی لڑکی کو پرورش کے لیے حاصل کر کے اس کا نام تہنیت رکھا۔ لڑکی بدصورت نہیں ہے اور تقریباً چھ سال کی عمر ہوگی۔ اولاد کی آرزو تو کوئی شقی القلب ہے جس کو نہیں ہوتی۔ مگر میں اپنی بیوی کی سلامتی کو بہت غنیمت سمجھتا ہوں۔ اولاد کا دینے والا خدا ہے اور ہمارا کام دُعا کرنا ہے''۔(بہادر یار جنگ کی ڈائری ۹/ جنوری ۱۹۲۸ء)

ایک اور خط میں نواب صاحب کے آنسوان کے احساسات قلبی کے آئینہ دار ہیں :

''تمہارے خط نے مجھے متاثر کیا اور میری آنکھوں کو اشک آلود کر دیا۔ تم باپ نہیں رکھتے اور میں اولاد نہیں رکھتا''۔(خط ۵۲۴ مکاتیب بہادر یار جنگ ج۱)

نواب صاحب کی شادی کے ۱۹ سال بعد ۸/ مارچ ۱۹۳۷ء کو لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام اپنی والدہ کے نام پر طالیمن خاتون عرف کنیز فاطمہ رکھا۔ سارا گھر سارا قبیلہ، سارے احباب خوش ہوئے۔ محمد الف خاں خضری عارف مددگار بیگی خانہ صرفخاص نے منظوم مبارک باد دی جس میں سنہ ہجری میں تاریخ ولادت نکالی :

''بتقریب ولادت باسعادت دختر نیک اختر عالی جناب مستغنی عن الالقاب نواب العلوم نواب بہادر یار جنگ دام اقبالہ :

الحمدللہ

دادخدا نواب علوم وخوش تقریر وخوش خورا
وہ چہ صبیہ خوش اقبال و خوش احوال
عارف خوش گو زبہر بادش کرد رقم

www.taemeernews.com

صبح دوشنبہ نیکومہ ذی الحجہ سال

۱۳۵۵ ہجری

۸/مارچ ۱۹۳۷ءکواللہ نے اولاد کی خوشی دی اور ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۷ءکو (۷ ماہ ۱۵ دن) کو یہ نوخیز کلی سپردِ خاک کردی گئی۔

بچی کا جب انتقال ہوا، نواب صاحب ورنگل کے دورے پر تشریف لے گئے تھے۔ وہاں اطلاع ہوئی۔ ان کی ورنگل سے واپسی ۹ بجے شب ہوئی۔ سیدھا حظیرہ میں گئے۔ اپنی تمناؤں کو سپردِ خاک کردیا اور تقریباً ۱۱ بجے شب گھر واپس ہوئے۔ نماز شکرانہ ادا کی۔ اپنی بچی کی موت پر ایک دردانگیز نظم ''مرگ آرزو'' سپردِ قلم فرمائی۔

نبا کے بات میری بگاڑ دی تو نے
مری اُمید کی دُنیا اُجاڑ دی تو نے

نواب صاحب کی بچی کی پیدائش کی تاریخ کا ماخذ میر ولایت علی صاحب خاکسار اعلیٰ کے موسومہ خط مورخہ ۲۹/۴/۱۳۳۷ف سے ملتا ہے۔ اس خط میں نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''ہر شخص واقف ہے کہ ۸/مارچ کو میرے یہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اس کے دوسرے ہی دن سے میری بیوی زہریلے بخار میں مبتلا ہوگئی''۔ (۸/مارچ ۱۹۳۷ء)

اور وفات کے بارے میں نواب میر عثمان علی خاں والی ریاست حیدرآباد کے تعزیت نامے سے تصدیق ہوتی ہے :

''ابھی ابھی معلوم ہوا کہ تمہاری لڑکی جو کہ چند ماہ قبل پیدا ہوئی تھی گزر گئی۔ بہرحال مجھے افسوس اور تمہارے ساتھ کامل ہمدردی ہے''۔ (آصف سابع) (۲۴/اکتوبر ۱۹۳۷ء)

نواب صاحب نے اپنے لاولد ہونے پر کسی کے استفسار کے جواب میں ارشاد فرمایا تھا

مشہور ہے بے باری شمشاد چمن میں

◆◆◆

www.taemeernews.com

والد کا انتقال

نواب صاحب کے عین عنفوان شباب میں (جب آپ کی عمر ۱۸ سال تھی) نواب نصیب یاور جنگ ثالث اس دُنیا سے چل بسے۔

وہ مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت کے یہاں دعوت کے انتظامات میں مصروف تھے۔ (ہمراہ نواب صاحب بھی تھے) وہیں طبیعت اچانک بگڑی گھر لائے گئے، حالت غیر ہوئی اور ۴۸ سال کی عمر میں راہی ملکِ عدم ہوئے۔ نواب صاحب فرزند اکبر کی حیثیت سے وارثِ جاگیر ہوئے۔ وارثِ جاگیر کیا ہوئے کانٹوں کا بستر ملا۔ علاتی ماں اور بھائیوں کے درمیان زندگی عذاب بن گئی۔ مہاراجہ کشن پرشاد اور سالار جنگ نے امکانی کوشش کر کے بڑی حد تک مسائل نزاعی کو طے کیا۔ ایثار پسند اور صابر بہادر خاں نے برکات یزدانی کی دولت کو اپنایا۔ بڑی حد تک ظاہری اختلافات کی یکسوئی ہوئی۔

لال گڑھی جاگیر کے وارث محمد بہادر خاں کو اپنے والد سے وراثت میں جاگیر کے ساتھ ساڑھے چار لاکھ کے قرض کی ادائی کی گراں بار ذمہ داری بھی ملی۔ والد کا انتقال خود ایک صدمہ عظیم تھا۔ جاگیر کی ذمہ داریوں نے اس مصیبت کو دو آتشہ کر دیا۔ یہ دور جاگیردارانہ نظام کے تحت تھا۔ حیدرآباد کے جاگیردار اپنے علاقوں میں مستقل حیثیت رکھتے تھے تاہم نظام داخلی سے ان کا پورا ربط تھا۔ چھوٹے بڑے جاگیردار تقریباً ۹۰۰ تھے۔ ان میں جو بڑے تھے امیر پائیگاہ کہلاتے تھے۔ بڑی پائیگا کی آمدنی چالیس لاکھ روپے سالانہ ہوا کرتی۔ صرف امرائے پائیگاہ ہی اقرباء سرکار تھے۔ باقی جاگیرداروں کو یہ جاگیریں ان کی خدمات کے صلے میں ملکی انتظامات میں تعاون کی شرط پر دی جاتی تھیں۔

ایک ہزار سے ایک لاکھ روپے سالانہ آمدنی رکھنے والے جاگیرداروں کی تعداد ہی زیادہ تھی۔ نواب صاحب موروثی جمعدار و جاگیردار تھے۔ اس طرح نواب صاحب کو اس موروثی

www.taemeernews.com

جاگیر کے انتظام وانصرام کی ذمہ داری سنبھالنی پڑی۔ان ناگفتہ بہ حالات نے اس دولت مند خاندان کے وارث کو انتہائی مالی وذہنی اذیت سے دوچار کیا۔اس پر مستزاد سوتیلے بھائی ماندور خاں کی خودسری سے حالات اتنے ناگفتہ ہوگئے کہ مہاراجہ اس آپسی گتھی کو سلجھانے کی پوری پوری کوشش کرتے رہے۔

ایک دن وہ بھی آیا جب مہاراجہ کشن پرشاد کی دیوڑھی میں مہاراجہ کے سامنے بدکلامی کے ساتھ ماندور خاں دست بہ گریباں ہوگئے،مہاراجہ نے مداخلت کرکے وقتی طور پر اس مسئلہ کو سلجھادیا مگر مہاراج اس درجہ متاثر ہوئے کہ نواب بہادر یار جنگ اور ماندور خاں کے نام بذریعہ پوسٹ خط روانہ فرمایا جو درج ذیل ہے (پہلا خط مہاراجہ کشن پرشاد کے خطوط بہادر یار جنگ کے نام مرتبہ نذیرالدین احمد میں شریک ہے) سونے پر سہاگہ بہادر یار جنگ کی علاتی والدہ بھی نواب صاحب سے ناخوش تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ ان کے بچوں کا جاگیر میں جو حصہ ہے اس سے بہادر یار جنگ انھیں محروم کردیں گے۔مہاراجہ نے اس خصوص میں نواب صاحب کی سوتیلی والدہ کے نام ایک خط لکھا،اس کے بعد تصفیہ کی راہیں ہموار ہوئیں۔اس طرح ذیل کا خط مہاراجہ نے جاگیر کے جانشین کے مسئلہ کے حل میں کامیاب ثابت ہوا۔اور پھر نواب صاحب وارثِ جاگیر کی حیثیت سے اپنے والد کے جانشین بنے۔

''خاتونِ عفت وعصمت!

آپ کو معلوم ہوگا کہ اس فقیر کے ساتھ آپ کے شوہر مرحوم کو کس قدر محبت تھی۔چنانچہ ان کا خلوص آخر دم تک رہا۔ان میں جو خوبیاں شریفانہ تھیں۔وہ محتاج بیان نہیں۔اس خلوص کا اقتضا یہ ہے کہ اس وقت اگر کوئی ایسا امر جو آپ کے اعزاز ومراتب اور خاندان کے خلاف ہو یا نقصان معلوم ہو تو فقیر شاد کے لیے اس کے اصلاح کی کوشش کرنا گویا فرض ہے۔یہ بھی آپ خوب جانتے ہیں کہ جس قدر خاندانیں اپنے عروج سے زوال میں آئیں وہ صرف آپس کے نااتفاقی کا باعث تھا۔

ان دنوں ایک بات آپ کے خاندان کے متعلق مشہور ہے کہ آپس میں آپ کے اور آپ کے بڑے فرزند کے درانداز درمیانی لوگوں کے باعث سوء مزاجی پیدا ہوئی ہے۔مجھے سن کر نہ

www.taemeernews.com

صرف افسوس ہوا۔ بلکہ مجھے اندیشہ ہے کہ خدانہ کرے یہ سوءمزاجی کوئی نقصان نہ پہنچائے۔اس لیے آپ کے شوہر کی خاطر سے یہ فقیر اپنے فرض سے ادا ہوتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے آپ ہرگز کسی کے گفت وشنید کے اثر سے آپس کے نااتفاقی کو اپنی یا اپنے فرزند کی کامیابی نہ سمجھئے بلکہ یہ سمجھ لیجیے کہ زمانہ بہت نازک ہے اس لیے نقصان کا ہونا ممکن ہے۔

بہادر خان آپ کے بڑے فرزند گو وہ علاتی سمجھے جائیں۔مگر آپ ان کو اپنا فرزند سمجھ کر اپنے خاندان کی بھلائی جس میں ہو۔صلح سے مل کر کام لیں۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اطاعت گزار لڑکا آپ کے مرضی کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔ میں نے جہاں تک ٹٹولا ان کا یہی بیان ہے کہ آپ کی خوشنودی کو وہ مقدم سمجھتے ہیں آپ کو لازم ہے کہ جیسے بزرگوں کا قاعدہ ہوتا ہے اور شرفا کے لیے نہایت ضروری ہے۔ بہادر خان کے کلانیت کو مقدم رکھ کر آپ اپنے اور اپنے فرزند کے حقوق کا ان سے مطالبہ کریں۔

مجھے اُمید ہے کہ اس تھوڑی سی تحریر کو آپ مفید سمجھ کر اس پر عمل کریں گے۔اگر آپ کے خاندان کے اور باہمی مصالح کے لیے اگر یہ فقیر کوئی مشورہ دے سکتا ہے اور آپ اس فقیر کے مشورے سے راضی ہو سکتے ہیں۔اور کسی کے ناواجب مشورہ پر عمل نہ کر کے فقیر کا مشورہ مان لیں گے تو بہ خوشی تمام مشورہ دوں گا۔فقط''

''محب شاد

آج صبح میں آپ دونوں بھائیوں کے تعلقات کی کشیدگی دیکھ کر مجھے سخت افسوس ہوا، مجھے ہرگز اُمید نہ تھی کہ آپ کے خاندان میں پرانی کشیدگی آپ کی ایسا رنگ لائے گی۔

حیدرآباد میں اکثر خاندان ایسے ہیں کہ اس فقیر سے محبت رکھتے ہیں مگر آپ کے بزرگوں کے تعلقات میرے خاندان سے نہ صرف پیشکار یا وزیر ہونے کے خیال سے دوستانہ رہے بلکہ بحیثیت ذات چندولال اور راجہ نراندر اور کشن پرشاد کے دوستانہ تعلقات چلے آتے ہیں اور یہ تعلقات پختہ سمجھے جاتے ہیں ورنہ کسی خدمت کے تعلق سے اگر دوستی رہی تو وہ ناپائیدار ہے۔یہی وجہ ہے کہ مجھے آپ سے اور آپ کے بھائیوں سے محبت ہے۔کیسی محبت ہے اور کس قدر ہے، آپ کے قلوب شہادت دیں گے۔یقین مانیں کہ میں آپ صاحبوں کو عزیز رکھتا ہوں۔اس لیے

www.taemeernews.com

مجھے سخت صدمہ ہوا ۔ خدا کرے کہ آپ تینوں بھائی وحدت پرست تثلیث کو دور کر کے متحد ہو جائیں ۔ میں اپنی وزارت کے زمانے میں بھی جس جس سے مجھے تعلق رہا ہے میں نے ان کو ہمیشہ یہی نصیحت کی کہ آپس میں شیر و شکر رہو۔ اگر لڑنے کو جی چاہتا ہے اپنی چار دیواری میں لڑو مگر انسانیت کے ساتھ اور وہ لڑائی اسی حد تک رہے کہ پانی پر کی کائی کسی سبب سے پھٹ کر پھر مل جاتی ہے ۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ ہو۔ اور ایسے آپس میں رہو کہ گورنمنٹ کی مداخلت نہ ہونے پائے ۔ بات یہ ہے کہ اب زمانہ دوسرا ہے۔ سابق کے زمانے میں ہزار ہا گھر بگڑے ہوئے تھے اور بگڑ کر بنے ۔ مگر اس زمانے میں ایک گھر میں رہنے کی توقع نہ رکھیں ۔ ' آن قدغ بہ شکست آں ساقی تماند'

میں نے ماندور خاں کو بھی لکھا ہے کہ اگر حقیقی بھائی مل کر رہیں تو تعریف کی بات نہیں بلکہ سوتیلے بھائی متحد رکھ کر ثابت کریں کہ ہم حقیقی ایک ماں کے بطن سے ہیں سوتیلے نہیں ہیں ۔ خدا آپ سب کو توفیق نیک عطا کرے ۔ آپ کا گھر بہت بڑا اور قدیم خاندانوں میں سربرآوردہ اور معزز رہا ہے ۔ اپنے بزرگوں کے نام باقی رکھئے یہ ہماری بڑی خدمت ہے ان کے غیاب میں اگر ہم سے یہ ہو سکے ۔ مجھے اُمید ہے کہ یہ جب کبھی ملیں گے تو شیر و شکر ہو کر ملیں گے ۔

شرح دستخط کشن پرشاد

فقیر''

وراثت کی نزاع ، قرض خواہوں کے پیہم تقاضے اور ملازمین جاگیر کے مسلسل مطالبے اس پر مستزاد تھے ۔ بہر حال کم و بیش آٹھ سال کا طویل عرصہ ان ہی گتھیوں کے سلجھانے میں صرف ہوا اور اس طرح (۲۶) سال کی عمر تک نواب صاحب نے دُنیا کو اس کی مختلف صورتوں میں دیکھ لیا اور خداداد حسن قابلیت اور حکمت عملی سے تمام حالات پر قابو پالیا۔

(صفحہ ۲۶ لسان الامت از مولوی عبدالرحمٰن سعید)

ابتدائی مراحل میں خاندانی جھگڑوں سے نجات کے بعد جاگیر کے حالات سے آگاہی فرمائی ۔ پھر جاگیر کی دیرینہ کارروائیوں کی یکسوئی کے لیے ایک یادداشت مرتب کی کہ کونسی کارروائی مال گزاری سے متعلق ہے تو کسی کارروائی میں معتمد فوج سے ملنا ہے ۔ اس خصوص میں وکلا سے ربط پیدا کیا۔ جاگیر کی کارروائیوں میں خود بھی مسلسل پیروی میں مصروف رہے ۔ گوشوارہ

www.taemeernews.com

آمد وخرچ، کرایہ ذاتی وکرایہ ملکیات مشترکہ کے حسابات کی تیاری، امثلہ جات کی ترتیب، جاگیر کے اندرونی انتظامات، لوکل فنڈ کی رقم سے فلاحی اسکیمات کی عمل آوری، جاگیر میں راستوں کی تعمیر، درس گاہوں کا قیام، حفظِ صحت کے لیے دواؤں کا چھڑکاؤ، غرض ان ہی مسائل کی یکسوئی میں وہ منہمک رہے اور چار سال کی مسلسل محنت سے ان کی جاگیر کے انتظامات اور دفتر کی صورت گری ہوسکی۔ اپنی مسلسل محنت سے جو کامیابی اس خصوص میں انھیں ہوئی اس سے انھیں دلی مسرت حاصل ہوئی۔

''یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ میری چار سالہ کوششیں بارآور ہورہی ہیں اور اب جاگیرات کا دیہی دفتر بالکل سرکار عالی کے طریقے پر تیار اور مرتب ہورہا ہے۔ سب بے ضابطگیاں دور ہوگئیں۔ رقم بے باق ہوکر ایک سال ہوتا ہے اور مقدم پٹواری سستی چھوڑ کر اپنے فرائض کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں۔ اب صرف ایک اہم اصلاح کا کام باقی ہے یعنی جاگیرات کی پیمائش کرکے نقشہ تیار کروانا اس کے لیے وقت اور رقم کی ضرورت ہے۔ دیکھئے خدا کب اس کی تکمیل کرواتا ہے''۔ (صفحہ ۸۴ یکم/جنوری ۱۹۲۸ء بہادر یار جنگ کی ڈائری مرتبہ نذیر الدین احمد)

نواب صاحب نے وارثِ جاگیر نواب نصیب یاور جنگ ثالث کی حیثیت سے زائد از بیس سال (۱۹۴۰ء تک) اس ذمہ داری کو سنبھالا۔

نظام کے فرمان کی رو سے معاش داروں کو اندرون و بیرون ملک سیاست میں حصہ لینے کی ممانعت کردی گئی جس کا اطلاق بہادر یار جنگ پر راست ہوتا تھا اور اس فرمان کا مقصد واحد بھی یہی تھا، ۱۹۴۰ء کے جلسہ سالانہ میں اپنی جاگیر اور خطاب سے دستبرداری کے تعلق سے اظہارِ خیال کرتے ہوئے فرمایا تھا:

''میں اپنے مالک کا شکرگزار ہوں کہ انھوں نے معاش دار نبے رہنے یا سیاسیات میں حصہ لینے کا انتخاب خود ہماری صوابدید پر چھوڑا۔ یہ امتحانِ وفا کا وقت ہے۔ یہ تو بہت مبارک ہوا کہ اب دیوانہ کوئے محبت جیب و دامن کی فکر سے بھی آزاد ہورہا ہے۔ میں اس کو کوئی پابندی سمجھتا ہوں نہ سزا بلکہ یہ تو میرے لیے پروانہ آزادی ہے''۔

زندگی کی آخری سانس تک اللہ نے اس بندۂ حر کو بے نیاز رکھا۔ جب جاگیر واپس کردی تو

www.taemeernews.com

ان کے علاتی بھائی ماندور خاں اس جاگیر کے حق دار ہوئے۔

نواب صاحب نے جاگیرات کا دفتر بہادر خاں دولت زی کے حوالے کیا، تاکہ وہ امثلہ کی فہرست تیار کریں۔ ایک نوٹ اس ضمن میں ماندور خاں کی رہنمائی کے لیے ترتیب دیا جس کے اقتباسات کے مطالعہ سے نواب صاحب کی جاگیر کے سلسلے میں ان کی اعلیٰ تنظیمی صلاحیتوں سے واقفیت کا موقع فراہم ہوتا ہے :

''میں نے حضرت قبلہ گاہی مرحوم و مغفور کے انتقال کے بعد سے زائد از بیس سال ان فرائض کو انجام دیا ہے۔ چوں کہ ابتدائی زمانہ میں تحصیلدار اور معتمد کو علاحدہ کر کے تین سال تک میں نے سارا تفصیلی کام خود کیا تھا اس لیے باقی زمانہ بہت آرام سے گزرا اور یہی وجہ تھی کہ صدر دفتر و تحصیل کا عملہ میں نے بہت مختصر رکھا۔ صدر دفتر میں صرف ایک منشی ہوتا تھا جس کا فرض دفتر کو مہذب کرنا، امثلہ کو میرے سامنے پیش کرنا اور میری تجاویز کو جاری کر دینا تھا۔ تحصیل میں صرف ایک تحصیلدار اور والد مرحوم کے زمانے سے ایک جوان تحصیل دار ہوا کرتا تھا اور تحصیلدار ہی علاوہ ہشت ماہی و چہار ماہی تنقیح و جمع بندی کے دفتری مراسلت کا کام بھی کر لیا کرتا تھا۔ ابتداءً ہری کشن راؤ دیس پانڈیا کو بحیثیت پیش کار رکھا گیا تھا لیکن بعد میں اس کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی اور وہ علاحدہ کر دیا گیا۔

جس وقت میں نے والد مرحوم کے انتقال کے بعد جاگیرات کا کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے جاگیرات میں فصل واری وصولی کی بجائے ماہواری ارسال کا طریقہ جاری تھا۔ آپ کی جاگیرات کنڈور، ورکٹ پلی اور ریکٹہ، کرم پلی میں چار فصلیں ہوتی ہیں۔ فصل خریف و آبی ماہِ دے و بہمن میں وصول ہوتی ہیں اور ربیع و تابی ماہ خورداد و تیر میں۔ لیکن لال گڑھی میں فصل ربیع نہیں ہوتی بلکہ وہاں خشکی کی صرف ایک فصل خریف ہوتی ہے۔ والد مرحوم کے زمانے میں طریقہ یہ تھا کہ کبھی کسی فصل پر رقم وصول نہیں کی جاتی تھی بلکہ کنڈور سے ماہانہ چھ سو، لال گڑھی سے ماہانہ تین سو، ریکٹہ سے ماہانہ تین سو اور واکٹ پلی سے ماہانہ ڈھائی سو روپیہ علاوہ فرمائشات روغن زرد و ہیزم سوختنی کے وصول ہو جایا کرتا تھا اور اسی کو احتیاط جاگیر سے تعبیر کیا جاتا تھا۔ چوں کہ رعایا فصل کے درو کرنے کے بعد عموماً روپیہ خرچ کر لیا کرتی ہے اس لیے امرداد سے دسہرے تک وصولی میں دشواریاں

www.taemeernews.com

پیش آتی تھیں اور اکثر پٹیل پٹواری کسی ساہوکار سے قرض لے کر اقساط کی تکمیل کر دیا کرتے تھے اور رعایا پر بقایا ہر سال بڑھتا جاتا تھا۔ اس کا اندازہ آپ کو اس سے ہوگا کہ جس وقت میں نے قبضہ حاصل کیا ہے صرف لال گڑھی پر سولہ ہزار سے زیادہ تھا۔ قرض کی ادائی اور بقایا کے تصفیہ نے مجھے کئی سال مشغول رکھا۔ میں نے اپنے قبضہ کے ابتدائی عہد ہی میں فصل واری وصولی کا سلسلہ جاری کر دیا۔ جو الحمدللہ اب کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس بیس سال کے عرصہ میں آخری چھ سات سال میری قومی زندگی میں شمولیت و مصروفیت کے ہیں جن میں میں نے اپنے اسٹیٹ کی طرف بہت کم توجہ کی۔ اس کے باوجود آپ کے جن جاگیرات کی آمدنی حضرت قبلہ گاہی مرحوم کے عہد میں کبھی بیس ہزار سے زیادہ نہ ہو سکی تھی اب بحمداللہ چالیس ہزار کے قریب ہیں۔

عہدہ دارانِ دیہی

انتظامِ جاگیرات میں تحصیلدار ایسا عہدہ دار ہے جو ہمیشہ بدلتا رہتا ہے اور پٹیل پٹواری ہمیشہ رہنے والے عہدہ دار ہیں جن کے اچھے یا برے ہونے پر جاگیر کے انتظام کا دارو مدار ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ بجز لال گڑھی کے دوسرے مواضعات کے عہدیدارانِ دیہی بہت اچھے اور واقف کار ہیں۔

پٹواری کے علاوہ ہر گاؤں میں ایک مالی پٹیل اور ایک پولیس پٹیل ہوتا ہے۔ پولیس پٹیل کی کچھ زیادہ اہمیت نہیں ہے۔ تاہم اس کو قابو میں رکھنا جاگیر کے امن و انتظام کے لیے ضروری ہے۔ مالی پٹیل اس لحاظ سے اہم عہدہ دار ہے کہ وصولی مال گزاری کی ذمہ داری اس پر ہے۔

بندوبست

بجز لال گڑھی کے میں نے تمام جاگیرات کا اپنی نگرانی میں بطور خانگی بندوبست کرا دیا ہے جس کے اخراجات کا بار نصف رعایا پر ڈالا گیا تھا۔ لال گڑھی میں والد مرحوم کے زمانے میں پیمائش ہوئی تھی اور ایک بہت بڑا نقشہ بھی تیار ہوا تھا، لیکن وہ بالکل ناقص ہے۔ میں نے کوشش کی تھی کہ سرکار عالی کا سررشتہ بندوبست کنڈور، واکٹ پلی اور ریگڈ کے میرے کروائے ہوئے بندوبست کی تنقیح کر کے اس کی توثیق کر دے مگر حکومت نے اس کو منظور نہیں کیا اور اب طے کر دیا گیا ہے کہ سارے جاگیرات کا بندوبست منجانب سرکار کروایا جائے گا۔

www.taemeernews.com

جن مواضعات میں بندوبست ہوا ہے ان میں رعایا کی شکایات سے بچنے کے لیے میں نے پانچ سال تک قرارداد شدہ محاصل کا پانچ فیصدی کم قائم کیا تھا جس کی مدت ۵۲ف کے آخر میں ختم ہو چکی ہے۔ اس سال سے پورا محاصل قرار دیا جائے۔ اس سے آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوگا۔ جاگیرات میں بندوبست ہو جانے کی وجہ سے پٹیل پٹواری کے انعامات شریکِ جاگیر کر کے ان کے نام پٹہ کا عمل کر دیا گیا ہے اور حسبِ قانون سرکار عالی ان کا معاوضہ بصورت اسکیل مقرر کر دیا گیا ہے۔

لوکل فنڈ

بجز لال گڑھی کے کسی جاگیر میں لوکل فنڈ وصول نہیں ہوتا تھا۔ بندوبست کے بعد ہر ایک جاگیر میں لوکل فنڈ وصول ہونے لگا۔ میں نے لوکل فنڈ کی آمدنی میں محترفہ بند سزانہ اور جرمانہ شامل کر کے ہر ایک گاؤں میں ایک لوکل بورڈ بنا دیا ہے جس کا صدر تحصیلدار کو قرار دیا گیا اور اس لوکل بورڈ کو اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اس آمدنی کو رعایا کی تعلیم، صحت عامہ، گاؤں کی صفائی اور سڑکوں کی درستی وغیرہ پر بہ اجازت جاگیردار صرف کر دیا کرے۔ یہ رقوم چوں کہ رعایا کی ملک ہیں اور جاگیردار کی آمدنی نہیں ہے اس لیے تمام جاگیرداروں کو یہی مشورہ ہے کہ وہ اس آمدنی کو لوکل بورڈ کے مشورے سے رعایا ہی کی فلاح و بہبود پر صرف کرے تا کہ رعایا خوش رہے اور سرکار عالی کو دخل اندازی کا موقعہ نہ ملے۔ لال گڑھی میں والد مرحوم کے عہد سے لوکل فنڈ وصول ہوتا ہے۔

وظیفہ یابانِ جاگیرات

والد مرحوم کے زمانے میں کنڈور سے ان کے شاگرد پیشہ خواجہ علی مرحوم کی بیوہ واحد بی کو ماہانہ تین روپئے وظیفہ ملا کرتا تھا جو اب تک جاری ہے اور تختہ تقسیم حصص کے خانہ مجرا داشت مشترک میں شریک ہوتا رہا ہے۔ میں نے اپنے زمانہ میں ہر جاگیر میں متعدد بیواؤں اور معذوروں کو وظیفے جاری کیے جن کا بار صرف میری ذات پر رہا۔ میں ان غرباء کی دُعاؤں کو اپنا بہت بڑا سہارا سمجھتا رہا ہوں۔ اگر آپ ان کو جاری رکھیں تو آپ کے لیے باعثِ اجر ہوگا اور اگر آپ موقوف کرنا چاہیں تو مجھے مطلع فرمایئے تا کہ ان اللہ کے بندوں نے مجھ سے جو آس قائم کی تھی اس کو حتی الامکان ٹوٹنے نہ دوں۔

www.taemeernews.com

رعایا کے نزاعاتِ باہمی

میری عادت رہی کہ گو میرے اختیارات کے متجاوز اور فرائض سے باہر تھا لیکن میں ان نزاعات کے علاوہ جو بصیغہ مال میرے پاس پیش ہوتے رعایا کے دیوانی وفوج داری نوعیت کے نزاعات کا بھی کبھی اپنے اثر سے اور کبھی اقرار نامہ ثالثی حاصل کر کے تصفیہ کر دیا کرتا تھا۔ اس سے ایک مقصد تو یہ تھا کہ غریب رعایا عدالت کی کشمکش سے بچے اور دوسرا مقصد یہ تھا کہ رعایا کو مقدمہ بازی کی لت نہ پڑنے دی جائے۔ کیوں کہ ان کی یہ عادت آپس کی نزاعات سے ہٹ کر خود جاگیردار کے لیے باعثِ پریشانی ہوسکتی ہے اور جانے آنے سے وہ شوخ اور جری ہو جاتے ہیں۔

یاد رکھئے اصل دولت جاگیر کی آمدنی نہیں بلکہ رعایا کے مطمئن دل ہیں۔ اگر آپ نے ان کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور اپنے عہدہ داروں کی جبر وزیادتی سے بچایا تو آپ ہمیشہ مطمئن رہیں گے

موضع ریگٹہ کا تبادلہ

آپ کے مواضعات میں ریگٹہ سب سے زیادہ دور واقع ہے۔ خاندان میں پہلا جاگیردار ہوں جس نے وہاں قدم رکھا ہے۔ میں وہاں ہر سال جایا کرتا تھا لیکن اپنی مصروفیت کی وجہ سے میں بھی گزشتہ ڈیڑھ سال سے نہ جاسکا۔ اس دوری کا ایک نتیجہ تو یہ ہوا کہ تقریباً پانچ ہزار روپئے سالانہ آمدنی کا تاژبن نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک بلاوجہ سرکار عالی کے قبضہ میں رہا اور ہمارے باپ دادا اس آمدنی سے محروم رہے۔ اب بھی میں اس کے انتظامات میں بہت دشواریاں محسوس کرتا ہوں اس لیے میں نے ایک ملاقات میں مسٹر گرگسن سے طے کیا تھا کہ اس معاوضہ میں کوئی متبادل آمدنی کا موضع وہ مجھے کنڈور سے قریب دے دیں اور انھوں نے آمادگی بھی ظاہر کی تھی۔ میں نے اپنے استعفیٰ سے قبل اس کی تحریک بھی کر دی تھی۔

سڑک کنڈور

میں نے اپنے آخری زمانے میں تعلق دار نلگنڈہ کو تحریک کی تھی کہ وہ لوکل فنڈ کی مدد سے چوٹ اُپل سے کنڈور کی سرحد تک سڑک تعمیر کر دیں اور میں نے وعدہ کیا تھا کہ اپنی جاگیر کی آمدنی سے اس سڑک کو آبادی کنڈور تک وسیع کراؤں گا۔ مجھے معلوم ہوا تھا کہ اس کی منظوری بھی ہو چکی ہے۔

www.taemeernews.com

لال گڑھی کا جنگل

لال گڑھی میں کئی ہزار ایکڑ رقبہ رمنہ اور غیری چوبینہ کے لیے چھوڑا ہوا ہے۔ والد مرحوم کے زمانے سے دو تین سال قبل تک اس کا دہ سالہ قول دیا جاتا تھا۔

ان کی اعلیٰ ظرفی کا یہ عالم تھا کہ جاگیر سے دست بردار ہونے کے بعد نواب صاحب نے کبھی جاگیر کی صورت نہیں دیکھی۔ البتہ ان کی ذاتی زمین پر نواب صاحب کا ''بہادر باغ'' تھا۔ جہاں وہ تشریف لے جاتے تھے۔

◆◆◆

www.taemeernews.com

بہادر باغ

۱۹۲۷ء کے زمانے میں نواب صاحب نے اپنی ذاتی زمین پر جاگیر میں بمقام کنڈورا ایک باغ لگایا جس کا نام اپنے نام پر ''بہادر باغ'' رکھا۔ وہ جو بھی کام کرتے پوری پلاننگ اور نہایت سلیقہ مندی سے کرتے۔ بہادر باغ بھی ان کی سلیقہ مندی کا آئینہ دار تھا۔ پہلے زمین کی پیمائش کروائی، درمیانی حصہ میں مکان کی تعمیر، اطراف سے درختوں کی تنصیب اور روشوں کے لیے نشانات۔ درختوں کی تنصیب سے پہلے باؤلیاں کھدوائیں۔ پھر درختوں کی تنصیب کا کام شروع کروایا۔ کام کے دوران خود تشریف لے جاتے اور باغ کو آراستہ ہوتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے :

''بہادر باغ میں جا کر گیارہ بجے تک معماروں کے ساتھ روشیں قائم کرتا اور گڑھے درختوں کے لیے کھدواتا رہا''۔ (صفحہ ۸۳ ڈائری بہادر یار جنگ ۳۰/ڈسمبر ۱۹۲۷ء)

''بہادر باغ میں گیا، گڑھے کھدوانے ہیں، باؤلیاں تیار ہو رہی ہیں''۔ (صفحہ ۸۶ ۴/جنوری ۱۹۲۸ء)

بہادر باغ کی آبیاری کے سلسلے میں نواب صاحب نے سارے (برصغیر) ہندوستان کے مشہور مقامات سے میووں کے درخت منگوائے۔ بطورِ خاص آم کے درخت اور ان کی وفات سے کچھ دن قبل بھی انھوں نے درختوں کے سلسلے میں آرڈر دیئے تھے۔ اس باغ سے نواب صاحب کو بڑی دلچسپی تھی۔

''بہادر باغ کو جا کر کھانا کھایا۔ بہت پرفضا مقام ہے۔ اگر باغ تیار ہو جائے تو بہت اچھی تفریح گاہ ہوگی''۔ (۱۳/فبروری ۱۹۲۸ء ڈائری صفحہ ۱۱۹)

بہادر باغ نواب صاحب کی دلچسپیوں کا مظہر تھا۔ درمیان میں ایک خوب صورت مکان، اطراف میں میووں کے درخت، جو دیکھتا نواب صاحب کے ذوق کی داد دیتا۔

◆◆◆

www.taemeernews.com

الطاف شاہانہ

خطاب سے سرفرازی

نواب صاحب کے جد اعلیٰ بہ عہد سکندر جاہ دکن آئے۔ یہ بڑا پر آشوب دور تھا۔ مرہٹوں کی شورشیں پورے شباب پر تھیں۔ ایسے موقعہ پر آصف جاہی حکمران کی رعایا کی حیثیت سے مرہٹوں کی شورشوں کو دبانے اور بدامنی کا خاتمہ کرنے میں اس خاندان کے جد نے اپنے سپاہیانہ اوصاف، جرأت و ہمت سے شر پسندوں کا مقابلہ کر کے دشمن سے اپنا لوہا منوالیا۔ آصف جاہی حکمران نے ان کی بہادری اور وفاداری کے صلے میں خطاب، جاگیر اور اعزازات سے نوازا۔ نوازشوں کا یہ سلسلہ نواب صاحب کے والد بزرگوار نواب نصیب یار جنگ تک برابر جاری رہا۔ اس طرح تین پشتوں سے جاگیر سے قطع نظر خطاب کی سرفرازی کا سلسلہ بھی باقی و برقرار رہا۔ اس خاندان کی چوتھی پشت کے فرزند محمد بہادر خاں تھے جو اگرچہ وارث جاگیر نواب نصیب یار جنگ تھے مگر صرف خطاب یافتہ نہ تھے۔

اگرچہ دو مرتبہ مہدوی منزل بیگم بازار میں سواری، شاہانہ رونق افروز ہو چکی تھی اور ایک مرتبہ خاصہ بھی عنایت ہوا تھا اور خاصہ کی نذر گزارنے کے لیے پہلی مرتبہ نواب صاحب کنگ کوٹھی تشریف لے گئے تھے۔ نظام نے ان کی گفتگو کو سن کر فرمایا ''میں تمہاری قدر کرتا ہوں''۔

ایک پس منظر کی خاطر ان واقعات کا اظہار ضروری ہے اور ان واقعات کی تصدیق ذیل کے حوالے سے ملتی ہے۔

''دو مرتبہ بہادر یار جنگ کے یہاں بتقریب جلسہ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروزی ہوئی۔ نواب بہادر یار جنگ کو خاصہ عنایت ہوا۔ نواب بہادر یار جنگ نے اس سرفرازی کی نذر کنگ کوٹھی مبارک میں گزرانی اور قوم کی وفاداری و جاں نثاری کے کچھ واقعات عرض کیے۔ زبان گوہر نثار سے ارشاد مبارک ہوا کہ ''میں تمہاری قدر کرتا ہوں''۔ (صفحہ ۳ تہنیت نامہ از مولوی سید محمد تقی مجتہدی مرحوم)

www.taemeernews.com

بات آئی گئی ہوگئی۔ ہر سال وکٹری پلے گراؤنڈ پر عظیم الشان جلسہ میلاد النبی صلعم بڑے اہتمام سے منعقد کیا جاتا تھا جس میں بیرون دکن کے علماء بھی مدعو کیے جاتے تھے یہ ماہ دے ۱۳۴۰ ف م نومبر ۱۹۳۰ء کا واقعہ ہے کہ جو جلسہ میلاد حسبِ روایات قدیم منعقد ہوا۔ اس جلسے کو محمد بہادر خاں جاگیردار بھی مخاطب کرنے والے تھے۔ اس جلسے کا آغاز ہو چکا تھا۔ جس وقت محمد بہادر خاں جاگیردار تقریر کے لیے کھڑے ہوئے اس وقت تک شاہِ دکن اس محفل میلاد میں تشریف فرما نہیں تھے۔ تقریر کے نصف تک ہلچل مچ گئی۔ سیٹیاں بجنے لگیں، دیکھتے ہی دیکھتے حضور نظام محفل میلاد میں تشریف فرما ہوگئے۔ ۲۵ سالہ محمد بہادر خاں کی تقریر جاری تھی۔ نظام نے صورت دیکھی، جان لیا فرزند نصیب یار جنگ ہے۔ ایک لمحہ نہیں گزرا، سارے مجمع پر طاری کیفیت نظام پر بھی طاری ہوگئی۔ ایک عاشق رسولؐ اپنے آقا کے حضور نذرانۂ عقیدت پیش کر رہا ہے۔ بصیرت افروز اور ایمان آفرین تقریر کا ہر جملہ قلب کو جگر سے ٹکرا دینے پر مائل کر رہا تھا۔ اسی دوران بادشاہِ وقت کو مخاطب کرتے ہوئے محمد عربیؐ کے اس غلام نے کہا :

''اے محمد عربیؐ کے، اے تخت نشیں و تاج پوش غلام، آ، میں تجھے بتاؤں کہ اس شہنشاہ کونین کی نظر میں اندازِ ملوکیت کیا تھے''۔

اعجاز خطابت نے سحر باندھا۔ بادشاہِ وقت کی پلکوں کے کنارے آنسو تھے۔ وہ بار بار زانو پر ہاتھ مارتے اور جملوں کو دہرانے کی فرمائش کرتے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے یہ سارا مجمع کسی جلسہ میلاد میں نہیں بلکہ حضور صلعم کے روضہ اقدس کے سامنے کھڑا ہے۔ قلب کی حضوری نے سرکار صلعم کی محبت سے سرشار کر دیا! بہادر خاں کی تقریر ختم ہوئی مگر نظام پر ایک کیفیت طاری تھی۔ گویا قلب نظام حضور انور صلعم کے حضور میں تھا۔ شاید نظام کی زندگی میں یہ پہلا لمحہ تھا جب انھیں قلب کی حضوری کے ساتھ دربارِ رسالت کی حاضری نصیب ہوئی۔ نواب صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ منظر سامنے آیا جب ابھی ابھی

بلبل چہک رہا تھا ریاضِ رسولؐ میں

اس تاثر کا نتیجہ عطائے خطاب کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ موروثی خطاب سے الگ ''بہادر یار جنگ'' کے خطاب سے نوازے گئے۔ نواب صاحب کے نام ایک عنایت نامہ سرفراز

www.taemeernews.com

ہوا جس کا مضمون تھا :

''ذاتِ شاہانہ اس مذہبی وعظ سے محظوظ ہوئی اور بتقریبِ سالگرہ مبارک تم کو خطاب بہادر یار جنگ بہادر سے سرفراز فرمایا گیا''۔(۲۱/دے ۱۳۴۰ف م ۲۵/نومبر ۱۹۳۰ء)

محکمہ سیاسیات کی جانب سے نواب صاحب کو بہادر یار جنگ کے خطاب سے سرفرازی کی اطلاع ذریعہ نشان ۸۹۲۷ دی گئی :

نشان ۸۹۲۷ واقع ۲۱/ماہ دے ۱۳۴۰ف مہر

ضروری

بخدمت جناب بہادر خاں صاحب بہادر یار جنگ بہادر فرزند دولت خاں مرحوم بہ تعمیل فرمان عطوفت نشان مترشدہ ۲۴/ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ، نہایت مسرت کے ساتھ جناب کو اطلاع دی جاتی ہے کہ بتقریب سالگرہ مبارک بارگاہِ سلطانی سے جناب کو'' بہادر یار جنگ بہادر'' کا خطاب سرفراز ہوا ہے میری جانب سے دلی مبارک باد قبول فرمایئے۔فقط

دستخط

نائب معتمد سیاسیات

اس زمانے میں حیدرآباد میں طاعون کی وبا عام تھی۔لوگ نقل مقام کر کے کیمپوں میں مقیم تھے لیکن جوشِ عقیدت مندی اور فرطِ مسرت کے باعث ۲۳/ دے ۱۳۴۰ف م ۲۷/ نومبر ۱۹۳۰ء کو جلسہ شکریہ دُعائیہ مبارک باد (قوم مہدویہ کی جانب سے) سعید آباد کیمپ میں منعقد کیا گیا اور ایک پرتکلف ایٹ ہوم دیا گیا اور دوسرا جلسہ ہیلت کیمپ مشیر آباد میں اسی مقصد کے لیے منعقد کیا گیا۔اس جلسہ تہنیت میں مولوی سید محمد تقی مجتہدی نے تہنیت نامہ پیش کیا جو قوم مہدویہ کے اکابرین خطاب یافتہ کی مختصر تاریخ ہے (موصوف صرف خاص اور دیوانی میں منتظم تھے۔کئی کتابوں کے مصنف اور قوم مہدویہ کے صف اول کے عمائدین میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔آپ انجمن مہدویہ چنچل گوڑہ کے بانیوں میں سے ایک تھے۔نواب صاحب سے بڑی محبت وعقیدت رکھتے تھے)

حیدرآباد کی تاریخ میں یہ پہلا موقعہ تھا جب کہ خطاب کی سرفرازی کے موقعہ پر عوام و خواص کی جانب سے مسرت کا اظہار کیا گیا۔چوں کہ نواب صاحب کی ذات اس وقت تک عوامی

www.taemeernews.com

ہوچکی تھی اور پہلی بار عوام کے عظیم قائد کو خطاب سے سرفراز کیا گیا تھا اس سے اور اسی مسرت کے اظہار میں شہر حیدرآباد کے عوام کی سخت پریشانی (وباطاعون) کے زمانے میں جشن مسرت منایا گیا جس سے عوام وخواص میں نواب صاحب کی مقبولیت اور ہردلعزیزی کا اندازہ ہوتا ہے۔

جاگیرداروں، جمعداروں، عہدیداروں اور امراء کو ڈنرہائے عیدین وسالگرہ مبارک کے موقعہ پر جو سرکاری ڈنر ہوتے تھے ان میں شرکت اور پیش کشی نذر کے متعلق نظام نے بذریعہ فرمان احکام نافذ فرمائے تھے۔

۱۹۳۰ء میں نواب صاحب خطاب یافتہ ہوچکے تھے مگر ۱۹۳۱ء تک ان کا نام شریک فہرست نہ ہوا تھا۔ جس کی بڑی وجہ شاید یہ تھی کہ والد مرحوم کی وراثت زیر تصفیہ تھی۔ اب جب کہ صدارتِ عظمیٰ سے اس ضمن میں احکام نافذ ہوچکے تھے نواب صاحب نے شرکت ڈنر اور پیش کشی نذر کی اجازت کے سلسلہ میں ناظم نظم جمعیت کو لکھا۔ جب دیکھا کارروائی سرخ فیتے کی نذر ہوگئی ہے تو راست نظام کی خدمت میں معروضہ پیش کر کے عرض حال کیا جس پر فوری سالگرہ کا رقعہ بنام بہادر یار جنگ خصوصی قاصد کے ذریعہ وصول ہوا۔

سالگرہ کا دعوت نامہ صفِ دوم کے امراء کی فہرست کا تھا۔ اسی دن رقعہ مع معروضہ روانہ کردیا۔ رقعہ انگریزی زبان میں تھا۔ اسی رقعے پر اُردو میں نظام نے لکھا ''تم ٹینٹ میں آکر ٹھہرو'' (یعنی صفِ اول کی نشست)۔ اس طرح اب نواب صاحب ہر شاہی تقریب میں صفِ اول کے امراء کی حیثیت میں مدعو کیے جانے لگے۔

میلاد کے جلسوں میں نظام نے بہادر خاں کی تقریریں سنیں اور داد دی۔ مسجد جودی میں بعد نماز عید نواب صاحب کو تقریر کے لیے بادشاہِ وقت نے دعوت دی :

''بعد نماز عید مسجد جودی میں یوم یکشنبہ تم دس بجے تک آنا۔ برائے طعام، مگر تیار ہوکر آؤ کیوں کہ تم کو تھوڑی دیر تک تقریر کرنا ہوگا، کوئی موزوں مبحث پر، بعدہ مجھ سے کہہ کر دینا''۔

(اس فرمان پر ۲۹/ رمضان المبارک لکھا ہے سنہ اور تاریخ نہیں ہے اور یہ فرمان پنسل سے لکھا ہوا ہے)

نواب صاحب نے مسجد جودی میں نظام کی خواہش پر خدا کے گھر کی تعمیر پر ایک جامع

www.taemeernews.com

تقریر فرمائی جس کو سن کر نظام بہت محظوظ ہوئے۔

عزیز کمپنی میں ۱۷/ جولائی ۱۹۳۲ء کو تاجران عابد بلڈنگ کی جانب سے عظیم الشان جلسہ میلاد منعقد کیا گیا جس میں مولانا الیاس برنی نے بھی تقریر فرمائی تھی اور جوشؔ ملیح آبادی نے نظم پڑھی تھی۔ اس جلسہ میں ساڑھے چار کے بعد ذات شاہانہ کی تشریف آوری عمل میں آئی، جب الحاج بہادر یار جنگ کی تقریر کا وقت تھا۔

انیس الغرباء کے نام سے حیدرآباد میں ایک قدیم یتیم خانہ ہے۔ اس یتیم خانے میں نظام کی تشریف آوری عمل میں آئی۔ نظام کی تشریف آوری کی مسرت میں ایک جلسہ سپاس گزاری منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں قائد ملت نے تقریر فرمائی۔ تقریر اخبارات میں شائع ہوئی۔ نظام اس تقریر کو پڑھ کر بے حد محظوظ ہوئے اور نواب صاحب کی اس تقریر کے بارے میں فرمان جاری فرمایا:

''مولوی بہادر یار جنگ!

میں نے تمہاری اس تقریر کو بغور دیکھا جو کہ دو قسط میں رہبر دکن میں طبع ہوئی تھی جو کہ مدرسہ انیس الغرباء میں تم نے پڑھی تھی۔ اس کا کیا کہنا کہ ایک طرف جس موضوع پر لکھی گئی تھی اس کا خود طرزِ بیان بتا رہا ہے کہ وہ کیا چیز ہے اور ساتھ ہی دوسری طرف جس کے منہ سے یہ نکلی ہے اس کی قابلیتِ علمی پر یہ گواہی دے رہی ہے۔ بہر حال پڑھ کر بہت مسرور ہوا۔

آصف سابع''

حیدرآباد میں موتی محل نام کا ایک سنیما گھر تھا ۱۹۳۶ء میں آگ کے شعلوں کی نذر ہوگیا۔ بہت لوگ مرے، کئی زخمی ہوئے۔ اس تعلق سے حکومت کی جانب سے ایک ''کمیٹی تحقیقات آتشزدگی موتی محل سنیما'' مقرر کی گئی۔ نواب صاحب کو رکن کمیٹی مقرر کیا گیا۔ اس خصوص میں نواب صاحب نے اس حادثہ جانکاہ کی مکمل رپورٹ کے مرتب کرنے میں اہم حصہ لیا۔ اس تعلق سے نظام نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا اور وزیر اعظم کے ذریعہ اپنے احساسات کا اظہار فرمایا:

''۲۳/ شہریور ۴۵ف

www.taemeernews.com

۲۹/ جولائی ۱۹۳۶ء

حسب الحکم عالی جناب صدر اعظم بہادر باب حکومت

بخدمت نواب بہادر یار جنگ رکن کمیٹی

تحقیقات آتشزدگی موتی محل سنیما

بشرف صدور فرمان مبارک مزنیہ ۲۵/ ربیع الثانی ۱۳۵۵ ہجری نگارش ہے کہ آپ نے سرکار کے حکم کی تعمیل میں اس حادثہ جانکاہ کی دریافت اور مکمل رپورٹ عاجلانہ طور پر مرتب کرنے میں جو حصہ لیا ہے اس کی نسبت بندگان اعلیٰ حضرت نے اپنی خوشنودی کا اظہار فرمایا ہے۔ فقط

شرح دستخط"

حضرت قائد ملت کو بضمن یادگار سلور جوبلی ۲۲/ فبروری ۱۹۳۷ء کو ایک تمغہ اور ایک قطعہ سند نظام کی جانب سے عطا کی گئی :

مہر

حسب الحکم اعلیٰ حضرت بندگان عالی متعالی مدظلہ العالی

ایک تمغہ نواب بہادر یار جنگ بہادر کو بہ یادگار سلور جوبلی ہمایونی حضور پرنور آصف جاہ سابع واقع ۱۰/ ذی حجۃ الحرام ۱۳۵۵ ہجری استعمال کیے جانے کی غرض سے عطا کیا جاتا ہے۔ فقط

شرح دستخط صدر اعظم

مراسلہ محکمہ معتمد سرکار عالی صیغہ سیاسیات — واقع ۳۱/ تیر ۱۳۲۹ف

مطابق ۵/ جون ۱۹۴۰ء

مہر

منجانب مولوی خواجہ معین الدین انصاری ایچ سی ایس منصرم معتمد سرکار عالی

بخدمت جناب نواب بہادر یار جنگ بہادر

بتاریخ ۷/ رجب المرجب[1] ۱۳۵۸ھ باغ عامہ میں آپ کو عالی جناب رائٹ آنریبل

---

[1] مطابق ۲۳/ اگست ۱۹۳۹ء

www.taemeernews.com

نواب سر صدر اعظم بہادر نے جو تمغہ جشن سیمیں ہمایونی عطا فرمایا تھا اس سے متعلق ایک قطعہ سند ذریعہ ہذا مرسل ہے۔ براہِ کرم وصولی سے ایماء فرمایا جائے۔ فقط

شرح دستخط مددگار معتمد

نظام، نواب صاحب کے حال و احوال سے باخبر رہتے اور ہر ضرورت کے وقت مخاطب فرماتے۔ جب نواب صاحب کی لڑکی کی وفات کی اطلاع ملی تو تعزیت نامہ تحریر فرمایا اور اپنی کامل ہمدردیوں کا اظہار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا :

''مولوی بہادر یار جنگ ۲۴/اکتوبر ۱۹۳۷ء

ابھی مجھے معلوم ہوا کہ تمہاری لڑکی جو کہ چند ماہ قبل پیدا ہوئی تھی گزر گئی اور اس کے ساتھ تمہاری خوشدامن کا بھی انتقال ہو گیا۔

دوران ان کے صدموں سے تمہاری بی بی کی حالت درست نہیں ہے اور ہونا بھی چاہیے کہ ایک نہ شد دو شد۔ مگر قضا و قدر کے معاملات میں کیا کیا جائے بجز صبر کے ایسے واقعات سے دُنیا خالی نہیں ہے۔ بہر حال مجھے افسوس اور تمہارے ساتھ کامل ہمدردی ہے۔

آصف سابع''

نواب صاحب کی علالت کی خبر سنتے تو نظام فکر مند ہوتے۔ نسخہ تجویز ہوتا دوائیں روانہ کی جاتیں۔ ۱۰/ مئی ۱۹۳۸ء کو نواب صاحب کو انفلوئنزہ ہونے کی جب نظام کو اطلاع ہوئی تو بذریعہ فرمان مبارک نواب صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے نظام نے ارشاد فرمایا :

''بہادر یار جنگ!

معلوم نہیں کہ تم کو یونانی دوا پر عقیدہ ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو اس کو کھا کر دیکھو غالباً فائدہ کرے گی، خصوص ایسی حالت میں جب کہ انفلوئنزہ کی شکایت ہو۔ روزانہ صبح و شام دو وقت ۳ ماشہ ہمراہ دودھ۔ مگر اس کے ساتھ ہی ڈاکٹری علاج موقوف رہے تا کہ متضاد عمل نہ ہو''۔

آصف سابع''

۸/فبروری ۱۹۴۰ء میں نواب صاحب کی علالت کی خبر سن کر نظام نے دوائیں تجویز کیں۔ دوائیں روانہ فرمائیں اور ساتھ ہی نواب صاحب کے وجود کی اہمیت کو ان الفاظ میں واضح کیا :

www.taemeernews.com

''تمہارے وجود کی تمہاری قوم وملت کو ضرورت ہے اور خصوص اس دورِ انقلاب میں''۔

مشورہ خانگی

''بہادر یار جنگ!

اُمید ہے کہ تمہارا مزاج رو بہ صحت ہوگا۔ دوسری طرف تمہارے وجود کی تمہاری قوم وملت کو ضرورت ہے اور خصوص اس دورِ انقلاب میں۔ لہٰذا علاج معالجہ کی طرف توجہ کرو۔ دو قسم کی دوا، خمیرہ گاؤزبان عنبری، مفرح اعظم معتدل بھجوا رہا ہوں۔ ۱) صبح میں استعمال ہو۔ اندازاً ۳ ماشہ ہمراہ دودھ اور ۲) وقتِ مغرب اسی طرح سے ۸ بجے۔ ممکن ہے کہ فائدہ کرے گی کہ یہ میری آزمودہ ادویہ ہیں جن کا میں دل دادہ ہوں''۔

کلام فضاحت التیام اعلیٰ حضرت سلطان العلوم خسروئے دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

(جس کو قائد ملت نے ۲۰/اسفندار ۱۳۴۹ف کی شب (۲۳/جنوری ۱۹۴۰ء) میں
حسبِ فرمانِ خسروی اُردو کانفرنس کے مشاعرہ میں پڑھنے کی عزت حاصل کی)

بہر مسلم چہ نازے اینست — داد مذہب چہ فرازے اینست
لوح قرآن کہ زکلکِ قدرت — ہمہ در نقش وطرازے اینست
من چہ اوصافِ نبیؐ را گویم — طینتش ہم بہ نیازے اینست
منصبِ او کہ زا حزاب رسل — آشکارا ہمہ رازے اینست

برسر سدرہ و طوبیٰ عثمانؔ
پرکشادہ گہ چہ بازے اینست

(شاہین) تشبیہ

بارگاہِ خسروی سے قائد ملت کی سرفرازی
فرمانِ مبارک کے ذریعہ وفاداری کی تصدیق

حیدرآباد-۱۹/دے حضرت ظل سبحانی نے عواطفِ شاہانہ سے قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کو فرمانِ مبارک کے ساتھ جس میں ان کی وفاداری کی تصدیق فرمائی گئی ہے ہاتھ اور گلے کی طلائی مرصع کار زمردیں گنڈیوں کے سٹ سے سرفراز فرمایا۔ گنڈیوں کا یہ سٹ موٹر کے

www.taemeernews.com

ذریعہ قائدملت کوان کی جاگیر (کنڈور) پہنچادیا گیا ہے جہاں آپ اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ ایک ہفتہ تک قیام فرمائیں گے۔ (۲۴/نومبر ۱۹۴۱ء)

اس خصوص میں جوفرمان جاری ہوا وہ بھی نظام کے قلم سے تحریر کردہ تھا اور پہلا فرماں ہے جونواب صاحب کے نام بزبان انگریزی تحریر کیا گیا۔

قائدملت کو بارگاہِ خسروی سے سرفرازی

۲۴/دے ۱۳۵۲ف

بارگاہِ خسروی سے ازراہِ عطوفت شاہانہ قائدملت نواب بہادر یار جنگ بہادر صدر مجلس اتحادالمسلمین کو ذات شاہانہ اور خانوادۂ آصفی کے ساتھ بے پناہ عقیدت مندی وکمال وفاداری پر گنڈیوں کا سٹ عطا کیا گیا اور حسب ذیل تحریر بھی عطا کی گئی :

PRIVATE 22nd Nov : 41

MY DEAR B.Y.J.

THIS IS A MOMENTO FOR YOU; BUT I AM AFRAID IT HAS NO COMPARISON WITH YOUR LOYALTY TO THE RULER AND HIS STATE, AS YOU ARE A DEVOTED WELL WISHER.

(TRUE COPY) sd/- OSMAN ALI

◆◆◆

www.taemeernews.com

تحصیل علم کا شوق

والد کے انتقال کے بعد جاگیر کے انتظامات کے دوران ہی نواب صاحب کے تحصیل علم کا جذبہ پوری طرح پروان چڑھتا گیا۔ انھوں نے اپنے وقت کا صحیح استعمال کیا اور تقسیم اوقات کے ذریعہ اپنی زندگی کے ابتدائی دور کے قیمتی لمحات کا صحیح مصرف کیا۔ ۲/ شہریور ۱۳۳۹ف م ۸/ جولائی ۱۹۳۰ء کے ایک خط میں جو جناب تصور صاحب کا موسومہ ہے ان کی طالبِ علمانہ زندگی کے بارے میں ایک اشارہ ملتا ہے :

''میں معافی چاہتا ہوں لیکن اپنی مصروفیات سے مجبور ہوں۔ صبح ۶ بجے سے ۹ بجے تک عربی اور انگریزی درسوں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ گویا وہ میری طالبِ علمی کا وقت ہے۔ ۳ بجے سے ۴ بجے تک ملاقاتِ عام کا وقت رکھا ہے''۔

وہ اپنے نظام العمل پر بڑی سختی سے عمل پیرا تھے جس کے باعث وہ اپنے ابتدائی دور میں اپنے وقت کا صحیح مصرف کر سکے اور حصولِ علم اور زبانوں کے سیکھنے کے شوق کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

علامہ مولوی سعادت اللہ خاں صاحب

سب سے پہلے مولوی سعادت اللہ خاں صاحب سے رجوع ہوئے۔ (جو نواب صاحب کے اساتذہ میں سے تھے) اور ان سے درخواست کی کہ ایک گھنٹہ روزانہ دیں تا کہ عربی کی تکمیل کر سکوں۔ ''مغرب کے بعد مولوی سعادت اللہ خاں صاحب تشریف لاتے تھے۔ یہ میرے استاد اور مدرسہ دارالعلوم میں مددگار پرنسپل ہیں۔ یہی دارالعلوم السنہ شرقیہ کا مرکز تھا تو انھوں نے وہاں سے مولوی فاضل، منشی فاضل اور کامل و متکلم کے امتحانات دیئے تھے۔ افغانانِ مہدویہ کو مولانا پر فخر ہے۔ اس سے قبل اضلاع پر متعین تھے۔ اب ایک سال سے دارالعلوم میں تشریف لائے ہیں۔ میرے مکان سے قریب ہی رہتے ہیں۔ میں نے گزارش کی تھی کہ صبح یا شام میں ایک گھنٹہ اگر مجھے دے سکیں تو میں اپنی عربی کی تکمیل کر لوں۔ رضامندی ظاہر فرمائی تھی اور آج ازراہِ عنایت خود ہی

www.taemeernews.com

تشریف لائے تھے کہ کتب درس اور وقت کا تعین کریں۔ ایک گھنٹہ گفتگو رہی۔ میں نے کتابیں خریدنے کے بعد: طلاع دینے کا وعدہ کیا۔ وہ تشریف لے گئے''۔

(بہادر یار جنگ کی ڈائری ۸/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

''چار مینار کی دکانوں پر عربی کی وہ کتابیں تلاش کیں جو کل مولوی سعادت اللہ خاں صاحب نے لکھوادی تھیں۔ کتنا جلد زمانے نے پلٹا کھایا ہے کہ اب سے بیس برس پہلے حیدرآباد علومِ مشرقیہ کا مرکز تھا مگر آج السنہ مشرقیہ کی متداولہ کتابیں تلاش سے بھی وہاں میسر نہیں آتیں۔ ایک دکان پر فصول اکبری اور تاریخ الخلفاء نظر آئی''۔ (بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۱۲ ۹/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

۱۶/اکتوبر ۱۹۲۷ء نواب صاحب نے مولوی سعادت اللہ خاں صاحب سے باضابطہ عربی کتب کے درس کا آغاز فرمایا۔ روز مولوی سعادت اللہ خاں صاحب تشریف لاتے تھے، ان سے عربی کا درس شروع کیا۔ آج تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی کا درس ہوا۔ (صفحہ ۲۰ ۱۶/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

اس طرح عربی کی تکمیل کا آغاز ہوا، اور یہ سلسلہ تکمیل تک جاری رہا۔ مولوی محمد سعادت اللہ خاں صاحب متبحر عالم تھے، درسِ نظامی کی تکمیل بحرالعلوم علامہ سید اشرف شمسی کے پاس فرمایا۔ اُردو، فارسی اور عربی کے قادرالکلام شاعر تھے، ہوشؔ تخلص فرماتے تھے۔ تاریخ سادات افغانی، تاریخ مہدیین، تفسیر سعادۃ البیان، حواسی وتفسیر لوامع البیان وغیرہ آپ کی یادگار تصانیف ہیں۔ آپ کی علمیت کا اندازہ صرف اس بات سے عیاں ہو جاتا ہے کہ بحرالعلوم حضرت شمسی جیسے عالم بے بدل نے آپ کو اپنا جانشین بنایا۔ حضرت شمسی کی وفات پر نواب صاحب نے جو منظوم خراج عقیدت پیش فرمایا تھا ایک شعر میں آپ کی علامہ سے اس نسبتِ علمی کا اشارہ موجود ہے۔

ہے ہوش ہم میں ماہ صفت جلوہ گر مگر
تجھ کو کہاں سے پائیں ہم اے آفتاب علم

فن شاعری

فن شاعری میں نواب صاحب کو وحید العصر علامہ نجم الدین صاحب المعمّی کی شاگردی کا شرف حاصل رہا۔

علامہ المعمّی صاحب دیوان شاعر تھے۔ ''ذکر خیر'' کے نام سے آپ کا مذہبی کلام (مجلس

www.taemeernews.com

الکلام چنچل گوڑہ کے زیر اہتمام) شائع ہو چکا ہے جس پر سند کے زیر عنوان علامہ شمسی کی رائے درج ہے۔

علامہ شمسی کے شاگردوں میں آپ خاص مقام کے حامل تھے۔ استاد کو اپنے شاگرد کی علمیت پر اس درجہ بھروسہ تھا کہ مذہبی و علمی مقالات یا کتب جو بغرض اصلاح آتیں عدیم الفرصتی کے باعث اگر علامہ انھیں نہ دیکھ پاتے تو فرماتے المعی کو بتادنا، ان کا دیکھنا میرا دیکھنا برابر ہے۔

بحر العلوم حضرت علامہ سید اشرف شمسی مدظلہ العالی

علامہ شمسی کا شمار ان علمائے کرام میں ہوتا ہے جو صدیوں میں پیدا ہوتے ہیں آپ جامعہ عثمانیہ میں پروفیسر بھی تھے، لیکن صبح و شام درس ہی میں وقت گزرتا۔

آپ کی تصانیف کی تعداد (۱۰۰) بیان کی جاتی ہے۔ اکثر تصانیف عربی اور فارسی زبان میں ہیں۔ لوامع البیان جو قرآن کی مکمل تفسیر ہے اپنے معلومات کے اعتبار سے لاثانی تفسیر سمجھی جاتی ہے۔ رسالۃ المعراج، تنویر الہدایہ، رسالہ دُعا اور کئی کتابیں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

وہ جس خاندان کے چشم و چراغ تھے وہ متوکل، فقیر، مہدویہ کا گھرانہ تھا۔ بوریا بچھا ہوتا، طالبِ علم آتے، امیر بھی، غریب بھی، مبتدی بھی، منتہی بھی، سب اسی بوریے پر بیٹھتے اور فیض یاب ہوتے۔

۱۴ سال کی عمر سے نواب صاحب کو حضرت علامہ کی خدمت میں حاضر ہونے اور استفادہ کرنے کا موقع ملا۔ نواب صاحب کی اس سے بڑھ کر اور کیا خوش نصیبی ہو سکتی ہے کہ اپنے وقت کے اتنے عظیم عالم دین کے قدموں میں بیٹھ کر تحصیل علم کا انھیں موقعہ ملا۔ علامہ شمسی کے فیضان سے اتنا علم محمد بہادر خاں کو ملا کہ وہ خود بھی دین کا ستون بن گئے۔

نواب صاحب کے حصولِ علم کے ذوق کا اندازہ کیجئے۔ ۱۴ سالہ نواب زادہ رات کے دو بجے اپنے استاد کے گھر جاتا اور صبح کے چار بجے تک اپنے استاد سے درس حاصل کرتا۔ وہ خود اس تعلق سے تحریر فرماتے ہیں :

''مولانا دو بجے رات سے چار بجے صبح تک اس ناچیز کو حدیث، فلسفہ، منطق اور ادب کا درس دیا کرتے تھے''۔ (علامہ شمسی نمبر رسالہ مکتبہ)

www.taemeernews.com

نواب صاحب اپنے استاد کی موت پر اپنے احساساتِ قلبی کا اظہار کرتے ہوئے نذرانہ عقیدت پیش فرماتے ہیں ۔

زیرِ زمیں غروب ہوا آفتابِ علم

اُستادِ عربی (بول چال کی زبان)
شیخ عمر بن سعید العمودی

''شیخ عمر بن سعید العمودی سے میں نے عربی گفتگو سیکھی''۔

(بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۱۵۹ ۷/اپریل ۱۹۲۸ء)

حفظِ قرآن مجید

نواب صاحب کی ۱۹۲۷ء کی ڈائری کے اوراق میں جگہ جگہ نواب صاحب کے حفظِ قرآن کا ذکر ملتا ہے :

''دس بجے نماز عشاء پڑھی ۔ کچھ دیر قرآن حفظ کیا اور سو گیا۔ حفظِ قرآن آٹھ دس ماہ سے ملتوی تھا۔ گزشتہ سال ملیریا بخار کا جو سلسلہ چھ سات ماہ تک قائم رہا تھا، اس نے دماغ کو ایسا کمزور کر دیا تھا کہ ایک ہی دو آیتوں کے حفظ کرنے سے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ اب الحمدللہ اس قابل ہوا ہوں کہ پھر حفظ کا سلسلہ شروع کر سکوں ۔ آج سورہ ۲۹ کے رکوع اول کا نصف اول حفظ کیا''۔

(۱۶/دسمبر ۱۹۲۷ء بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۶۹)

''نماز عصر کے بعد گھر میں بیوی کو حفظ کیا ہوا قرآن سنایا''۔ (۱۷/دسمبر صفحہ ۷۵)

لیکن ان یادداشتوں سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ پورا کلامِ پاک حفظ کرنے کے ارادے سے حفظ کا یہ سلسلہ شروع کیا تھا یا صرف سورتیں حفظ کیا کرتے تھے!

◆◆◆

www.taemeernews.com

علم تجوید وقرأت

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً ۔ (پارہ ۲۹ رکوع ۱۴)

اور قرآن پاک کی تلاوت ترتیل یعنی تجوید کے ساتھ کرو۔

عالمی شہرت یافتہ قاری مولانا قاری روشن علی صاحب سے نواب صاحب نے قرأت و تجوید کی باضابطہ تحصیل کی۔

اپنی تقریروں میں جب وہ آیاتِ قرآنی کو ترتیل سے پڑھا کرتے تو نہ صرف کان بلکہ دل بھی محوِ سماعت ہو جاتا۔

۱۹۴۱ء سے ہر سال اپنے استاد محترم کی سرپرستی میں بیت الامت میں سماعت قرآن کا اہتمام کیا جاتا۔ ہر سال قراء کی اس محفل میں نواب صاحب خود بھی حصہ لیتے اور فجر تک یہ مبارک محفل جاری رہتی۔ اس خصوص میں اپنے استاد محترم کو جلسہ کی یاد دلاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''معراج کی شب بہت قریب ہے۔ اس لیے براہ کرم آج قراء کی فہرست روانہ فرما کر ممنون فرمایئے تاکہ ان کے نام دعوت نامے جاری کر دیئے جائیں۔ اس محفل کی کامیابی کا تمام تر دارومدار حضرت کی توجہ پر ہے اور میں خاص توجہ کا اُمیدوار ہوں۔ حسب سال گزشتہ میں مجلس قرأت مجید کے انعقاد کا شرف حاصل کر رہا ہوں''۔

(مکتوب ۳۱/ جولائی ۱۹۴۲ء مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول)

◆◆◆

www.taemeernews.com

زبان دانی

نواب صاحب کو اس بات کا پورا پورا اندازہ تھا کہ مادری زبان کے علاوہ انھیں عربی اور فارسی زبان پر عبور حاصل کرنا ازبس ضروری ہے۔ کیوں کہ ان زبانوں میں علومِ اسلامی کا خزانہ ہے اور رابطہ عالم اسلامی کے لیے بھی ان کا ان زبانوں کا جاننا ضروری ہے۔

پھر انگریزی زبان ایک سکہ رائج الوقت ہے۔ اس زبان کے حصول سے ایک طرف اہل فرنگ کے اربابِ علم و دانش سے علمی تعارف پیدا ہوتا ہے تو دوسری طرف سیاست سے متعلقہ پہلو سے آگاہی، ساتھ ہی ترقی یافتہ دور میں تعلیم یافتہ اربابِ علم و دانش اور اہل سیاست سے تعلق کے لیے اس زبان سے کما حقہ واقفیت کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

جاگیر کے معاملات کے سلسلہ میں تلگو زبان کا جاننا ان کے لیے ضروری تھا۔ سرحد میں اپنی فسوں ساز قیادت کا لوہا منوانے اور اہل سرحد کو مسلم لیگ کے پرچم تلے لانے کے لیے انھیں پشتو زبان بھی سیکھنی پڑی۔ ڈاکٹر حمید اللہ اس تعلق سے فرماتے ہیں :

''اسی ذہانت سے وہ مختلف زبانیں بھی خوب سیکھ گئے تھے۔ اُردو، فارسی، عربی، انگریزی اور غالباً پشتو بھی کافی بول لیتے تھے''۔

(بحوالہ مضمون ڈاکٹر حمید اللہ بعنوان ''دکن کی ایک کثیر جہتی شخصیت'' صفحہ ۵ رسالہ ''روح ترقی'' رجب ۱۳۶۷ھ م ۱۹۴۸ء)

اُردو

نوعمری میں سب سے پہلے مادری زبان کی طرف نواب صاحب نے توجہ فرمائی۔ ناولوں کے مطالعہ نے زبان کی لذت سے آشنا کیا۔ شرر ان کے پسندیدہ ناول نگار تھے۔

شرر کی زبان سے لطف بیان میں جان اور مضمون میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ بس وہ ابتداءً اس لطف بیان کے شیدائی بنے اور بیان کی اس رنگینی کے رنگ کو اپنایا۔ اس خصوص میں مولوی محمد احمد خاں صاحب نے ''ہمارا قائد'' میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جو اس بیان کی تصدیق

www.taemeernews.com

کرتا ہے :

''میں ابھی چھوٹا تھا، حضرت قبلہ گاہی مرحوم کے ایک دوست ملنے آئے۔ میری گفتگو کو سن کر انھوں نے پوچھا کہ میاں تمہارے والد کی زبان تو ایسی نہیں ہے جیسی تمہاری ہے۔ وہ تو وہی حیدرآباد کی زبان ''نکو'' [1]، ''کاں'' [2]، ''اپے'' [3] ہی بولتے ہیں اور تم ہو کہ بڑی اچھی گفتگو کرتے ہو۔ آخر یہ زبان تم نے کس سے سیکھی ہے۔ میں نے فوراً جواب دیا مولوی عبدالحلیم صاحب شرر سے ——— وہ کچھ پریشان سے ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ تم نے ان سے زبان کیسے سیکھی۔ وہ تو لکھنؤ میں رہتے ہیں۔ میں نے کہا آپ درست فرماتے ہیں مگر زبان میں نے ان ہی سے سیکھی ہے، وہ اور پریشان ہوئے۔ پھر میں نے ان کی پریشانی کو رفع کرتے ہوئے کہا کہ مولوی عبدالحلیم شرر کے ناولوں کو پڑھ پڑھ کر''۔

'' گاڑی میں سوار ہوتا تھا تو مدرسہ سے گھر پہنچنے تک ناول کے ایک دو باب ضرور ختم ہو جاتے تھے۔ رفتہ رفتہ اس شوق نے جنون کی شکل اختیار کر لی''۔

اُردو زبان سیکھنے کے شوق کی محرک اوائل عمری میں جو بات ہوئی اس کا ذکر کرتے ہوئے نواب صاحب فرماتے ہیں :

''والد مرحوم کی خدمت میں شمالی ہند کے اکثر اصحاب تشریف لایا کرتے تھے۔ ان کی گفتگو کو سن کر اپنی زبان کے نقائص کا احساس بڑھتا گیا۔ نتیجتاً سب سے زیادہ توجہ زبان کی درستی پر مرکوز رہی۔ کوئی اچھی ترکیب، کوئی نئی تشبیہہ، کوئی استعارہ، کوئی انوکھا استعارہ نظر سے گزرتا تو سب سے بڑی فکر یہ دامن گیر ہو جاتی تھی کہ اس کو جلد سے جلد صحیح طریقے پر اپنی گفتگو میں استعمال کر لیا جائے۔

اچھے ادیبوں کے کئی کئی فقرے بے تکلف اور بلا کسی کم و بیش کے استعمال کرتا اور یہی میری زبان کی درستی کا سب سے بڑا آلہ ثابت ہوا''۔

(''میں مطالعہ کس طرح کرتا تھا'' رسالہ ''ہماری کتابیں'' اگست ۱۹۴۲ء)

اپنی مادری زبان پر انھیں اس درجہ عبور حاصل تھا کہ اہل زبان بھی ان کی زبان دانی کی

---

[1] نہیں [2] کہاں [3] آپ

www.taemeernews.com

داد دیتے تھے۔

فارسی دانی

فارسی اور عربی زبان کی ابتدائی کتابوں سے تعارف وتعلق کا سلسلہ نوجوانی میں شوق وجستجو کی منزل سے ہمکنار ہوکر پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

نواب صاحب نے فارسی کی ابتدائی کتابیں استاد سے پڑھیں۔ آمدن سی لفظی صفت المصادر اور چہل سبق کے بعد نواب صاحب نے گلستاں کی ابتدا فرمائی۔ اس دوران ان میں اتنی استعداد پیدا ہوگئی کہ وہ فارسی پڑھنے اور سمجھنے کے قابل ہوگئے۔ بوستان، حافظ، عمر خیام، نظیری کو پڑھا۔ ذاتی مطالعہ اور شوق نے استعدادِ علمی میں روز افزوں اضافہ کیا۔ وہ اپنی مادری زبان کی طرح فارسی زبان کو اس درجہ اپنا چکے کہ ایران اور افغانستان کے شاہ اور اکابرین نے ان کی فارسی دانی پر تعجب ومسرت کا اظہار کیا۔

اس خصوص میں مولوی عبدالرحمٰن سعید اپنی کتاب ''لسان الامت'' میں تحریر فرماتے ہیں :

''یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ انگریزی نوشت وخواند کی صلاحیت کے ساتھ عربی اور فارسی زبان میں آپ کو گفتگو کی محیر العقول دستگاہ حاصل تھی۔ بلادِ اسلامیہ کے سفر کے دوران میں مصر اور حجاز میں مقامی اکابر سے عربی میں اور ایران وافغانستان کے وزراء اور غازی نادر شاہ سے فارسی میں گفتگو فرمائی جس پر غازی مرحوم نے استعجاباً اپنے مصاحبین سے مخاطب ہوکر فرمایا تھا کہ ''نواب صاحب درزبان فارسی خیلے خوب گپ[1] می زنند''۔ (صفحہ ۶۶و۶۷)

فارسی دانی کے باب میں شاہ دکن کی سند پسند سے دو تحریروں کا ذکر ذیل میں مذکور ہے۔ شاہ دکن امراء عظام کو خاصہ سرفراز فرماتے تھے۔ یہ الطاف شاہانہ کی روایات میں شامل تھا۔ کئی بار یہ ہوا کہ خاصہ وصول ہوا اور جواب میں اظہارِ تشکر بزبانِ فارسی نوب صاحب نے فرمایا۔ چوں کہ نظام کی فارسی دانی مسلمہ حیثیت کی حامل تھی۔

نواب صاحب کی فارسی تحریر

''یکم ربیع الثانی

---

[1] گپ زدن : یہ محاورہ گفتگو کرنا (اہل زبان کا محاورہ ہے)

www.taemeernews.com

کلاہ گوشۂ دہقاں بہ آفتاب رسید۔ فدوی وابستہ دامن عز و وقار آصف جاہی پروردہ بارگاہ جہاں پناہی، خار دیدہ دشمنانِ سلطنت اسلامیہ، گل صد برگ چمنستان عثمانیہ کہ از ہوائے دامن لطف و کرم سلطانی شگفتہ از عطائے مائدہ ظل سبحانی سرفراز گشتہ"۔

ایک اور واقعہ اس خصوص میں قابل ذکر ہے۔ نواب صاحب کی دیوڑھی بیت الامت میں مجلس اتحاد المسلمین کی عاملہ کا اجلاس ہو رہا ہے۔ نظام کی طرف سے خاصہ آیا۔ جواب تشکر کے طور پر چند جملے نواب صاحب نے تحریر فرما دیئے۔ نظام اس تحریر سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ دوسرے دن کے اخبار صبح دکن میں نواب صاحب کی تحریر اپنی سند پسند کے ہمراہ شائع کی۔ اس فرمان میں نظام نے نواب صاحب کی فارسی دانی کی داد دی ہے۔

فرمان

(نقل پرچہ رسید طعام برائے بہادر یار جنگ)

تحریر بہادر یار جنگ بہ زبان فارسی

"فدوی جاں نثار موروثی از زلہ مائدہ ظل اللہ سرفراز گشتہ۔ ہمہ جاں نثارانِ سلطنت آصفیہ و وابستگانِ دامن حضرت شمس الملت والدین، کہ ارکان مجلس عاملہ صدر مجلس اتحاد المسلمین و اخص خدمت گذارانِ حضرت بندگانِ عالی ہستند و جان و مال خویش برائے حفاظت سلطنت آصفیہ اسلامیہ (حفظہا اللہ عن کل آفات وبلیۃ) وقف کردہ اند وایں وقت بہ کلبہ احزانِ ایں وفا شعار مصروف فکر و نظر بودند، از الطاف جہاں پناہی بہرہ اندوز و مفتخر گشتند و بہ بارگاہِ جل وعلیٰ دعا گذار ہستند کہ

الٰہی آفتاب عمر و اقبال شاہ دین پناہ ما کہ قلب او پیمانہ ملبب زبادۂ حب رسول (علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیات) است تا ابد تابان و درخشان باد۔ آمین

بحق طٰہٰ و یٰسین ——————— بہادر یار جنگ"

۲) بہ بہ کہ او اگرچہ مثل ما از خاک شیراز و اصفہان نیست تاہم قلم او چہ خوب فارسی می نویسد۔ وایں سبب حصول علم و فضل است (بہ حد خویش) ورنہ با محاورہ فارسی نوشتن یا گفتن خصوص برائے ابنائے دکن کارے وارد و ما ارادہ می داریم کہ حتی الامکان با او ہمیں زبان گفتگو می کنیم و ہم تحریری

www.taemeernews.com

نویسیم چرا کہ مزاولت بہ السنہ دیگر ضروریست ورنہ ما با آنہا نا آشنای باشیم۔ درآں حالیہ مزاولت نہ باشد۔

راست است کہ ذوق وشوق ہم چیزے ہست کہ ما اورا نظر انداز کردن نمی توانیم، خصوص آن وقت کہ جان دادن بہ جسم زبانِ مردہ پیش نظر باشد یا قلبی اتصال بوجہ چاشنی وہم شیرینی''۔

(صبح دکن مؤرخہ ۲۸/ مئی ۱۹۳۲ء)

بلادِ اسلامیہ کے سفر میں عربی اور فارسی زبان میں ان کی فصیح و بلیغ گفتگو اہل علم اور اکابرین کے لیے وجہ حیرت بن گئی۔

''نواب صاحب کی ایک قہوہ خانے میں ایک فرانسیسی سے ملاقات ہوئی جو فرانس میں علومِ مشرقیہ کا معلم تھا۔ مصر میں زبانِ عربی کی تحصیل کی تھی اور اب فارسی زبان سیکھنے کے لیے ایران جارہا تھا۔ نواب صاحب سے اس نے فصیح فارسی میں گفتگو کی''۔ (سفرنامہ بلادِ اسلامیہ صفحہ ۹۳ ۲۳/ اگست)

''میری فارسی افغانستان کے لیے وجہ حیرت بنی ہوئی ہے۔ وہ کسی قدر غیر فصیح فارسی بولتے ہیں۔ مجھے ایران میں قیام کی وجہ سے فارسی بول چال میں ذرا سی مشق ہوگئی ہے۔ ہر شخص میری فارسی گفتگو کو استحسان اور حیرت سے سنتا ہے''۔

(سفرنامہ بلادِ اسلامیہ صفحہ ۱۸۲ مرتب نذیر الدین احمد سوانح نگار بہادر یار جنگ)

عربی دانی

علامہ شبلی اور علامہ سعادت اللہ خاں صاحب سے نواب صاحب نے باضابطہ عربی ادب کی تحصیل بھی فرمائی تھی۔ لیکن اہل علم وفضل سے جو اہل زبان بھی ہوں ان کی اپنی زبان میں گفتگو کرنا کچھ آسان نہیں ہوتا۔ علامہ حسن الاعظمی (جامعہ ازہر) نے مصر میں نواب صاحب کی تشریف آوری کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''پہلے پہل آپ نے اپنی ترجمانی کے لیے ایک ہندوستانی ترجمان مقرر کیا، لیکن بہت جلد یہ محسوس کرلیا کہ یہ شخص صحیح ترجمانی نہیں کررہا ہے، لہٰذا کسی جھجک اور خوف کے بغیر خود سنبھل کر عربی بولنا شروع کیا اور ان کی ذہانت کی کون داد نہ دے گا کہ تھوڑے ہی عرصہ میں خاص روانی کے ساتھ عربی گفتگو فرمانے لگے''۔ (ہمارا قائد از مولوی محمد احمد خاں صاحب صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶)

www.taemeernews.com

نواب صاحب عربی زبان میں لکھنے پڑھنے اور بولنے پر قدرت رکھتے تھے اسلامی ممالک کے دورے میں ان کی عربی دانی کی المصور، الہلال، المقطم اور دیگر اخبارات و جرائد نے جلی سرخیوں میں ''ایک ہندی امیر جو فصحاء عرب کی طرح عربی زبان میں گفتگو کرتا ہے'' کے زیرعنوان نواب صاحب کی عربی دانی کی داد دی۔ قونصل جنرل مصر متعینہ بمبئی کے اعزاز میں بیت الامت بیگم بازار میں قائد ملت نے ۱۴/ ستمبر ۱۹۴۰ء کو عصرانہ ترتیب دیا جس میں علماء، امراء، وکلاء، قائدین، صدر اعظم، صدور المہام شریک دعوت تھے۔ نواب صاحب نے اس موقعہ پر اپنے مہمانان کا خیر مقدم کرتے ہوئے عربی زبان میں تقریر فرمائی۔ ہز اکسی لنسی قونصل جنرل مصر اور تمام مہمان دم بخود رہ گئے۔ کیوں کہ پہلی بار ان لوگوں نے نواب صاحب کو عربی زبان میں تقریر کرتے ہوئے سنا۔ نواب صاحب کے استاد اور عالم وقت مولوی سعادت اللہ خاں صاحب فرطِ مسرت سے پھولوں نہ سما رہے تھے۔ نواب صاحب کو گلے لگالیا اور دُعاؤں سے سرفراز کیا۔

اس عربی تقریر سے قونصل ایران بے حد متاثر ہوئے اور جواب میں عربی میں تقریر کرتے ہوئے نواب صاحب کے بارے میں فرمایا :

''میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنی دلکش اور دلآویز تقریر عربی زبان میں اہل ہند میں کوئی کرسکتا ہے''۔

اس موقعہ پر نواب صاحب کی اس یادگار عربی تقریر کا اُردو ترجمہ خوانِ نعمت کے زیرعنوان ہدیہ ناظرین ہے :

''حمد و ثناء اس خدائے بزرگ و برتر کے لیے سزاوار ہے جس نے ایمانِ اُخوت کو سب سے زیادہ مضبوط و استوار رشتہ اور اسلامی روابط کو ایک متعین و ناقابل شکست رابطہ بنایا اور درود اس برگزیدہ نبی عربی صلعم پر جس نے عرب و عجم کو ایک کلمہ پر جمع کر کے مشرق و مغرب میں مسلمانوں کو ایک اُمت ہونے کا شرف عطا کیا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ . ہم مصر اور حیدرآباد کو دو ایسے دیار سمجھتے ہیں جو دو حقیقی بھائیوں کے زیر سیادت ہوں۔ میں پچھلے دنوں مصر جانے کی مسرت حاصل کر چکا ہوں مصریوں نے جس طرح مجھے خوش آمدید کہا۔ اربابِ حکومت اور عمائد نے جس کشادہ پیشانی کے ساتھ میری مہمان نوازی کی اس کے نہ مٹنے والے نقوش میرے قلب پر مرتسم ہیں۔

www.taemeernews.com

آج جناب والا کو اپنے یہاں دیکھ کر میں محسوس کرتا ہوں کہ وہ تمام نقوش پھر سے تازہ ہو گئے ہیں۔

میرے محترم دوست دولت اسلامیہ آصفیہ اور دولت اسلامیہ مصر کے مابین روحانی اور مادی دونوں قسم کے ایسے روابط ہیں جو ہم کو ایک جماعت بنا دیتے ہیں۔ دینی اشتراک کے علاوہ عربی زبان کا واسطہ ایک مستحکم واسطہ ہے، یہ عربی پڑھتے ہیں اور دولت آصفیہ اس کی ترویج کے لیے ہر طرح مساعی ہے۔ کوئی سرکاری یا غیر سرکاری مدرسہ ایسا نہیں جس میں اس زبان وحی کی تعلیم کا انتظام نہ ہو، ان کے علاوہ جامعہ مصریہ اور جامعہ ازہر میں ہم اپنے بچوں کو تعلیم کے لیے بھیجتے ہیں بہتیرے افراد اس وقت ہمارے ہاں عربی زبان کی خدمت کر رہے ہیں جنھیں مصری جامعات سے اعلیٰ سند رکھنے کی عزت حاصل ہے۔ ہماری مصری ٹوپیاں اگر ہمیں وضع و شعار میں مصری بنا رہی ہیں تو وہ نفیس مصری مصنوعات جن کی کثیر مقدار ہر سال درآمد کی جاتی ہے ہمارے افکار و خیالات کو مصری سانچہ میں ڈھالتی ہیں۔ بہت دن نہیں ہوئے کہ جامعہ ازہر کا ایک سرکاری وفد اتحاد تعلیم اسلامی کی غرض سے ہمارے یہاں آیا۔ ہم جناب والا کے واسطے سے ازہر کا تمام مسلمانوں کی طرف سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ وہاں سے اسلامی تعلیمات کے پھیلانے اور دین حق کی طرف دفاع کی خدمت انجام دینے کی مسلسل کوشش ہوتی رہی ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ جب کبھی اسلامی عقائد اور اسلامی ثقافت پر اندرونی و بیرونی حملہ کیا گیا ہے تو جامعہ ازہر جملہ اداروں کے مقابلہ میں سد سکندری ثابت ہوتی ہے۔

میرے محترم دوست دُنیا نے ایسا خطرناک دور جس سے ہم گزر رہے ہیں، شاید نہیں دیکھا ہوگا۔ اس کا احسان ہے کہ مسلمانوں کے لیے یہی خطرناک اور ان کے باہمی ارتباط تعاون اور بنیاد مرصوص ہو جانے کے لیے سب سے زیادہ سازگار ہے شاید اتنے مخلص زعما اتنے سمجھ دار اہل قلم اور اتنے صالح فرماں روا کبھی اکٹھا نہ کیے ہوں یہی وجہ ہے کہ میں ایک پرانی اُمید کے برآنے کے لیے اپنے آپ کو بہت رجائی پاتا ہوں۔ میں مسلمانوں کو چوکانا چاہتا ہوں کہ وقت کے ہاتھ سے چلے جانے سے پہلے وہ اس سے فائدہ اُٹھالیں۔ اس سے زیادہ تصریح کی ضرورت میں محسوس نہیں کرتا۔ خصوصاً آپ جیسے بالغ نظر مدبر کے سامنے میرے دوست ہم پر اس نازک دور میں انفرادی و اجتماعی بہت سی ذمہ داریاں ہیں۔ سچ کہا ہے سچ کہنے والے نے جس کی صداقت پر

www.taemeernews.com

قرآن گواہ ہے۔ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ .

آخر میں میں اپنی طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے آپ کی خدمت میں مصری بھائیوں اور مصر کے محبوب فرماں روا کی خدمت میں پر جوش تحیات پیش کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی نعمتوں سے نوازے، اور ناپسندیدہ حوادث سے دوچار نہ کرے۔

انگریزی دانی

میدانِ سیاست کے اس شہسوار کے لیے انگریزی زبان کا حصول ازبس ضروری تھا۔ ابتداءً مولوی خضر خاں صاحب سے انگریزی زبان کی تعلیم پائی اور پھر میر حسن سے اس زبان کی تحصیل کی۔ اپنی ذہانت، مطالعے اور حصولِ زبان کی لگن کے باعث انگریزی زبان پر اس درجہ عبور حاصل کیا کہ وہ لکھنے پڑھنے اور بولنے پر قادر تھے۔ مسز سروجنی نائیڈو کے روبرو یہ کہتے ہوئے انگریزی زبان میں آپ نے تقریر فرمائی تھی کہ :

''اگر مسز سروجنی نائیڈو اُردو جیسی مشکل زبان میں تقریر کرسکتی ہیں تو کیا محمد بہادر خاں انگریزی جیسی آسان زبان میں تقریر نہیں کرسکتا؟''

انگریزی زبان پر ان کی قادرالکلامی کا یہ عالم تھا کہ الٰہ آباد، کراچی وغیرہ کے سالانہ جلسوں میں قائداعظم کی تقاریر کا برمحل اُردو ترجمہ فرما کر اُردو اور انگریزی زبان پر اپنے عبور کا لوہا، اہل علم و فضل سے منوایا۔

پشتو

وہ قائداعظم کے دست راست تھے اور مسلم لیگ کی زبان۔ سرحد میں خان عبدالغفار خاں سرحدی گاندھی بنے بیٹھے تھے اور مسلم لیگ کے پر کاٹنے پر تلے ہوئے تھے۔ اب ان کا پتہ کاٹنے کے لیے ''لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے'' کے مصداق پٹھان محمد بہادر خاں کی ضرورت تھی۔ سوال زبان کا تھا۔ بہادر خاں نے دو مہینے میں لگاتار محنت اور لگن سے ایک اہل زبان کی مدد سے پشتو زبان سیکھ لی۔ اتنی استعداد پیدا کرلی کہ اس زبان میں تقریر کرنے کے قابل بن گئے۔

سرحد میں ان کی پشتو زبان میں تقریروں نے وہ رنگ جمایا کہ مسلم لیگ کا پرچم سرحد میں بلند ہوگیا اور خان عبدالغفار خاں کا اثر سرحد سے کافور ہوگیا۔ اہل سرحد کے دلوں میں حصولِ

www.taemeernews.com

پاکستان کی تڑپ جواں ہوگئی۔

پشتو زبان کے حصول کے سلسلے میں ایک اور بات بھی قابل تذکرہ ہے۔ مجاہدہ ملک محمد گل ضمیر خاں شہید کے فرزند محمد جعفر خاں کو نواب صاحب اپنے ہمراہ حیدرآباد لائے تھے جب کہ وہ بے حد نوعمر تھے۔ نواب صاحب اس لڑکے سے پشتو زبان ہی میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ یہ لڑکا حیدرآباد پر پولیس ایکشن کے بعد اور اپنے والد کے انتقال کے باعث اپنے وطن کو لوٹ گیا جب کہ وہ بی-یس-سی ہو چکے تھے۔ ان دنوں کراچی میں ہیں۔ بہادر یار جنگ اکیڈیمی کراچی کے ارکانِ انتظامیہ میں شامل ہیں۔ سرحد کے جرگہ کے سرداروں میں سے ہیں۔ اب ایم-اے-یل-یل-بی ہیں۔ نواب صاحب کی یاد آج بھی ان کے دل کو تڑپاتی ہے۔ نواب صاحب جعفر خاں کو بے حد عزیز رکھتے تھے اور اولاد جیسا سلوک روا رکھتے تھے۔

دکنی زبان

''زبان کی شیرینی، فصاحت و بلاغت کی داد انھوں نے بڑے بڑے اہل زبان حضرات سے حاصل کی تھی۔ مگر اس کے باوجود حیدرآباد کی گھریلو ''دکنی زبان'' میں وہ بڑے مزے مزے کی باتیں کیا کرتے تھے۔ مجلس اتحادالمسلمین کے سالانہ جلسہ منعقدہ جالنہ (جنوری ۱۹۴۲ء) میں انھوں نے دیہاتی باشندوں کے سامنے مجلس اتحادالمسلمین کے اغراض و مقاصد کی دیہاتی زبان میں جس انداز سے تشریح کی وہ ''ایک خاصہ کی چیز'' ہے''۔ (صفحہ ۱۵۸ ''ہمارا قائد'' از مولوی محمد احمد خاں)

تلنگی زبان

ریاست حیدرآباد میں اُردو زبان کے علاوہ تلنگی، مرہٹی اور کنڑی زبانیں بولی اور سمجھی جاتی تھیں۔ نواب صاحب کی جاگیر علاقہ تلنگانہ میں تھی۔ رعایا اور دیہی عملے سے تلگو زبان میں سابقہ پڑتا۔ اس خصوص میں نواب صاحب کو تلگو زبان سیکھنے کی ضرورت لاحق ہوئی۔ اس تعلق سے اپنی ابتدائی کوشش (زبان تلگو سیکھنے کے تعلق سے) کا ذکر نواب صاحب نے اپنی ڈائری میں فرمایا ہے:

''تلنگی زبان کا درس نواب صاحب نے نرسہواں راؤ صاحب سے حاصل کیا۔ غالباً راؤ صاحب کی خدمات نواب صاحب کی جاگیر سے متعلق تھیں۔

www.taemeernews.com

تحصیلدار صاحب سے تلنگی زبان کا سبق حاصل کرنا شروع کیا ہے''۔

(لال گڑھی کا دور، ۱۹۲۵ء/۱۳۳۵ف)

''میں نے کچھ دن تلنگی پڑھی تھی، ہندسے اور حساب تو اب بھی آتا ہے۔ حروف شناسی جو ہوئی تھی وہ بھی ذہن سے نکل گئی۔ اب پھر یاد کر رہا ہوں۔ دو ماہ اگر محنت کروں تو توقع ہے کہ سیکھ جاؤں گا۔ جاگیرات کا تمام دفتر تلنگی میں ہے۔ اس لیے میرے لیے اس زبان کا سیکھنا ضروری ہے''۔ (ڈائری ۱۴/ دسمبر ۱۹۲۷ء)

''تلنگی زبان کا سبق دیکھتا رہا۔ تین چار روز غور سے دیکھنے سے اتنی استعداد پیدا ہوگئی ہے کہ صاف خط میں لکھے ہوئے نام ہجی کر کے پڑھ لیتا ہوں''۔ (ڈائری صفحہ ۴۹ ۱۷/ دسمبر ۱۹۲۷ء)

''تلنگی کا سبق یاد کرتا رہا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل تلنگی سیکھنا شروع کیا تھا۔ پھر کثرت کار کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اب پھر شروع کیا ہوں اور الحمدللہ آج اتنی استعداد پیدا ہوگئی ہے کہ کھلی اور صاف تحریر اگر ہو تو ایک دو جملے پڑھ لیتا ہوں اور انسانوں، درختوں اور ذاتوں کے نام صحیح طور پر لکھ سکتا ہوں''۔ (ڈائری صفحہ ۱۴۴ ۱۸/ فروری ۱۹۲۸ء)

''تلنگی کا سبق یاد کرتا رہا۔ تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل تلنگی سیکھنا شروع کیا تھا۔ پھر کثرت کار کی وجہ سے ترک کر دیا تھا۔ اب پھر شروع کیا ہوں اور الحمدللہ آج اتنی استعداد ہوگئی ہے کہ کھلی اور صاف تحریر اگر ہو تو ایک دو جملے پڑھ لیتا ہوں اور انسانوں، درختوں اور ذاتوں کے نام صحیح طور پر لکھ سکتا ہوں''۔ (ڈائری ۲۰/ فروری ۱۹۲۸ء)

''تلنگی کا درس جاری ہے''۔ (ڈائری ۲۷/ فروری ۱۹۲۷ء)

''نماز عصر کے بعد نرسنہواں راؤ اور منشی صاحب کی ہدایت کے مطابق تلنگی لکھتا رہا۔ اب الحمدللہ اتنی استعداد ہوگئی ہے کہ جو کچھ ایک شخص بولتا جاتا ہے، صاف اور صحیح لکھ لیتا ہوں مگر بحیثیت زبان کے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے''۔

(صفحہ ۱۳۰ ۲۷/ فروری ۱۹۲۸ء ڈائری مرتبہ نذیر الدین احمد سوانح نگار بہادر یار جنگ)

مندرجہ بالا حوالوں میں نواب صاحب کی تلگو سیکھنے کی ابتدائی کوششوں کا ذکر ہے۔ آخری دور تک نواب صاحب تلگو بولنے، لکھنے پڑھنے کے قابل تھے۔

www.taemeernews.com

نواب صاحب کا ذوقِ مطالعہ

''والد کے انتقال کے ساتھ ہی درسی تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا۔ اس تعلیم سے ان کا رشتہ منقطع ہو چکا تھا۔ جس نظامِ تعلیم میں ''علم استاد کے دماغ سے شاگرد کے دماغ میں منتقل نہیں ہوتا بلکہ استاد کی نوٹ بک سے شاگرد کی کاپی میں منتقل ہو جاتا ہے''۔ (اُصولِ تعلیم از غلام السیدین)

انگریزوں کا مروّجہ نظامِ تعلیم جو لارڈ میکالے کی رپورٹ اور سفارش کے پس منظر میں ہندوستان میں اچھے اور کارکرد محرر پیدا کرنے کی غرض سے رائج کیا گیا تھا۔ جو نظامِ تعلیم کسی بھی فن میں انسان کو کامل نہ بنا سکتا تھا۔ البتہ اس نظامِ تعلیم میں یہ خوبی تھی کہ خوئے غلامی کی رسوم کی ادائیگی کی خو سکھانے کی اس میں صلاحیت موجود تھی، جو اس تعلیم کا منشا تھا۔ الحاد، مذہب بے زاری، اپنی تہذیب سے نفرت اور مغرب زدہ بنانے والا یہ نظامِ تعلیم شاہین بچوں کے لیے صحبتِ زاغ کے مصداق تھا۔ اقبالؔ نے اس نظامِ تعلیم کی حقیقت کو ہم پر عیاں کیا :

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم — کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ
گھر میں پرویز کے شیریں تو ہوئی جلوہ نما — لے کے آئی ہے مگر شیشہ فرہاد بھی ساتھ

حصولِ علم کی سچی تڑپ، کچی عمر میں پکی ہو گئی تھی۔ نوجوانی کے زمانے تک یہ شوق جنون کی سرحدوں کو پار کر چکا تھا۔ نگاہیں ہر وقت، وقفِ مطالعہ رہتیں۔ علم کے سربمہر خزانے جس کو عرفِ عام میں کتاب کہتے ہیں۔ ان کی زندگی کی متاعِ عزیز تھی۔ ہر روز کم از کم ڈھائی سو صفحات کا مطالعہ کرتے ہر فرصت کا لمحہ کتاب کے ساتھ گزرتا۔ اُردو، فارسی، عربی زبانوں میں مختلف علوم پر مشتمل ہزاروں کتابوں کا ان کا اپنا کتب خانہ تھا جس میں فلسفہ، منطق، علم کلام، عمرانیات، لسانیات، مذہب، ادب، ثقافت، معاشیات غرض ہر شعبہ علم کی کتاب موجود تھی۔ کتابوں سے ان کی ایسی دوستی ہوئی کہ خود زندہ کتاب بن گئے۔ وہ رچرڈ بری کی طرح کتابوں کی قدر و منزلت سے آشنا تھے کہ :

www.taemeernews.com

''کتاب ہی ہماری استاد ہے۔ وہ ہم کو بغیر تادیب اور زدوکوب کے تعلیم دیتی ہے۔ وہ سختی سے پیش نہیں آتی۔ کبھی غصہ نہیں کرتی اور ہم سے حق تعلیم طلب نہیں کرتی۔ تم اگر اس کے پاس جاؤ تو کبھی وہ تم کو نیند میں سوتے ہوئے یا غافل نہیں نظر آئے گی۔ کسی مضمون کو سوچتے وقت اگر تم اس سے سوال کرو تو وہ کبھی بخل نہیں کرتی۔ اس کا کہنا تمہاری سمجھ میں نہ آئے تو وہ ناخوش نہیں ہوتی۔ اگر تمہارے سمجھنے میں قصور ہو تو وہ کبھی تمہارا مضحکہ نہیں اُڑاتی۔ اس لیے ہر علم وفن کی کتابوں کا ذخیرہ اس دُنیا میں تمام دولت سے بڑھ کر قابل قدر ہے''۔ (حصول مسرت از رچرڈ بری ۱۲۴۴ء)

وہ آخری دور میں اپنی قومی مصروفیات کے باعث اپنے عزیز ذوق سے بڑی حد تک محروم ہو گئے تھے :

''ایک زمانہ تھا کہ سارا دن کتاب بینی میں گزرتا تھا اور اب روز کے اخبار مشکل سے پڑھ سکتا ہوں''۔ (خط نمبر ۱۴۴ مکاتب بہادر یار جنگ)

ان کو کتابیں اتنی عزیز تھیں کہ ہر کتاب کی خوب صورت جلد بندی کروائی جاتی۔ ساری کتابیں ترتیب وقرینے سے کانچ کے شیشوں سے اپنا اور مصنف کا نام بتا دیتیں۔ احمد سعید جلد ساز اور سید ابراہیم نے برسوں نواب صاحب کے کتب خانے کی کتابوں کی جلد بندی کا کام انجام دیا۔

''سید ابراہیم بہت اچھے جلد ساز ہیں۔ میرے کتاب خانے میں برسوں تک کام کیا ہے''۔

(مکاتیب بہادر یار جنگ ۱۹۵ جلد دوم)

نواب صاحب کو اپنے دادا کا کتب خانہ بھی ملا، جس میں عربی و فارسی کی نایاب کتابیں موجود تھیں۔ یہ بڑے صاحب ذوق آدمی تھے اور شب بیدار بزرگ بھی۔ نواب صاحب کے والد میں بھی یہ خوبی موجود تھی کہ وہ اہل علم وفضل لوگوں کی قدر فرماتے تھے۔ اگر چہ کہ وہ خود ذی علم نہیں تھے۔ کتابوں کی صفائی کا بھی بڑا اہتمام کیا جاتا۔ دھوپ میں کتابیں رکھی جاتیں اور بعد صفائی الماریوں میں جمع کر دی جاتیں۔

''تمام دن مکان پر مختلف مصروفیات میں گزرا۔ کچھ دیر قدیم کتب خانہ، (دادا کا کتب خانہ) کی صفائی اور ترتیب میں مشغول رہا''۔ (بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۲۵۴)

''ایک گھنٹہ تک کتب خانہ کی کتابیں جمائیں جو صبح کو دھوپ دینے کے لیے نکلوائی

www.taemeernews.com

تھیں''۔(بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۵۲،۵۳)

نواب صاحب کی دیوڑھی کا ایک حصہ کتب خانے کا حصہ تھا۔جن دنوں حیدرآباد کی بڑی عدالت ہائی کورٹ کے کتب خانے کا فرنیچر بنوایا جارہا تھا نواب صاحب کو اطلاع ہوئی کہ اعلیٰ درجے کے کاریگروں نے یہ کام انجام دیا ہے تو خود اپنی آنکھوں سے اس فرنیچر کو دیکھا۔کام پسند آیا۔اپنی ضرورت اور پسند کے مطابق ڈیزائن دے کر پوری لائبریری کا فرنیچر دیوار سے دیوار تک، دروازے سے دروازے تک تیار کروایا کتابوں کو کیا کمی تھی ۔ ہر ماہ پابندی سے کتابیں خریدی جاتیں۔خوشنما جلدوں کی یہ کتابیں شیشہ کی الماری میں اہل ذوق سے داد پاتیں۔

قدیم اور نایاب کتابیں ، ملا مراد نامی صاحب بپابندی نواب صاحب کو ان کی مطلوبہ کتابیں فراہم کرتے :

'' ملا مراد صاحب کتب فروش میری مطلوبہ کتابیں لائے تھے خریدیں ۔ ملا صاحب حیدرآباد کے مشہور اور قدیم کتب فروش ہیں ۔۹۰ سال سے زیادہ کی عمر ہے۔مثنوی شریف کے دو ہزار سے زیادہ شعر یاد ہیں ۔قرآن شریف ہر وقت ہاتھ میں رہتا ہے اور پڑھتے رہتے ہیں، کہتے تھے ہر دوسرے روز ایک ختم ہوتا ہے''۔(صفحہ ۱۶،۱۷ بہادر یار جنگ کی ڈائری)

نواب صاحب کے مطالعے اور علمیت کے بارے میں اپنے ایک مضمون میں ڈاکٹر رضی الدین صاحب نے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔فرماتے ہیں :

''مرحوم کی طالب علمانہ زندگی بہت جلد ختم ہوگئی اور وہ ابتدائی عمر ہی میں دُنیا کے دھندوں میں پھنس گئے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ علمی اداروں کی باضابطہ تعلیم یا امتحانات کی کامیابی کی اسناد نہیں رکھتے تھے۔لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ علم محض مدرسوں یا کالجوں میں حاصل نہیں ہوتا۔ بسا اوقات یہ بھی ہوتا ہے کہ مکتب اور ملا انسان کی صلاحیتوں کو جو اکتساب علم کے لیے فطرت سے ودیعت کی جاتی ہیں نقصان پہنچاتے ہیں۔چنانچہ اقبالؔ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے، جب وہ کہتے ہیں :۔

اے کہ در مدرسہ جوئی ادب و دانش و ذوق
نہ خرد بادہ کش از کارگہ شیشہ گراں

تاریخ عالم میں اور خصوصاً مشرق کی تاریخ میں اکثر علماء نے باضابطہ مدرسوں میں نہیں

www.taemeernews.com

بلکہ محض اپنی ذاتی کوششوں سے علم وفن میں کمال حاصل کیا۔ مولوی محمد بہادر خاں مرحوم کا شمار بھی اسی گروہ میں ہوتا ہے۔ جنھوں نے اپنے فطری ذوقِ علم کی تشفی خود اپنے مطالعہ سے کی اور علم کی جن جن شاخوں سے ان کو دلچسپی تھی ان میں اس قدر ید طولیٰ حاصل کیا کہ باضابطہ استاد رکھنے والوں سے بدرجہا آگے بڑھ گئے۔ مطالعہ کرتے تھے، مشاہیر علماء سے بحث کرتے تھے اور خود غور وفکر کرنے کے عادی تھے۔ اکتسابِ علم کے یہی تین ضروری اجزا ہیں اور مرحوم ان تینوں سے بہرہ ور تھے۔ ان کا ذاتی کتب خانہ معدودے چند کتب خانوں میں سے ہے۔ جن میں مختلف علوم وفنون کی معیاری اور نایاب کتابیں موجود ہیں۔ انھوں نے ان کتابوں کا مطالعہ کیا ہے اور ان کتابوں پر جابجا ان کے مطالعہ کے نشانات موجود ہیں۔ بلادِ اسلامیہ کے سفر میں اور ہندوستان کے متعدد دوروں میں ان کی ملاقات بڑے بڑے علماء سے ہوئی اور اپنی ذکاوت اور ذہن رسا کی بدولت وہ ان علماء کی گفتگو اور بحث ومباحثہ سے بہترین طور پر استفادہ کر سکے۔ ان کی قوتِ فکر کا اظہار، ان کی تقریروں اور علمی صحبتوں میں اچھی طرح ہوتا تھا۔ غرض ایک عالم کے لیے جتنی ضروری صفات ہیں وہ ان میں کافی موجود تھیں اور یہی وجہ ہے کہ ان کے مختلف النوع کمالات میں ان کے علمی کمالات کو بھی جگہ دینا لازمی ہے''۔ (بہادر خاں مرحوم ایک عالم کی حیثیت سے : اخبار تنظیم قائد ملت نمبر)

''علم وفضل کچھ مدرسہ اور ڈگریوں پر منحصر نہیں ہے بلکہ عطیہ قدرت اور فیضانِ الٰہی ہے کہ انسان کدھر سے کدھر پہنچ جاتا ہے''۔ (قائد ملت بہادر خاں مرحوم مولوی محمد مظہر - روح ترقی رجب ۱۳۶۷ھ)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ نواب صاحب کے مطالعے، علمیت اور اکتساب کے تعلق سے اپنے مخصوص عالمانہ انداز میں تحریر فرماتے ہیں :

''نواب مرحوم بہت ذکی اور عمدہ حافظہ کے مالک تھے، والد کی وفات اور خانگی مشاغل نے بھی امتحانی تعلیم کا موقعہ نہ دیا۔ لیکن مطالعہ کا بڑا شوق تھا اور اسی مطالعہ نے رسمی تعلیم کی کمی کی تلافی کر دی تھی۔ دستوریات وغیرہ کے ادق مسائل پر ابتداءً وہ حقیقت میں کورے تھے لیکن فرقہ واری سیاسی سمجھوتوں کی محفلوں نے چند ہی دنوں میں ان میں اور کہنہ مشق نظریات دانوں میں معلومات کی حد تک کوئی فرق نہ رکھا۔

انگریزی دور میں کشمیر کی جو دستوری حیثیت مسلمہ تھی، اس کے خلاف انھوں نے ایک

www.taemeernews.com

ذہانت آمیز نکتہ پیدا کیا اور ایک مرتبہ سر شاہ سلیمان جیسی شخصیت سے (جو فڈرل کورٹ کے نامور جج تھے) اس پر بحث ہی نہیں حجت کی۔ شاہ سلیمان مرحوم کو آخر میں یہ کہنا پڑا کہ نواب آپ کا استدلال اچھوتا اور دلچسپ ہے۔ فی الوقت میں آپ کا ہمنوا ہو گیا ہوں لیکن مزید غور کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔

عالم اسلام کے ایک طویل سفر نے بھی ان میں کافی وسعتِ نظر پیدا کر دی تھی''۔

(دکن کی ایک کثیر جہتی شخصیت از ڈاکٹر محمد حمید اللہ صفحہ ۵ روح ترقی رجب ۱۳۶۷ھ)

جاگیر کی ابتدائی تنظیم کے زمانے میں نواب صاحب کو مہینوں جاگیر میں رہنا پڑا۔ بھائیوں (ماندور خاں، دولت خاں) کو اس بات پر حیرت ہوتی تھی کہ نواب صاحب مہینوں گاؤں میں کس طرح سکونت پذیر ہوتے ہیں :

''دونوں بھائیوں کو حیرت ہے کہ اس تنہائی کے مقام پر جہاں کوئی انیس و جلیس نہیں، میں دو دو تین تین ماہ کس طرح رہتا ہوں۔ میں نے کہا تم کو نظر نہ آتے ہوں تو ایک بات ہے ورنہ میرے ساتھ تو ہر وقت دُنیا کے منتخب لوگ موجود رہتے ہیں۔ مثلاً شبلی، حالی، نذیر احمد، آزاد، سدرشن، ابوالکلام، سید سلیمان ندوی، مسٹر آرتھر، کانٹس، ڈائل، ماس بیلزاک، براؤن، وکسٹر، ہیوگو وہ تو اس وقت بھی میرے ساتھ موجود ہیں۔ ہر شخص میرے لیے علاحدہ علاحدہ دلچسپی فراہم کرتا ہے''۔ (بہادر یار جنگ کی ڈائری صفحہ ۱۱۲)

ایک جہاں دیدہ انسان، صاحبِ طرز ادیب خواجہ حسن نظامی سے بہادر خاں کی ملاقات پہلی بار ۱۶/ جولائی ۱۹۲۳ء کو ہوئی جب ان کی عمر صرف ۱۸ سال تھی۔ اس ملاقات کا ذکر خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''نواب نصیب یاور جنگ کے صاحبزادے بہادر خاں صاحب ملنے آئے یہ بڑے ذی علم، پر جوش، دین دار اور دانش مند صاحبزادے ہیں۔ اسلامی درد رگ رگ میں بھرا ہوا ہے''۔

(درویش دلی ۱۵/ اگست ۱۹۲۳ء جلد ۳۰)

کتنی حیرت کا مقام ہے کہ ۱۸ سالہ نواب زادے کے بارے میں خواجہ صاحب تحریر فرماتے ہیں :

www.taemeernews.com

''یہ بڑے ذی علم صاحبزادے ہیں۔نوعمری سے ہر عالم، ہر عاقل، ہر دانش مند سے اپنے علم وعقل کی داد پائی''۔اتنے وسیع مطالعہ اور علمیت کے باوجود ان کا خیال تھا کہ :

''میری قابلیت علمی چاہے علومِ دینیہ والسنہ مشرقیہ سے متعلق ہو، چاہے علومِ جدید مغربیہ کی نسبت، بہت سطحی اور صرف بقدرِ ضرورت ہے''۔

نواب صاحب کا ایک مضمون ''میں مطالعہ کس طرح کرتا تھا'' سید علی شبیر ہاشمی کی خواہش پر نواب صاحب نے قلم بند فرمایا تھا (جو ''ہماری کتابیں'' شمارہ اگست ۱۹۴۲ء جلد ۱، ۳) میں شائع ہوا۔

نواب صاحب کے مطالعے کے بارے میں یہ مضمون ایک اہم حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔

میں مطالعہ کس طرح کرتا تھا

''میری حالت ان نوجوانوں سے مختلف نہ تھی جو ابتدائی درسی کتابوں سے فارغ ہو کر عام مطالعہ کی ابتدا کرتے ہیں۔اس عمر میں جب کہ دماغی صلاحیتیں پوری طرح اُبھری ہوئی نہیں ہوتیں اچھی اور بری کتاب کی تمیز بہت کم ہوتی ہے۔قصص اور حکایاتِ مبتدی کی توجہ کو جلد اپنی طرف پھیر لیتے ہیں۔میرے مطالعہ کی ابتدا بھی حکایات وقصص سے ہوئی۔مدرسہ اور گھر پر اساتذہ کی گرفت سے چھوٹنے کے بعد جو اوقات فرصت مل جاتے وہ زیادہ تر کسی ناول یا افسانہ کی نظر ہو جایا کرتے تھے۔کھیل کود سے مجھے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی۔یا سچی بات یہ ہے کہ کھیل کود کے قابل ہی نہیں بنایا گیا تھا۔قد کی بلندی نے اب اعضاء میں تھوڑا تناسب پیدا کر دیا ہے۔ورنہ اپنی عنفوان شباب کی تصویر دیکھتا ہوں تو موجودہ متحارب اقوام کے بنائے ہوئے کسی آتش افروز بم کی تشبیہ زیادہ صحیح معلوم ہوتی ہے۔چار قدم چلتا تھا تو ہانپنے لگتا تھا اور کھیلنے کے بجائے خود دوسروں کے لیے تماشہ بن جاتا تھا۔اس لیے میری زندگی کا عملی دستور ''اگر خواہی سلامت بر کنار ست'' تھا نگاہیں کبھی کھیلتے ہوئے احباب پر پڑتی تھی اور کبھی صفحات کتاب کے میدان میں دوڑنے لگتی تھیں اور جب پلے گراؤنڈ سے اُٹھ کر گاڑی میں سوار ہوتا تو مدرسہ سے گھر پہنچنے تک ناول کے ایک دو باب ضرور ختم ہو جاتے تھے۔رفتہ رفتہ اس شوق نے جنون کی شکل اختیار کر لی۔میوہ خوری کے نام سے جو کچھ ملتا وہ کتابوں کی نذر ہو جاتا۔اتالیق سمجھا کر تھک جاتے اور ناشتے کے دسترخوان پر بھی ہمارے ہاتھ سے کتاب نہ چھوٹا کرتی تھی۔عمر جیسے جیسے بڑھتی گئی یہ جنون ویسے ویسے اعتدال پر آتا

www.taemeernews.com

گیا۔ایک طرف موضوع مطالعہ میں تبدیلی ہوئی اور افسانوں اور حکایات کی بجائے سوانح عمری اور سیرت کا مطالعہ شروع ہوا اور مطالعہ کے اوقات معین و متعین ہونے لگے۔

بیسویں صدی عیسوی کے ہر نوجوان کی طرح شاعری کا خبط شعور کی ابتدا کے ساتھ پیدا ہو چکا تھا اور شوق شعر گوئی نے شعراء کے تذکروں اور دواوین کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔آج اپنے کلام کا پرانا نمونہ سامنے آجاتا ہے تو بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے۔لیکن آج سے (۲۵) برس قبل ہم اپنے آپ کو غالبؔ اور ذوقؔ سے کچھ زیادہ نہیں تو کم بھی نہ سمجھتے تھے۔ ہماری شعر گوئی اور مطالعہ دواوین کا سب سے اچھا وقت صبح کے ابتدائی لمحات ہوا کرتے تھے۔لیکن جیسے جیسے ادب نے ایک معیاری کیفیت پیدا کی تو خود بخود یہ احساس ہونے لگا کہ شاعر پیدا ہوتا ہے بنتا نہیں اور ہماری میز سے ہٹ کر دواوین الماریوں کی زینت بنتے گئے۔اور بانگِ درا کے سوا میز پر کچھ باقی نہیں رہا۔آخری دور میں اگر کسی کے کلام نے اقبالؔ کے کلام کا ساتھ دیا تو وہ مولوی روم کی مثنوی اور سعدی کی گلستاں تھی۔

مطالعہ کا طریقہ یہ تھا کہ ایک پنسل ہاتھ میں اور ایک نوٹ بک جیب میں ہوتی۔میرے کتاب خانے میں مشکل سے کوئی کتاب ہوگی جس پر تاریخ ابتدا اور انتہائے مطالعہ درج نہ ہو جو فقرے ادبی، تاریخی یا کسی اور حیثیت سے پسندیدہ ہوتا اس پر یا تو کتاب ہی میں نشان لگا دیا جاتا اور بار بار اس پر نظر ڈالی جاتی یا پھر نوٹ بک پر درج کر لیا جاتا اور اس کو یاد کرنے کی کوشش کی جاتی والد مرحوم کی خدمت میں شمالی ہند کے اکثر اصحاب تشریف لایا کرتے تھے، ان کی گفتگو سن کر اپنی زبان کے نقائص کا احساس بڑھتا گیا۔نتیجہ سب سے زیادہ توجہ زبان کی درستی پر مرکوز رہی۔کوئی اچھی ترکیب سے کوئی نئی تشبیہ کوئی انوکھا استعارہ نظر سے گزرتا تو سب سے بڑی فکر یہ دامن گیر ہو جاتی تھی کہ اس کو جلد سے جلد صحیح طریقے پر اپنی گفتگو میں استعمال کر لیا جائے۔ابتداءً یہ تمنا صرف جذبہ خود نمائی کا نتیجہ تھی لیکن بعد میں ثابت ہوا کہ حافظہ کسی بات کو اس وقت تک صحیح طور پر محفوظ نہیں رکھ سکتا، جب تک ایک مرتبہ زبان یا قلم اس کو استعمال نہ کرے آج اپنی زندگی میں اپنی اس ابتدائی عادت کے نتائج کو پوری طرح کارفرما دیکھتا ہوں۔اس عادت نے رفتہ رفتہ شدت اختیار کر لی تھی کہ میں اچھے ادیبوں کے کئی کئی فقرے بے تکلف اور بلا کسی کم و بیش کے استعمال کرتا

www.taemeernews.com

تھا اور یہی میری زبان کی درستی کا سب سے بڑا آلہ ثابت ہوا۔

جب ہم اپنے گھر میں جوان اور بڑے سمجھے جانے لگے تو ہماری بیٹھک کے کمرے الگ کر دیئے گئے تھے اور احباب کی محفلیں جمنے لگی تھیں۔ لغویات سے فطرتاً نفرت تھی۔ علم و ادب زندگی کا سب سے دلچسپ مشغلہ بن گئے تھے۔ ابتداءً محض تفریح کے طور پر میں نے اپنے احباب کے ساتھ مل کر مطالعہ کرنا شروع کیا۔ یعنی یہ ہوتا کہ الہلال، ہمایوں، ہزار داستان، معارف، زمانہ یا کوئی اور معیاری ادبی و علمی رسالہ یا کوئی اچھی کتاب کسی ایک صاحب کے ہاتھ میں ہوتی اور اکثر میں ہی قاری کی خدمت انجام دیا کرتا۔ ایک ایک فقرے پر ہم اکٹھے خیال آرائیاں ہوتیں اختلاف و اتفاق ہوتا۔ بحث و تکرار ہوتی اور یہ بحث دماغ کے صفحہ پر خیالات کے کبھی نہ مٹنے والے تسامات کا باعث بنتی۔ تجربے نے بتلایا کہ خاموش اور انفرادی مطالعہ سے یہ مشترک مطالعہ کا طریقہ زیادہ مفید اور زیادہ کارآمد ہے جب سیر و تراجم تذکرہ و تاریخ سے آگے بڑھ کر ذوق مطالعہ نے ٹھوس اور سنجیدہ فلسفیانہ و سیاسی، اخلاقی و مذہبی علوم کی طرف توجہ کی تو ایک اور طریقے نے مجھے بہت فائدہ پہنچایا۔ فلسفہ اور علم کلام یا مذہب و سیاست کے کوئی مقامات اگر سمجھ میں نہ آتے تو میں ان کو اپنی اس چھوٹی نوٹ بک میں جو میرے جیب کا مستقل سرمایہ بن گئی تھی، نوٹ کر لیا کرتا اور جن بزرگوں کی نظر ان علوم پر میرے نزدیک عمیق تھی ان سے ملاقات کے جلد سے جلد مواقع تلاش کرتا اور ان سے ان اشکال کو حل کرنے کی کوشش کرتا۔ آج اپنے ان لمحات کو اپنی حیات گزشتہ کا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتا ہوں۔ لوگ صرف کتاب پڑھنے کو مطالعہ سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک کسی کے مطالعہ کا مطالعہ یہی سب سے اچھا مطالعہ ہے۔ جب والد مرحوم کے انتقال کی وجہ سے اٹھارہ برس کی ابتدائی عمر ہی میں میرے سر پر گھر کی ساری ذمہ داریوں کا بوجھ پڑ گیا اور مدرسہ کی تعلیم ناقص حالت میں ختم ہوگئی۔ تو میرے مطالعہ کا سب سے بہترین طریقہ یہ تھا کہ جن لوگوں نے مختلف اصناف علم میں زیادہ سے زیادہ مطالعہ کیا ہو ان کو اپنے اطراف جمع کر لوں یا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں اور ان کی عمر بھر کے مطالعہ کا نچوڑ ان سے سنوں اور پھر کانوں کے ذریعہ اس کا مطالعہ کروں، اسی تمنا نے آوارہ گردی و صحرانوردی پر آمادہ کیا۔ مصر و شام، عراق، ترکیہ، ایران و افغانستان کی مشکل سے کوئی اہم ہستی ایسی ہوگی جس سے شرف تقرب کی کوشش نہ

www.taemeernews.com

کی ہو اور آج اپنے قلب اور دماغ کو ان کے مطالعہ کے نتائج کا مرہونِ منت پاتا ہوں۔

لوگ اوراقِ کاغذ کے مجموعے کو اُلٹنے اور اس پر لکھی ہوئی سیاہ لکیروں کو پڑھنے کا نام مطالعہ سمجھتے ہیں۔ میرے پیش نظر ہمیشہ سے ایک اور کتاب رہی ہے جس کے صرف دو ورق ہے لیکن جس میں سب کچھ ہے اور یہ کتاب صحیفہ کائنات ہے۔ آسمان اور زمین کے ان دو اوراق کے درمیان مہر و ماہ، کواکب و سیارات، شفق، قوس قزح، ابر و باد، کوہ صحرا، سمندر و ریگستان نے ایسے ایسے خطوط کھینچے ہیں جن میں فکر کرنے والی نگاہ اپنے لیے سب کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ مجھے اس کتاب کی طرف آذر کے بیٹے نے متوجہ کر دیا جس نے ڈوبتے ہوئے تاروں اور غروب ہوتے ہوئے چاند اور سورج کو دیکھ کر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ کہا اور فاطر السّمٰوٰت والارض کا پتہ چلایا تھا۔ میری اس خیال کی تصدیق حرا کے بیٹھنے والے نے بھی کی اور یہی دو مجھے اس مطالعہ کی طرف متوجہ کرنے کا باعث ہوئے اور یہ پہچاننے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ کس طرح دُنیا میں اُگنے والے درختوں کا ہر ورق معارفِ کردگار کا ایک دفتر ہے۔

آہ دُنیا بدل گئی، فرصت کے وہ رات دن اب خود میرے لیے افسانہ بن گئے۔ اب ان کو جی ڈھونڈتا ہے مگر پا نہیں سکتا۔ قوم و ملت کی جو ذمہ داریاں ہم نے ابتداءً اوقات فرصت کو صرف کرنے کے لیے اپنی مرضی سے قبول کی تھی، اپنی زندگی کے سارے لمحات پر مسلط ہو گئیں۔ کتاب سامنے آتی ہے تو تنگیٔ وقت کا تصور آہ بن کر زبان سے نکلتا ہے اخبار ہی پڑھنے سے فرصت نہیں کتاب کا ذکر کیا۔ اب کتاب پڑھنے کی سب سے اچھی جگہ ریل گاڑی کا ڈبہ ہے اور سفر کی وہ منزلیں جو طے ہونے سے رہ جائیں جب سفر پر جاتا ہوں تو سامان کے صندوق کے ساتھ ان کتابوں کا ایک ڈبہ ہوتا ہے جن کو اس عرصہ میں پڑھنے کے قابل سمجھ کر جمع کر لیا ہوں اور غنیمت سمجھتا ہوں کہ زندگی کے گزرتے ہوئے لمحات کی یاد سفر کے ان اوقات میں تازہ ہو جاتی ہے۔

''حقیقت یہ ہے کہ انھیں خداوندان مکتب سے پالا نہیں پڑا تھا اور صرف استادِ ازل ہی کے سامنے انھوں نے زانوئے ادب کو تہہ کیا تھا۔ حسن معنیٰ کو مشاطگی کی ضرورت نہ تھی۔ فطرت نے خود بخود اس ''لالے'' کی حنا بندی کر دی تھی وہ صرف کتاب خواں ہی نہیں ''صاحب کتاب'' بھی تھا''۔ (ہمارا قائد مولوی محمد احمد خاں صفحہ ۱۴۷)

www.taemeernews.com

مضمون نگاری

ہائی اسکول میں میٹرک میں جس وقت نواب صاحب زیرِ تعلیم تھے، ان ہی دنوں ان کا ادبی شعور منزل آشنا ہو چکا تھا (اس وقت وہ اپنی درس گاہ کی انجمن جو خود نواب صاحب کی بناء کردہ تھی، ندوۃ طلبہ کے صدر تھے)۔

اس دوران والد کے انتقال کے باعث ترکِ تعلیم کر کے وارثِ جاگیر نواب نصیب یاور جنگ کی حیثیت سے اپنی جاگیر کے معاملات کی یکسوئی اور انتظامِ جاگیر کے معاملات میں مصروف ہو گئے تو اس انتہائی پریشانی اور خانگی مصروفیت کی کثرت کے باوجود ان کی تعلیم اور مطالعہ کا شوق اور علمی، ادبی و مذہبی ذوق کا سلسلہ منقطع نہ ہو سکا۔ اس دوران ان کی علمی و ادبی شخصیت منظر بہ منظر سامنے آتی گئی۔

نواب صاحب کا کلام اور ان کے اکثر مضامین ان کے اوائل عمری ہی میں انھوں نے لکھے۔ ان مضامین کے موضوعات مذہبی تھے۔ ہمارے پیش نظر جو مضامین ہیں (یعنی جو دستیاب ہو سکے) ان کی تعداد چھ سے زیادہ نہیں ہے۔ نواب صاحب کی مضمون نگاری کا یہ دور اول ہے۔

۱۸ سال کی عمر میں نواب صاحب کا ایک مضمون طبقہ مہدویہ کے ایک معیاری رسالے ''المصدق'' میں دو قسطوں (نومبر، ڈسمبر ۱۹۲۳ء کے پرچوں میں صفحہ ۲۱ تا ۲۴ پر اور صفحہ ۲۳ تا ۲۸ پر) میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا :

''حضرت بندگی میاں سید محمود ثانی مہدیؑ''

نواب صاحب کا دوسرا مضمون اسی رسالے میں (صفحہ ۱۵ تا ۲۱) جون ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا۔ جب آپ کی عمر ۲۷ سال تھی۔ مضمون کا عنوان ''عبادت'' تھا۔

۱۹۳۶ء میں خواجہ حسن نظامی کے رسالے ''منادی'' میں مہدویہ فرقہ کے اُصول اور حالات کے زیرِ عنوان منادی کے سالنامہ میں نواب صاحب کے (صفحہ ۳۱۵ و ۳۱۶) مضمون کی

www.taemeernews.com

اشاعت عمل میں آئی۔

اس طرح ''اصلاحِ ملت''، ''عقدِ بیوگان'' کے زیرعنوان نواب صاحب کے مذہبی اور اصلاحی مضامین جو ابتدائی دور میں شائع ہوئے، وہ ان کی مضمون نگاری کا دور اول ہے۔

لیکن اس ۱۸ سے ۲۵ سال تک کی عمر کے ہر مضمون کا ہر لفظ مضمون نگار کی عمر کو چھپاتا اور اس کی فکر، اس کے وسیع مطالعے، اس کی طرزِ نگارش کی پڑھنے والے سے داد حاصل کرتا ہے۔ دورِ اول کے مضمون ''عبادت'' کے اقتباسات سے اس دعویٰ کی دلیل ملتی ہے۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں :

''علماء تاریخ نے معبود کے تخیل کے جو ادوار قائم کیے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب انسان تہذیب و تمدن سے ناواقف اور علم و معرفت سے ناآراستہ دُنیا کے اَن گنت اور لاتعداد و تحصی وحشی جانوروں کے درمیان درختوں کے پھل کھانے والے اور ان کی نرم جڑوں کو چبانے والے دوپائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا تھا اور جب کہ آدم کی آسمانی معلومات کے چشمے خشک ہونے لگے تھے اور ایک خدا کے تخیل کو اس نے بھلا دیا تھا، اس وقت دو ہی چیزیں اس کی گردن کو اپنی طرف جھکا سکتی تھیں اور اس کے معبود کا درجہ حاصل کر سکتی تھیں۔ ایک وہ جن سے وہ ڈرتا تھا خوف کھاتا تھا اور ان کی اذیت رسانی سے محفوظ رہنا چاہتا تھا۔ دوسری وہ جن سے اس کی اپنی حیاتِ مستعار میں کچھ تمنائیں وابستہ تھیں جن پر اس کی اُمیدوں کا سہارا تھا اور جن سے وہ کامیابی اور کامرانی کی آرزو رکھتا تھا۔ اسی نظریہ نے ایک طرف دہکتے آفتاب، کڑکتے بادلوں، چمکتی بجلیوں اور ڈستے سانپوں کو اس کا خدا بنا دیا، دوسری طرف دودھ دیتی گائے، کھیتوں کو سرسبز کرنے والے دریا اور اس کے لیے سایہ اور میوہ فراہم کرنے والے درخت اس کی جبہ سائی کا ٹھکانہ بن گئے۔

اب وہ وقت آگیا تھا کہ غلط اور گمراہی کے سارے پردے چاک کردیئے جائیں۔ اندھی اور کمزور انسانی آنکھوں میں خدا کے آخری پیغام کی سلائی پھیر دی جائے اور پوجے جانے کے قابل ایک اپنے سب سے آخری رسول کے ذریعہ شرک کے سارے مندروں کو توڑ کر اس طرح صاف صاف سامنے آجائے کہ نہ صفات کے تعین میں اعضاء انسانی کے اضافوں کی

www.taemeernews.com

ضرورت ہواور نہ قدر خیرہ وشرہ کے لیے دو متضاد طاقتوں کی طرف رجوع کرنا پڑے نہ خالق کے سوائے محی و ممیت جدا جدا پیدا کیے جائیں، نہ یونانیوں کی طرح ہر صفت کے لیے ایک علاحدہ بت تراشا جائے۔اب بتادیا گیا اور جتادیا گیا کہ ایک ہی طاقت ہے جو پیدا بھی کرتی ہے اور سنوارتی بھی ہے۔قائم بھی رکھتی ہے اور فنا بھی کردیتی ہے۔انسانوں کی آنکھوں جیسی آنکھوں کے بغیر قلوب کی گہرائیوں میں دیکھتی بھی ہے اور انسانی کانوں جیسے کانوں کے بغیر نفس کی آواز بھی سنتی ہے۔صرف ایک جملہ کہہ کر قرآن نے سارے مشرکین کی زبانوں پر مہر لگادی لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ عدالت وکوتوالی کے موجودہ ترقی یافتہ نظام اعضاء و جوارح انسانی کے اعتدال واصلاح کا کام کرسکتے ہیں کوتوال کا کوڑا اور سپہ سالار کی تلوار انسان کے ظاہر کو پاکیزہ بنا سکتی ہے، وہ جس کی موجودگی کا خیال جس کی ہر وقت دیکھنے والی آنکھوں کا تصور جس کے ہر وقت اور ہر آواز کو سننے والے کانوں کا یقین ایک بھٹکے ہوئے قلب کی رات کی تاریکیوں میں تنہائی کے لمحوں میں مشید قلعوں کے درمیان گناہوں سے حفاظت اور سیدھے راستے کی طرف رہبری کرسکتا ہے، وہ صرف ایک خدا کا تخیل ہے۔اس کے سامنے اپنے سارے ارادوں کو ہیچ اپنی ساری قوتوں کو ناچیز اپنی ساری کاوشوں کو بے اثر سمجھ کر اپنی گردن طاعت کو ختم کردینے اور اس کی مرضی میں اپنی مرضی کو شامل کردینے کا نام عبادت ہے''۔

دور دوم کے مضامین میں ''علامہ بحرالعلوم شمسیؔ شاعری'' فطرتِ کائنات اور دیگر چند مضامین شامل ہیں۔

ان مضامین نثر پر نظم کا گمان ہوتا ہے۔ ملک کے نامور ادیب اور اسلامیات کے ماہر مولانا سلیمان ندوی نے بالکل سچ فرمایا کہ ''ان کی نثر شاعری کا نمونہ ہوتی تھی اور یہ رنگ آخری دور کی تحریروں تک اسی انداز میں اپنا رنگ جماتا رہا''۔

جس بانکپن سے نثر کی وہ نوک و پلک سنوارتے ہیں اس کا اندازہ ان کے مضمون ''فطرتِ کائنات'' سے پیش کردہ ان اقتباسات سے ہوتا ہے :

''دُنیا میں جب نگاہیں دیکھنے کے قابل، کان سننے کے لائق اور دل سمجھنے کے خوگر بنے تو سب سے پہلی چیز جس کا انسان نے مشاہدہ کیا، اور اس کی سمجھ میں آئی وہ اشیاء کا ربط باہمی اور ان

www.taemeernews.com

کی مرکزیت تھی ۔ مجھے اس کے ذہن پر رشک آتا ہے جو شہر کی گھما گھمی اور شور و پکار سے دور کسی گاتی ہوئی ندی کے کنارے اُونچی چٹان پر بیٹھا ہوا گھنے درخت کے پیچھے غروب ہوتے ہوئے سورج کا نظارہ کر رہا ہے ۔ درخت کے اَن گنت پتے، مشامِ روح کو معطر کرتے ہوئے پھول، ٹیڑھی بانکی، لیکن حسنِ جمالیات کو دعوتِ نظارہ دینے والی شاخیں، دیکھنے والا محو ہو جاتا ہے لیکن اس کی فکر فوراً اس کو غلطی سے بچاتی ہے۔ پھول پتے اور شاخ کی طرف سے اس کی نگاہ کو ہٹا کر درخت کی جڑوں کی طرف متوجہ کر دیتی ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ اگر کسی نے اس جڑ کو قطع کر دیا تو ڈالیوں کی یہ شادابی، پتوں کا یہ نکھار، پھولوں کی یہ شگفتگی کس طرح باقی رہے گی''۔

''ایک بہادر مسلمان کی موت'' کے زیرِ عنوان علامہ سلیمان ندوی نے تحریر فرمایا تھا :

''شاعری وہ نہیں کرتے مگر ان کی نثر شاعری کا نمونہ ہوتی تھی''۔

اس کی تصدیق نواب صاحب کے مضمون بعنوان ''شاعری'' کے ہر لفظ، ہر سطر اور ہر جملے سے ہوتی ہے :

''اس دن کرۂ ارض میں شادیانے بجے ہوں گے اور سمع انسانی نے خوشیاں منائی ہوں گی جب کہ فرزندِ آدم کی زبان سے پہلی مرتبہ کلامِ موزوں نکلا ہوگا۔ تاریخ ساکت ہے اور ہمارا علم تہی دامن کہ اس کلامِ موزوں کا موضوع کیا ہوگا۔ وہ جذباتِ عشق و محبت تھے یا نفرت و عداوت و ہجو غیر تھی یا ستائش خویش، پستی کا احساس تھا یا عظمت و شان کا اظہار۔ لیکن اگر شاعری کسی وجدانی کیفیت کا نام ہے تو ہم کم از کم اتنا ضرور کہہ سکتے ہیں کہ اس کلامِ موزوں کے اتباع کرنے والوں کو ''غاوٗن'' کا لقب ملا ہوگا خدا نے ام الکتاب میں سب سے پہلے اپنی صفات الوہیت و رحمت کا ذکر کیا ہے، کیا تعجب ہے کہ اس اشرف المخلوقات نے رب الرحیم کے جذبہ ہائے حسن و جمال سے سب سے پہلے تاثر قبول کیا اور اس کی حمد و ثنا میں زبان کھولی ہو۔ وہی شعر جو داؤد کی زبان سے نکل کر رشکِ صد ہزار عبادت ہو جاتا تھا۔ امراء القیس کے ناپاک جذبات کا حامل بن کر سمع حق شنو کے لیے بار ہونے لگا۔ شاعر، فطرت و قدرت کا وہ شاگردِ رشید جس کی عقل پردوں کو اُٹھاتی، جس کی آنکھیں اسرار کو دیکھتی اور جس کی زبان حقیقتوں کو مجاز کی صورت میں ہمارے آگے پیش کر دیتی ہے۔

www.taemeernews.com

کیا ہم نہیں جانتے کہ اس کی رزمیہ نظمیں خرمن امن کے لیے برقِ سوزاں ہوتی تھیں اور اس کے محبت سے بھرے ہوئے اشعار ٹوٹے ہوئے دلوں کے لیے آہنی زنجیر، کیا پست اور گری ہوئی قوموں کی رفعت و بلندی کے اسباب میں آپ شاعر کے قلم کو نہیں پاتے اور کیا غیرت وحمیت سے محروم ملل نے اس کے دل سے اُٹھتی ہوئی آوازوں سے خودشناسی وخودداری نہیں حاصل کی۔

اسلامی دُنیا میں جب تک خالد وعبیداللہ کی ضرورت تھی حسان بن ثابت اور خنساء جیسے شاعر پیدا ہوئے۔ لیکن جب بنی اُمیہ کے عیش پسند اور بنی عباس کے عشرت دوست درباروں نے اپنا رنگ بدلا تو شاعری اس کے اثر سے مغلوب ہوگئی۔ سلاجقہ اور سلاطین مغلیہ کے دربار میں پہنچ کر اس میں گل وبلبل اور مژگان وکاکل کے سوا کچھ باقی نہ رہا تھا۔ بہادر شاہ سے دلی چھوٹ رہی تھی لیکن ایک مردہ قوم کا مردہ بادشاہ لوہے کے تیر اور فولاد کی تلوار کے بجائے مژگان وابرو کی مشق میں مشغول تھا۔ ہشام ابن عبدالملک اور مامون الرشید جلال الدین ملک شاہ سلجوقی اور اکبر کا زمانہ ہوتا تو شاید ہم بھی اس مذاقِ شاعری کی ثناء کرتے کہ جنگ وجدل اور کارزار وعمل کے بعد یہ اندازِ شاعری ایک گونہ تسکین خاطر کا باعث ہوتا لیکن کیا آج اور اس زمانے میں مشرق اور خصوصاً ہندوستان کی غلام قوموں کے لیے اسی شاعری کی ضرورت ہے؟ کہ اُمیدِ وصل میں دم توڑیں اور شبِ ہجر کا دامن تلاش کریں؟ آج بزمِ نشاط کی زینت درکار نہیں ہے، میدانِ رزم وحریت کا ولولہ مطلوب ہے''۔

تیسرے دور کی مضمون نگاری میں : ۱) حیدرآباد اور گھریلو صنعتیں ۲) میں مطالعہ کس طرح کرتا تھا ۳) مہاراجہ کرشن پرشاد پر بعنوان : ''آں قدح بشکست وآں ساقی نماند'' اور دیگر دو چار مضامین کے علاوہ وہ نو شاہکار خطبات ہیں جو بمبئی میں منعقدہ میلاد کے جلسے کے علاوہ جشن سیزدہ صد سالہ صدی کانفرنس اتحادالمسلمین کے صدر کی حیثیت سے ۵ خطبات اور مہدویہ کانفرنس کے ۲ خطبات شامل ہیں، جو یادگار حیثیت کے حامل ہیں۔ علاوہ ازیں رائے، تقریظ، تاثرات، تعارف اور پیام کی صورت میں بھی نواب صاحب کی تحریریں صفحہ قرطاس کو زینت بخشتی رہیں۔

۲۸، ۲۹ سال کی عمر سے ان کی قومی مصروفیات نے انھیں مضمون نگاری کی فرصت نہ دی۔

www.taemeernews.com

اخبارات ورسائل کی جانب سے اصرار ہوتا تو جواب میں تحریر فرمادیتے :

''مضامین لکھنا بہت دشوار ہے کیوں کہ آج کل سانس لینے کی بھی فرصت مشکل سے ملتی ہے۔ پھر بھی انشاءاللہ کوشش کروں گا''۔ (۲۳/مارچ ۱۹۳۸ء مدیر رسالہ زبدۃ الملک چمن پٹن)

البتہ بیانات، پیامات، تقریظ، رائے اور تاثرات کا سلسلہ دمِ آخر تک جاری رہا۔

نواب صاحب کے تیسرے دور کی تحریروں میں ان کی ادیبانہ طرزِ نگارش اور خطیبانہ طرزِ ادا کے خوش گوار امتزاج سے ان کی نثر کی رعنائی اور دلبری میں چار چاند لگ گئے۔

ان کی تحریروں میں جہاں جگہ جگہ ادبی بصیرت سر اُبھارتی ہے وہیں ادبی مسرت بھی مسکراتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔

انھیں کسی موضوع پر قلم اُٹھانے سے پہلے اہتمام کی ضرورت ہوتی، نہ لکھنے کے بعد نظرثانی کی۔

جناب جعفراللہ حسینی صاحب جعفری مدیر ''معین'' خلف حضرت ضرغام ''مسدس اتحادالمسلمین'' پر نواب صاحب کی رائے لکھوانے کے لیے بیت الامت آئے۔ نواب صاحب باہر جانے کے لیے دیوڑھی سے نکل رہے تھے۔ جعفری صاحب پر نظر پڑی، پوچھا، فرمایئے جعفری صاحب۔ جعفری صاحب نے عرضِ مدعا کیا۔ مسدس اتحادالمسلمین کا مسودہ کھڑے کھڑے پڑھ ڈالا۔ کاغذ طلب کیا اور قلم برداشتہ تحریر فرمادیا :

''تاریخ عالم شاہد ہے کہ انقلاب اُمم میں خطیب کی زبان، مجاہد کی تلوار اور مدبر کے دماغ کے ساتھ ساتھ شاعر کا قلم بھی کام کرتا رہا ہے۔ شاعر اپنے فکر و تعمل کا نچوڑ چند منظوم الفاظ میں کاغذ پر مرتسم کردیتا ہے اور وہی چند الفاظ روحِ عمل اور حیاتِ ملل بن جاتے ہیں۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو قدرت کے اس عطیہ کو الہ نشاط بنانے کی بجائے سببِ حیات بنالیتے ہیں''۔

قطع نظر ان مضامین کے جن کا تذکرہ کیا گیا نواب صاحب کی قومی وملی مصروفیتوں کے دور میں جو خطبات مجلس اتحادالمسلمین کے سالانہ جلسوں کے علاوہ دیگر مذہبی وعلمی اجتماعات میں نواب صاحب نے پڑھے، وہ خطبات انشاء پردازی کا اعلیٰ نمونہ اور ادب کا شاہکار ہیں۔ ان خطبات سے چند اقتباسات قارئین کی دلچسپی کے لیے پیش خدمت ہیں :

www.taemeernews.com

''ساڑھے چار سال کی طویل مدت گزر جانے کے باوجود لیبی جنگ کی عشوہ طرازیوں میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ شمالی افریقہ میں اس کی کمر پر کاری ضرب لگی، اٹلی میں اس کا ایک بازو ٹوٹا اور محاذِ روس پر اس کا دوسرا بازو مجروح ہو رہا ہے لیکن جنگ کی سخت جاں دیوی کے انداز و ادا آج بھی عالم آشوب ہیں۔ جب تک ٹوکیو میں اس کے دل کی دھڑکنیں منظم ہیں اور برلن میں اس کا دماغ کارفرما، دُنیا اس کی خون آشامیوں سے نجات پاتی نظر نہیں آتی''۔

(خطبہ صدارت یکم جمادی الثانی ۱۳۶۲ھ م جولائی ۱۹۴۳ء)

جب خضر حیات خاں نے قائداعظم کے فیصلہ سے سرتابی کی تو اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے فرماتے ہیں :

''بنگال، سندھ اور سرحد کی کامیابیوں کا آفتاب پنجاب کے غبار آلود مطلع میں چھپا تھا۔ الحمدللہ کہ خضر نے اپنے ہاتھ سے آبِ حیات کا جام خود ہی پھینک کر اپنے آپ کو شریکِ قسمتِ سکندر کرلیا''۔

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور نذرانۂ عقیدت کے پھول پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''وہ محمدؐ جو عبداللہ کے یتیم کی حیثیت سے خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے، وہ محمدؐ جن کو عبدالمطلب کے پوتے اور بعد ابوطالب کے بھتیجے کی حیثیت سے کوئی بھی کڑی نگاہوں سے نہ دیکھ سکتا تھا، وہ محمدؐ جن کے حرب فجار میں تیر چن چن کر نبرد آزماؤں کو دینے کی ادا مکہ والوں کے دل چھین چکی تھی، وہ محمدؐ جن کا تنصیبِ حجر اسود کا فیصلہ سرکشانِ قریش کو اسیر کمند محبت کر چکا تھا، وہ محمدؐ جن کی خوش معاملگی کا ڈنکا بازارِ عکاظ سے لے کر دمشق کے چوراہے تک بج چکا تھا، وہ محمدؐ جن کی صداقت کی قسم کھائی جاتی تھی، وہ محمدؐ جن کی امانت میں شبہ کرنا گناہ سمجھا جاتا تھا، جب خدا کے اس آخری پیغام کو ہٹانے کے لیے صفا کی چوٹیوں پر چڑھتے ہیں اور آلِ غالب کو آنے والے خطرات سے جو عذابِ الٰہی کی صورت میں نمودار ہوتے، ڈراتے ہیں تو تم نے دیکھا اور تاریخ نے شہادت دی کہ ان کے روئے انور پر مکہ کی خاک اُڑائی گئی، ان کے پائے نازک کی خار مغیلاں سے تواضع کی گئی، ان کی گردنِ اقدس پر اُونٹ کی غلاظت بھری اُوجھ رکھ دی گئی، خلیل و ذبیح کا وطن ان کے

www.taemeernews.com

پوتے پر تنگ کر دیا گیا، ان کے سر کے لیے انعام مقرر کیا گیا۔ کیا ان سب باتوں میں چشم بینا کے لیے روشنی اور قلبِ فہیم کے لیے سبق نہیں ہے کہ اس دُنیا میں حق وصداقت کا پیغام پہنچانا طاغوتی طاقتوں کو دعوتِ پیکار دینا ہے اور شیطان کی ذریات کو آمادہ جنگ کرنا ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنائے ہوئے حکم فَاصْدَعْ بِمَاتُؤْمَرُ کی تعمیل پر آمادۂ اشاعتِ پیغام الٰہی ہو جانے والو! یہ وہ راستہ نہیں ہے جس سے آبلہ پائی کے بغیر گزر جاؤ، یہ وہ لقمہ نہیں ہے جو حلقوم کو زخمی کیے بغیر ہضم ہو جائے، یہ وہ منزل نہیں ہے جو ہفت خوان کو طے کیے بغیر ہاتھ آ جائے۔ یہاں ترغیب کی سنہری زنجیریں ہیں اور ترہیب کی آہنی طاقتیں، کبھی مکہ کی ساری دولت ڈھیر کی جا رہی ہے۔ قریش کی ساری فہوشیں جمع کی جا رہی ہیں اور عرب کا تخت آراستہ کیا جا رہا ہے تو کبھی بدر کا بدلہ لینے کی قسمیں کھائی جا رہی ہیں، تلواریں صیقل ہو رہی ہیں، کبھی نیزوں کے پھل گھسے جا رہے ہیں اور تیروں کے پیکانِ آزمائے جا رہے ہیں۔ یہاں ان آہنی قدموں کی ضرورت ہے اور اس کوہِ صفت ارادے کی جو شمس وقمر کی تسخیر کو ٹھکرا دے، جو طوفانِ مصائب کے سامنے گردن تانے کھڑا ہو، جو پیشانی میں ذرہ کی کڑی چبھونے کے لیے تیار ہو جائے جو دانت ٹوٹنے پر مسکرا دے اور جو گھر بار لٹا کر شکر کرے''۔ (۳۱/ مئی ۱۹۳۸ء خطبہ آل انڈیا تبلیغ اسلام کانفرنس بمبئی)

رُوح کی پیاس ہے لفظوں سے کہاں بجھتی ہے

◆◆◆

www.taemeernews.com

شاعری

اوائل عمری سے نواب صاحب کو شعر و شاعری کا ستھرا ذوق تھا۔ خلقؔ تخلص فرماتے تھے۔ آپ کے اشعار فی البدیہہ ہوتے اور حیرت انگیز تیزی کے ساتھ شعر کہنے پر قادر تھے۔ اس خصوص میں ایک واقعہ قائدِ ملت کے رفیق مولوی عبدالرحمٰن سعید تحریر فرماتے ہیں :

'' کام کی مسلسل مصروفیت سے جو بار طبیعت پر ہوا کرتا تھا، اس کو دور کرنے کے لیے نواب صاحب مہینے میں ایک دو دفعہ تفریحاً باہر جایا کرتے تھے۔ ایسے ہی ایک موقعہ پر حمایت ساگر روانہ ہوئے۔ میں اور معین الدین صاحب فیضؔ ساتھ تھے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد طے ہوا کہ کسی مصرعہ طرح پر ہم تینوں غزل لکھیں۔ مصرع طرح غالبؔ کا مصرعہ ''جس دل پر ناز تھا وہ دل نہیں رہا'' دیا گیا۔ میں نے اور فیضؔ نے پانچ چھ اشعار کی غزلیں لکھیں، نواب صاحب بہت پر گو شاعر تھے انھوں نے سات آٹھ اشعار کی غزل کہی۔ افسوس ہے کہ وہ غزلیں میرے پاس محفوظ نہیں ہیں''۔

شعر و شاعری سے ان کی غیر معمولی دلچسپی کا یہ عالم تھا کہ متقدمین اور دورِ حاضر کے شعراء کے ہزاروں اُردو، فارسی اور عربی شعر نوکِ زبان تھے۔ جب کبھی طبیعت موزوں ہوتی وہ خود بھی شعر کہتے۔ بعض دفعہ ماحول خود ان سے شعر کہلواتا۔ نہ شعر کہنے سے پہلے اہتمام ہوتا، نہ بعد میں اس کی حفاظت کا خیال۔ وہ سیاسی گتھیوں کو سلجھانے اور قومی مسائل سے ان کی دلچسپی و انہماک کے باعث ان کی زندگی کا ہر لمحہ چوں کہ قوم کا سرمایہ تھا اس لیے انھیں بہت کم شعر کہنے کا موقعہ ملا۔ ویسے زیادہ کلام اوائل عمری ہی کا ہے۔ کیوں کہ عوامی زندگی کے باعث ان کی فرصت کے لمحات بھی ان کی مصروفیت ہی کے لمحات ہوا کرتے تھے۔ وہ خود فرماتے ہیں :

''میں بالارادہ اس جذبے کو دباتا ہوں۔ کیوں کہ شاعر بالعموم عمل سے دور ہوتے ہیں اور مجھے کچھ کام کرنا ہے''۔

www.taemeernews.com

پھر بھی جیسا یہ جذبہ قوی ہو نافی البدیہہ کچھ نہ کچھ کہہ جاتے۔ فرماتے تھے کہ :

''بالعموم میرا ذہن اس وقت شاعری کرنے لگتا ہے جب میں موٹر میں بیٹھا ہوتا ہوں۔ ورنہ اوراوقات میں تو اس کی فرصت بھی نہیں ملتی''۔

اپنی نوجوانی کے زمانے میں شعروشاعری سے اپنی دلچسپی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''بیسویں صدی عیسوی کے ہر نوجوان کی طرح شاعری کا خبط شعور کی ابتدا کے ساتھ پیدا ہو چکا تھا اور شوقِ شعر گوئی نے شعراء کے تذکروں اور دواوین کی طرف متوجہ کر دیا تھا۔ آج اپنے کلام کا پرانا نمونہ سامنے آجاتا ہے تو بے اختیار ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیلنے لگتی ہے۔ لیکن آج سے پچیس برس قبل ہم اپنے آپ کو غالبؔ اور ذوقؔ سے کچھ زیادہ نہیں تو کچھ کم بھی نہ سمجھتے تھے۔ ہماری شعر گوئی اور مطالعہ دواوین کا سب سے اچھا وقت صبح کے ابتدائی لمحات ہوا کرتے تھے۔ جیسے جیسے ادب نے ایک معیاری کیفیت پیدا کی تو خود بخود احساس ہونے لگا کہ شاعر پیدا ہوتا ہے بنتا نہیں اور ہماری میز سے ہٹ کر دواوین الماریوں کی زینت بن گئے۔ اور بانگِ درا کے سوا میز پر کچھ باقی نہیں رہا۔ آخری دور میں اگر کسی کے کلام نے اقبالؔ کے کلام کا ساتھ دیا تو وہ مولانا رومؔ کی مثنوی اور سعدیؔ کی گلستان تھی''۔

قائد ملت نے ویسے تو کئی سو شعر فرمائے ہیں لیکن ان کا کلام دستیاب نہ ہو سکا۔ جو کچھ کلام ان صفحات پر آپ کو ملے گا، یہ سرمایہ بڑی تلاش و جستجو کے بعد دستیاب ہو سکا۔ خلقؔ تخلص فرماتے تھے۔ وحید العصر مولوی سید نجم الدین صاحب المعیؔ کے شاگرد تھے۔

وحید العصر مولوی سید نجم الدین صاحب المعیؔ صاحب دیوان شاعر اور عالم دین تھے۔ علامہ شمسؔ کے خاص شاگردوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔

بہادر یار جنگ کا غیر مطبوعہ کلام
محمد بہادر خاں خلقؔ
یکے از تلامذہ وحید العصر سید نجم الدین صاحب المعیؔ

www.taemeernews.com

نعت شریف

رفعت شانِ احمدی

اے کہ ترے وجود پر خالق دوجہاں کو ناز
اے کہ ترا وجود تھا وجہ وجودِ کائنات

اے کہ ترا سر نیاز حد کمال بندگی
اے کہ ترا مقامِ عشق قرب تمام عین ذات

اے کہ تری زبان سے رب قدیر گلفشاں
وحی خدائے لم یزل تھی تری ایک ایک بات

اے کہ تو فخر آدمی ، واقف سر عالمیں
لوح وقلم سے بے نیاز تیرے علوم شش جہات

تیرے عمل سے کھل گئیں تیرے بیاں سے حل ہوئیں
منطقیوں کی اُلجھنیں ، فلسفیوں کی مشکلات

خوگر بندگی جو تھے تیرے طفیل میں ہوئے
مالک مصر و کاشغر ، وارثِ دجلہ و فرات

مجھ سے بیاں ہو کس طرح رفعت شانِ احمدیؐ
تنگ مرے تصورات پست مرے تخیلات

◆◆◆

www.taemeernews.com

نذر بارگاہِ رسالتؐ

والضحیٰ تفسیر رُوئے مصطفیٰؐ
ہست واللیل عکس موئے مصطفیٰؐ

کرد روشن تیرہ دانِ قلب را
شمع داغِ عشق روئے مصطفیٰؐ

آستانِ اوست سجدہ گاہِ خلق
کعبہ کعبہ است کوئے مصطفیٰؐ

بیند ابلیس لعیں گر رُوئے او
کرد سجدہ راست سوئے مصطفیٰؐ

خلقؔ عاصی می تپد پروانہ وار
در فراق شمع روئے مصطفیٰؐ

◆◆◆

www.taemeernews.com

کیا ہے مجھ بے نوا فقیر کے پاس؟

نوٹ : ۸/ بہمن ۱۳۴۹ف بمقام احمد پور ضلع بیدر میں تقریر کے بعد قائد ملت ٹاؤن ہال تشریف لائے، بے حد متاثر تھے اور اس وقت ذیل کے اشعار موزوں فرمائے گئے۔ (مرتب)

کیا ہے مجھ بے نوا فقیر کے پاس
ایک دلِ دردمند لایا ہوں

خم طیبہ سے بچ رہی تھی کچھ
شیشہ دل میں بند لایا ہوں

ہمرہانِ رمیدہ خو کے لیے
آنسوؤں کی کمند لایا ہوں

ربِ اعلیٰ کے پوجنے والو
مژدۂ سر بلند لایا ہوں

تیرے احساں کے شکریے کے لیے
دلِ احسان مند لایا ہوں

◆◆◆

www.taemeernews.com

ہم کس کو تیرے بعد کہیں آفتابِ علم

نوٹ : بحرالعلوم علامہ شمسؔ استاد حضرت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کی وفات حسرت آیات کی تعزیت میں جناب تسکینؔ صاحب کے مکان واقع کاچی گوڑہ پر ایک مشاعرہ منعقد کیا گیا تھا۔ طرح مصرع ''زیر زمیں غروب ہوا آفتابِ علم'' مقرر تھا۔ قدرداران حضرت شمسؔ کی اس علمی مجلس میں حضرت قائد ملت نے اپنے محترم استاد کی خدمت میں منظوم نذرانہ عقیدت پیش کیا جو ہدیۂ ناظرین ہے۔ (مرتب)

ہم کس کو تیرے بعد کہیں آفتابِ علم
اے فخر قوم شمسی عالی جنابِ علم

سینہ میں تیرے سر معارف تھے بے شمار
گنتی کہاں کی اور کہاں کا حسابِ علم

ساقی کا اپنے سب پہ برابر رہا کرم
بٹتی رہی ہے سب میں برابر شرابِ علم

دنیائے علم میں ہے قیامت کا اضطراب
مشرق میں ہو رہا ہے غروب آفتابِ علم

کیوں زیر و بم سے خالی فضائے کمال ہے
کیا تیرے ہاتھ ہی کے لیے تھا ربابِ علم

تجھ میں علومِ ظاہر و باطن ہوئے تھے جمع
لاریب تیری ذات تھی لب لبابِ علم

ہے ہوش ہم میں ماہ صفت جلوہ گر مگر
تجھ کو کہاں سے پائیں ہم اے آفتابِ علم

اب خلق کس کے سامنے پھیلائے جا کے ہاتھ
ہیں تین پشت سے وہ ترا فیض یابِ علم

◆◆◆

www.taemeernews.com

بیگم صاحبہ کے نام منظوم خط

بغداد شریف-۱۱/ مہر ۱۳۴۰ف روز سہ شنبہ

عزیز از جان بیوی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کربلائے معلّٰی اور نجف اشرف کی زیارتوں سے فارغ ہوکر پرسوں رات کو بغداد واپس آیا تو ہوٹل والے نے تمہارا تیسرا خط دیا جو دمشق اور استنبول کے خطوط کے بعد گزشتہ تین ماہ کی مدت میں ملا۔ وہ خط جو تم نے ۱۴/ ربیع المنور کو لکھا تھا اس خط کو پڑھ کر مسرت اور غم کے دوگونہ جذبات سے قلب معمور ہوگیا۔ اسی حالت میں چند شعر زبان سے نکل کر کاغذ پر نقش ہوگئے، وہ حسبِ ذیل ہیں۔ (بہادر یار جنگ)

میری بیوی اے مرے دل کا سرور
میری عزت اور میرے گھر کا نور

اے میرے آرام وراحت کی جلیس
اے میرے وقت مصیبت کی انیس

تجھ کو بخشے ہیں خدا نے وہ صفات
تیرے دم سے رونق بزمِ حیات

دینداری تیری مشہور انام
اور صداقت تیری ایک عادت کا نام

www.taemeernews.com

مکر سے تیرا تدبر پاک ہے
تیرے آگے کذب رو بر خاک ہے

جب زمانہ میرا دشمن ہوگیا
ایک تجھ میں تھا خلوص بے ریا

دن برے لائے تھے جب تقدیر نے
دستگیری کی تری تدبیر نے

میری خاطر ہوش کھونا یاد ہے
تیرا راتوں کو نہ سونا یاد ہے

دامن خالی کو زر سے بھردیا
میرے ویرانے کو گلشن کردیا

پہلے حق نے اور مری تقدیر نے
پھر تیرے ہی ناخن تدبیر نے

بادۂ اُلفت کا ایک پیمانہ ہے
تو اطاعت کیش ہے فرزانہ ہے

تجھ کو رکھے گا خدا ہر وقت شاد
اور تیری برلائے گا ہر ایک مراد

(انشاءاللہ)

◆◆◆

www.taemeernews.com

قسطنطنیہ

نوٹ : قسطنطنیہ کے زمانہ قیام میں نواب صاحب نے حسب ذیل نظم موزوں فرمائی تھی۔ (مرتب)

میزبانی جس نے کی تھی سرور کونین کی
تیری دیواروں کے نیچے ہے وہ تیرا مہماں

گود میں پل کر بڑا تو شاہِ قسطنطین کے
تجھ میں پوشیدہ ہے بیزنطینوں کی داستان

تیری رفعت کا پتہ دیتے ہیں مینارے ترے
اور تیری مسجدیں ہے تیری عظمت کے نشاں

وہ جزیرے جن میں آدم آ کے جنت بھول جائیں
اور وہ چشمے جن پہ ہو تسنیم و کوثر کا گماں

ہاں نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے نہ بھولیں گے کبھی
وہ جبالِ سبز پوش اور گل بداماں وادیاں

◆◆◆

www.taemeernews.com

مرگِ آرزو

(حضرت قائد ملت نے اپنی شیر خوار اکلوتی صاحبزادی کی وفات کی اطلاع ملنے پر ایک تبلیغی
دورے سے واپس ہوتے ہوئے یہ ناتمام مرثیہ تحریر فرمایا تھا۔ (مرتب)

تری زمیں پر سبھی بس رہے ہیں اے اللہ!
یہ فیل مست، یہ شیریں ژیاں یہ اسپِ قوی
سہارا ان کی ضعیفی کا ہے تری قوت
ہزار حسن و نزاکت کے باوجود بھی گل
میں مانتا ہوں کہ میری کنیز نازک تھی
بنا کے بات مری پھر بگاڑ دی تو نے
تری ہوا میں نہ جی بھر کے اس نے سانس لیا
لب آشنائے تکلم ہوئے نہ تھے اس کے
ترے ستاروں کو دیکھا نہ تھا ابھی اس نے
مری دوات لنڈھائی نہ تھی ابھی اس نے
نہ اس کو اپنے پرائے کی تھی تمیز ابھی

اگر کنیز بھی جیتی تو کون مشکل تھا ؟
ترے کرم سے سبھی پا رہے ہیں رزق اپنا
یہ ناتواں مگس اور یہ مور بے مایا
چمن میں کھلتا ہے ہنستا ہے اور بو دیتا
مگر تھی دامن حی و قوی سے وابستا
مری اُمید کی دُنیا اُجاڑ دی تو نے
تری زمیں پہ ابھی پاؤں بھی نہ رکھا تھا
فضا میں نغمہ آغوں ابھی نہ گونجا تھا
نہ سوئے بدر کبھی ہاتھ اس کا پھیلا تھا
مری کتابوں کو اس نے ابھی نہ پھاڑا تھا
نہ اس نے درس محبت کسی سے پایا تھا

مری صدا پہ مگر کیوں وہ چونک جاتی تھی
مری طرف سے نظر کیوں نہ پھر ہٹاتی تھی

◆◆◆

www.taemeernews.com

آپ چاہیں گے تو اللہ کی رحمت ہوگی

(حضرت قائدملت نے اپنے قیام جاگیرلال گڑھی کے دوران ۲۴/ جون ۱۹۲۸ء کو نماز عصر کے بعد دائرہ جاکر حضرت بندگی میاں شاہ نصرت جو ایک بسا بزرگ گزرے ہیں کی زیارت کی۔ واپسی میں ذیل کی غزل موزوں ہوئی۔ غزل کی وجہ تحریک کے بارے میں حضرت قائدملت نے اپنی ڈائری میں درج فرمایا ہے کہ" آج دائرہ سے واپس آتے ہوئے احمد شریف نے ایک مصرعہ اپنی طرف سے کہا کہ' پیر نصرت سے اُمید کہ نصرت ہوگی' طبیعت موزوں تھی۔ نہ صرف میں نے اس مصرعہ کو شعر کردیا بلکہ ایک ہی نشست اور آدھے گھنٹے میں چودہ شعر کی ایک پوری غزل کہہ دی۔ چند شعر درج ذیل ہے۔

پیر نصرت سے ہے اُمید کہ نصرت ہوگی
کام بن جائیں گے اور دور مصیبت ہوگی

میں پلٹ کر بھی نہ دیکھوں سوئے گنج قارون
تیری اُلفت سے بڑی کونسی اُلفت ہوگی

میں کہاں اور کہاں بارگہ ربِ علیٰ
آپ چاہیں گے تو اللہ کی رحمت ہوگی

آج تک صبح ترے روضہ میں شرماتی ہے
کیا ترے روئے منور کی صباحت ہوگی

سجدہ گاہِ ملک و جن و بشر ہے اب تک
آہ کیا شانِ درِ حضرتِ نصرت ہوگی

جاگ اُٹھیں جو مقدر تو تعجب کیا ہے
خلق پر بھی تو کبھی نظر عنایت ہوگی

◆◆◆

www.taemeernews.com

وصل ہر سجدۂ نماز ہے آج

نوٹ : یہ اشعار قائدملت نے حیات نگر کے بنگلے میں اپنے احباب کے اصرار پر برجستہ ارشاد فرمائے تھے۔ (مرتب)

ناز منت کش نیاز ہے آج
مصطفٰے پردہ دار راز ہے آج

ساقیا دے کہ ٹل نہ جائے وقت
دخترز کے لیے جواز ہے آج

آج ارزاں ہیں یار کے جلوے
وصل ہر سجدۂ نماز ہے آج

◆◆◆

www.taemeernews.com

ناقص بھی مدینہ کا کامل نظر آتا ہے

نوٹ : کولمبو جاتے ہوئے قائدملت نے یہ اشعار موزوں فرمائے تھے۔(مرتب)

یہ تیر ستم کس کی چٹکی سے چھٹا یارب
یاں جو نظر آتا ہے بسمل نظر آتا ہے

حسرت ہی رہی دل کو طوفاں سے اُلجھنے کی
دو چار ہی غوطوں میں ساحل نظر آتا ہے

لیلیٰ کے تصور میں یہ دشتِ جنوں سارا
ناقہ نظر آتا ہے ، محمل نظر آتا ہے

دُنیائے سیاست کے کامل بھی ادھورے ہیں
ناقص بھی مدینے کا کامل نظر آتا ہے

اقلیم خطابت کا بدلہ ہوا نقشہ ہے
اقلیم سخن بھی اب شامل نظر آتا ہے

◆◆◆

www.taemeernews.com

رُوئے تو قبلہ گاہے کوئے تو سجدہ گاہے

نوٹ : حضرت قائد ملت کا فارسی کلام بہت کم ہے جو دستیاب ہو سکا وہ شریکِ کتاب ہے۔ (مرتب)

درکوئے تو نشستم باحالت تباہے
زیں حسرتے کہ شاید برمن کنی نگاہے

رویم بسوئے رویت خاکم بخاکِ کویت
رُوئے تو قبلہ گاہے کوئے تو سجدہ گاہے

برجانِ عاشق خود ایں ظلم و جور تا کے
تا چند ایں تغافل اے شوخ کج کلاہے

◆◆◆

www.taemeernews.com

کفِ قاتل میں خنجر دیکھتے ہیں

(ذیل کے تین شعر قائدملت نے اپنی ڈائری بابت اکتوبر ۱۹۲۷ء و نومبر ۱۹۲۸ء کے آخری صفحہ پر جو خاکی رنگ کا ہے پنسل سے تحریر فرمائے تھے۔ (مرتب)

کفِ قاتل میں خنجر دیکھتے ہیں
جدا ہم جسم سے سر دیکھتے ہیں

خیال آتش رُخ بھی غضب ہے
ہم آنسو کو بھی اخگر دیکھتے ہیں

ستم ہے تیر مژگاں کا تصور
سرمو کو بھی نشتر دیکھتے ہیں

◆◆◆

www.taemeernews.com

باغِ ارباب

(حضرت قائدملت نے ارباب محمد کرم علی خاں صاحب کو ۱۵/ جولائی ۱۹۴۲ء میں ان کے بلوچستان کے پتے پر حسب ذیل خط لکھا تھا۔ خط کا صرف اتنا ہی مضمون درج ذیل کیا جارہا ہے جو حضرت قائدملت کے اشعار کی وجہ تحریک سے متعلق ہے۔ (مرتب)

۹/ شہریور ۱۳۵۱ف م ۱۵/ جولائی ۱۹۴۲ء

ارباب محمد کرم خاں صاحب بلوچستان

مکرمی! افسوس ہے کہ آپ کے باغ کو میں نے جی بھر کر نہیں دیکھا لیکن شام کے جھٹپٹے میں اور خود پھولوں سے پیدا ہونے والی دلکش روشنی میں جو کچھ دیکھا وہ جنت نگاہ تھا۔ جو فی البدیہہ شعر آپ کے باغ کی تعریف میں کہے تھے افسوس کہ ان میں اضافہ نہ کرسکا۔ اپنی یادگار کے طور پر ان کو ذیل میں درج کررہا ہوں۔

باغِ جنت کو رشک آجائے
باغ ارباب کو اگر دیکھے

دلکشی یہ کہیں نہیں دیکھی
باغ ہم نے بھی بیشتر دیکھے

کہیں نرگس لڑا رہی تھی آنکھ
کہیں خنداں گلاب تر دیکھے

اب دُنیائے رنگ و بو دیکھی

◆◆◆

www.taemeernews.com

اہل محفل ہیں گوش برآواز

یاس اُمید بے بدل
قاصد تیزگام آتا ہے

یہ کہاں تھے نصیب عاشق زار
یار بالائے بام آتا ہے

مژدہ اے میکشانِ مست الست
ساقی بادہ بجام آتا ہے

اہل محفل ہیں گوش برآواز
خلقؔ شیریں کلام آتا ہے

◆◆◆

www.taemeernews.com

لوگ کہتے ہیں غزل یہ کسی اُستاد کی ہے

نوٹ : ذیل کی غزل کے اشعار کے بارے میں حضرت قائد ملت اپنی ڈائری میں ۱۹۲۸ء پر تحریر فرماتے ہیں" رات شاہ میر پیٹ کے بنگلہ پر بسر کی۔ اس مصرعہ پر 'گھٹ کے مرجاؤں یہ مرضی مرے صیاد کی ہے' پر میں نے اور مولوی محمد عبداللہ صاحب نے صرف ایک گھنٹے میں غزلیں کہیں۔ میری غزل کے چند شعر یہ ہیں جو مجھے پسند ہیں ہیں"۔

میرے فریاد کے انداز اُڑائے کس نے
ہاں میں سمجھا یہ صدا بلبل ناشاد کی ہے

قبر پر بھی میری آئے ہو تو ہیں ساتھ رقیب
حد بھی ظالم ! ستم و جور کی بیداد کی ہے

دیکھ عشاق کی فوجوں کو ذرا بام پہ آ
یہ حکومت فقط اک حسن خداداد کی ہے

خوب دکھلائے کمال آج میاں خلقؔ نے بھی
لوگ کہتے ہیں غزل یہ کسی اُستاد کی ہے

◆◆◆

www.taemeernews.com

سنبھل جائیں میں آگ برسا رہا ہوں

(حضرت قائدملت نے بمقام کلیانی مؤرخہ ۲۱/ شوال ۱۳۵۸ھ حسبِ ذیل اشعار موزوں فرمائے تھے)

تری رحمتوں کے تصور کا صدقہ
گنہگار ہوکر بھی اِترا رہا ہوں

بھڑکتی ہوئی ایک بھٹی ہے یادل
جہانِ فسردہ کو گرما رہا ہوں

کوئی جاکے خاشاکِ باطل سے کہہ دے
سنبھل جائیں میں آگ برسا رہا ہوں

کہاں ہے برا کہنے والے ادھر آ
کہ میں بزمِ ہستی میں پھر آرہا ہوں

تیری بے نیازی کا پرتو ہے مولا
کہ سب کچھ لٹا کر بھی شرما رہا ہوں

تیرے آستاں پر جبیں کو جھکا کر
میں اب اور ہی کچھ ہوا جارہا ہوں

نفس کی شد آمد سے ہوتا ہے ظاہر
کہ مر مر کے ہر دم جیا جارہا ہوں

کسی کے ستم پر میری مسکراہٹ
میں ہنس ہنس کے گویا ستم ڈھا رہا ہوں

◆◆◆

www.taemeernews.com

خونِ مسلم سے دکن کی سرزمیں ہے لالہ زار

دیدنی ہے رقص بسمل آ سرِ بام آ کے دیکھ
امتحاں ہے آج تیرے عاشقِ جانباز کا

بے خودی نے کر دیا دُنیا و مافیہا سے دور
دل ممنونِ چشمِ مست ساقیِ طناز کا

ہے خدا کی دین تقریر و خطابت کا کمال
کیا اُتارے گا کوئی چربہ میرے انداز کا

مردہ دل پاتے ہیں جاں تازہ نغموں سے مرے
ایک پردہ ہوں حیاتِ سرمدی کے ساز کا

خونِ مسلم سے دکن کی سرزمیں ہے لالہ زار
ہر گلِ تر آئینہ دار اک شہیدِ ناز کا

دیکھتا ہے کرمکِ شب تار خورشیدی کے خواب
ہے کبوتر کو بھی دعویٰ ہمسری باز کا

اور شاہانِ جہاں مست مئے پندار ہیں
ان پہ جادو چل گیا ہے حرص دُنیا ساز کا

اے خدائے مصطفیٰؐ اے ربِ کعبہ کچھ تو بول
حشر کیا ہوگا تری اس آخری آواز کا

◆◆◆

www.taemeernews.com

چمن زارِ دکن کو اپنے خونِ دل سے سینچا ہے

عطا کی ہے نظر اللہ نے کچھ ہوشیار ایسی
میں بت خانے میں جا کر نورِ عرفاں دیکھ لیتا ہوں

حریفِ تنگ دل ہنس ہنس کے جو کانٹے دکھاتا ہے
انہی کانٹوں کے اندر میں گلستاں دیکھ لیتا ہوں

حیات پرمحن جس کو سبھی دوزخ سمجھتے ہیں
اسی دوزخ کو میں جنت بداماں دیکھ لیتا ہوں

نہیں آتے نہ آئیں پردۂ اطلاق سے باہر
جب آنکھیں بند کرتا ہوں خراماں دیکھ لیتا ہوں

چمن زارِ دکن کو اپنے خونِ دل سے سینچا ہے
چھٹے گا کیسے مجھ سے یہ گلستاں دیکھ لیتا ہوں

مرا دورِ قدح نوشی نہ آئے بزم میں جب تک
بجھے گی کس طرح شمع شبستاں دیکھ لیتا ہوں

◆◆◆

www.taemeernews.com

رُباعیات وقطعات

(حضرت قائدملت نے جو رباعیات وقطعات ارشادفرمائے اور جو ہمیں دستیاب ہوسکے ہدیہ ناظرین ہے۔(مرتب)

ڈسمبر ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کراچی میں اختتامی تقریر کرکے واپس جاتے ہوئے حضرت قائدملت نے یہ رباعی ارشادفرمائی تھی جس میں آپ نے اپنی اعلیٰ خطابت پر ناز فرمایا ہے۔ حضرت قائدملت ایک خطیب، سحرالبیان اور شہنشاہِ خطابت تھے۔ جب وہ تقریر کرتے تو سامعین کے قلوب ایک آلہ بے روح کی طرح ان کے قبضہ قدرت میں ہوتے، اسی حقیقت کا اظہا اس رباعی میں ہے۔اس طرح یہ رباعی اظہارِ حقیقت کی حامل ہے۔(مرتب)

آگاہ رموزِ دین فطرت ہوں میں — کچھ مجھ سے سنو لسانِ اُمت ہوں میں
میں خطبہ سرا نہیں تو سونی ہے بزم — شاہنشاہِ اقلیم خطابت ہوں میں

ڈسمبر ۱۹۴۳ء میں مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس کراچی میں اختتامی تقریر کرکے واپس ہوتے ہوئے حضرت قائدملت نے یہ رباعی موزوں فرمائی تھی۔ پہلی رباعی میں جو اگرچہ اظہارِ حقیقت کی حامل تھی۔ایک بات جو شانِ عبدیت کے خلاف تھی اور عطا کی جگہ چوں کہ استحقاق نے لے لی تھی اس لیے ذیل کی رباعی میں استحقاق کی نفی کی ہے۔(مرتب)

دولت کو جہاں کی آنی جانی سمجھو — عزت کو خدا کی ایک نشانی سمجھو
اِتراؤ نہ اپنی خوش بیانی پر خلق — اس کو بھی خدا کی خوش بیانی سمجھو

نوٹ: قائدملت نے احمدنگر کے دورے کے موقعہ پر یہ قطعہ موزوں فرمایا۔(مرتب)

شاہانِ سلف کی یادگاریں دیکھیں — مینار و مساجد و مزاریں دیکھیں
دل محوِ خیالِ عہدِ ماضی ہے آج — ہنگامہ خزاں میں وہ بہاریں دیکھیں

www.taemeernews.com

ریل میں کھنڈالہ گھاٹ سے گزرتے ہوئے قائدملت نے یہ قطعہ موزوں فرمایا تھا، تاریخ درج نہیں ہے۔

ایک نغمہ ہے ریل کی روانی میں بھی　　ایک نغمہ ہے بہتے ہوئے پانی میں بھی
ایک ساز ہے کائنات سچ پوچھو تو　　کچھ لطف ہے جہانِ فانی میں بھی

کھنڈالہ گھاٹ بمبئی سے واپسی کے دوران حضرت قائدملت نے بتاریخ ۹/ شہریور ۱۳۴۹ف حسبِ ذیل رباعی موزوں فرمائی تھی۔ (مرتب)

ہر بانگ ہے نغمہ گوش اگر شنوا ہے　　ہر شئے ہے حسیں دیدہ اگر بینا ہے
کر حسن ازل سے دل کی دُنیا معمور　　ہر جنبش چشم ایک نیا جلوا ہے

جس شخص کی عادت ہی جگر سوزی ہو　　کیا خاک اسے لطف جہاں روزی ہو
آفاق میں لطف ڈھونڈنے والے سن　　آگاہ مذاقِ لطف اندوزی ہو

رد ہو نہ سکا کسی سے دعویٰ تیرا　　شاہوں کے بھی کان میں تھا حلقہ تیرا
ایمان کے کھیت تجھ سے سرسبز ہوئے　　تھا منتظر ایک زمانہ شاہا تیرا

شمع رُخ محبوبِ ازل کی تصویر　　میں ہوں لبِ خلاق جہاں کی تقریر
فطرت ہے مجھے بنا کے اب تک نازاں　　کیا میری بنائے گا مصور تصویر

(بمقام شولاپور)

یادگار یوم خودمختاری کے جلسے میں مجلس اتحادالمسلمین کے ایک پرخلوص کارکن جو بعد کو (آخری) صدر مجلس اتحادالمسلمین ہوئے ایک فی البدیہہ رباعی حضرت قائدملت کی خدمت میں پیش کی جو یاس انگیز تھی۔ قائدملت نے ایک نظر دیکھا، فوراً مسکرائے، جیب سے قلم نکالا اور اسی کاغذ کی پشت پر فی البدیہہ یہ اشعار لکھ دیئے۔ (مرتب)

کیوں اپنا قفس دیکھ کے ناشاد ہے تو　　مایوس جو ہوگیا تو برباد ہے تو
گر دل ترا آزاد ہے اے صیدِ قفس　　آزاد ہے آزاد ہے آزاد ہے تو

www.taemeernews.com

ذیل کے قطعہ کے پس منظر کے بارے میں حضرت قائدملت تحریر فرماتے ہیں کہ'' آج حضرت سید اسدؒ کے مزار مبارک پر حاضری دیتے وقت ایک قطعہ موزوں ہوا تھا جو مجھے بہت پسند ہے''۔(قائدملت کی ڈائری ۲۶/اگست ۱۹۴۸ء)

گناہگار ہوں میں پر شرمسار آیا ہوں　　نگاہِ لطف کا اُمیدوار آیا ہوں
سنا ہے آکے یہاں دل کو چین ملتا ہے　　ادھر بھی دیکھ کہ میں بے قرار آیا ہوں

بکھرے موتی

حضرت قائدملت نے مختلف موقعوں پر جو شعر کہے وہ پراگندہ کاغذات پر موجود ہیں۔ان ہی پراگندہ کاغذات سے یہ یکجا کیے گئے ہیں۔ وہ اشعار جو قومی یا مذہبی انداز کے ہیں، ہدیہ ناظرین ہیں۔(مرتب)

حضرت قائدملت کو سیاست کے میدان سے علاحدہ رکھنے کے لیے ایک سیاسی چال کے تحت جس وقت والیٔ ریاست حیدرآباد نواب میر عثمان علی خاں نے فرمان جاری کیا کہ جاگیردار طبقہ کا کوئی فرد سیاست میں حصہ نہیں لے سکتا تو حضرت قائدملت نے اپنی جاگیر اور خطاب والیٔ ریاست کو لوٹا دیا۔ ہمدردوں نے جب وجہ دریافت کی تو اس وقت حضرت قائدملت نے اپنے مخلصوں کو یہ منظوم جواب دیا۔

آ گئے تھے برق کی زد میں تمام اہل چمن　　ہم نے اپنے آشیانے کو مقابل کر دیا

میسور میں ایک مقام چاہ منڈی ہل ہے۔رات کے وقت اس بلند مقام سے میسور کا نظارہ بڑا دلکش دکھائی دیتا ہے اور روشنی کے قمقمے تاروں کی طرح چمکتے دکھائی دیتے ہیں۔اسی منظر سے متاثر ہوکر حضرت قائدملت نے برموقعہ یہ دو شعر موزوں فرمائے تھے۔(مرتب)

اے آسمان دیکھا انساں کی طاقتوں کو
میسور کی زمیں پر تارے چمک رہے ہیں
بکھرے ہوئے یہ گل ہیں ٹیپو کے خوں کے قطرے
میسور کی زمیں پر تارے چمک رہے ہیں

www.taemeernews.com

اطاعتِ امیر کے زیرعنوان تقریر کرتے ہوئے حضرت قائدملت نے اپنا ایک شعر پڑھا تھا۔اسی تقریر کا متعلقہ جزو بغرض معلومات ودلچسپی ہدیۂ ناظرین ہے۔(مرتب)

''.....اور جب سے ہم نے اور ہم میں سے ہر ایک نے اپنے لیے جدا جدا مرکز بنا لیے، ایک کو بڑا بنانے اور اس کی بات ماننے کی عادت چھوڑی اپنے آپ کو سب سے بڑا اور اپنی رائے کو واجب التعمیل سمجھا وہی دن ہے اور آج کا دن کہ ہم ہیں اور غلامی۔ ہمارا سر پر غرور ہے اور سنگِ ذلت وخواری۔ جس سر نے اپنوں کے سامنے جھکنا گوارا نہ کیا اس کو فطرت کے اٹل قوانین نے غیروں کے سامنے جھکایا اور پوری رسوائی کے ساتھ جھکایا۔ میں شاعر نہیں ہوں مگر کبھی جذباتِ قلب شعر کی صورت میں ظاہر ہو جاتے ہیں۔اسی مضمون کو ایک دفعہ بگڑ کر یوں ادا کیا تھا، ممکن ہے کہ آپ کو پسند آجائے.....'' (بحوالہ سیاسی تقاریر لسان الامت نواب بہادر یار جنگ صفحہ ۵۴، ۵۵)

غیر کے جوتے زمانہ اس سے کرواتا ہے صاف
جس کو اپنے بھائی کی جائز اطاعت عار ہے

جوانانِ گماں پرور سے جا کر کوئی یہ کہہ دے
یقین مردِ مومن ہی کلید کامرانی ہے

یاس کا میرے پاس ذکر نہیں　　میرا دل ہے اُمید کی بستی

غم ہستی کے طوفانوں سے بازی کر چکا ہوں میں
فلک اپنی جبین پرشکن سے کیا ڈراتا ہے

یاس ہے کفر مردِ مسلم کو　　استقامت ہمارا ایماں ہے

یادلِ بے مدعا دے مجھے　　یاخدائی کو بنا میرا غلام

www.taemeernews.com

یا تو سرتاجِ دو جہاں کر دے　　یا ہوس ہی نہ رکھ میرے دل میں

یہ تیرے دوزخ و جنت مجھے نہیں بھاتے
کہ ان کی وجہ سے بے ذوق میرے صوم وصلوٰۃ

یمنیٰ کریساری کر تیرے جو جی میں آئے کر
مگر اتنی تمنا ہے نقابِ رُخ اُلٹ دینا

یہ ذوقِ بے خودی عاشقانِ دیدۂ گداز　　تیرے حریم کے پردوں کو کر ہی دوں گا چاک

یوں تو خاموش ہوں ہر بال ہے گویا میرا
میرے سننے کے لیے چاہیے گوشِ شنوا

یہاں بھی ہے وہاں بھی ہے اِدھر بھی ہے اُدھر بھی ہے
تیرے جلووں سے خالی ہے کوئی گوشہ زمانے کا ؟

وہ نالہ کیا جو لوگوں کے دلوں پر بار ہو جائے
صفت ہے میرے نالے کی دلوں کے پار ہو جانا
ہنسی آتی ہے ہم کو بھائی کی اپنے مصیبت پر
مسلماں کی صفت بھی غیر کا غمخوار ہو جانا

(بحوالہ ۲۹/اکتوبر ۱۹۲۷ء ڈائری)

حضرت قائد ملت لاولد تھے۔ ذیل کے مصرعہ میں اسی طرف اشارہ ہے۔ (مرتب)

''مشہور ہے بے باری شمشاد چمن میں''

www.taemeernews.com

اشعارِ غزل

حضرت قائدِ ملت نے مختلف موقعوں پر جو اشعارِ غزل تحریر فرمائے وہ پراگندہ کاغذات پر موجود ہیں۔ ان ہی پراگندہ کاغذات سے یہ اشعار یکجا کیے گئے ہیں جو ہدیۂ ناظرین ہیں۔ (مرتب)

یہ کیسی بے خودی چھائی ہوئی ہے سارے عالم پر
میں ان کو پوچھتا ہوں وہ تیرا رستہ بتاتے ہیں

یوں تو ہنگامِ خزاں میں ہی پریشان ہوا　　پر تیری یاد بنی باغِ تصور کی بہار

یار کی خاطر مجھے رسوائی بھی منظور ہے　　اک ذرا وہ مسکرا تو دیں لبِ بام آئے آج

یخ بستہ ہوگئے ہیں حریفانِ تنگ دل　　دیکھیں جو مجھ سے آپ کی یہ گرم جوشیاں

ٹالنا چاہے تھے وہ مجھ کو　　میں نے سرِ آستاں پہ ٹیک دیا

یار کی دل نوازیوں کو دیکھ　　بھول جا بے قراریاں اے دل

یہ میں نے کیا کہا تھا بے خودیٔ دیدِ جاناں میں
الٰہی کاتبِ تقدیر اس کو بھول ہی جائے

---

www.taemeernews.com

یہ نہ پوچھ شبِ فراق تھی کیا　　ایک کالی بلا تھی سینہ گداز

نام خدا ابھی تو ہوئے ہیں جوان وہ　　اب اہل دل دلوں کی حفاظت کیا کریں

یا کے شعروں نے کر دیا ہے تنگ　　آج ہے خوب عقل و فکر کی جنگ

یار کی تصویر کھینچی جائے گی　　یعنی ممکن ہوگا اب امر محال

اور قاصد کہہ رہا ہے آج وہ آنے کو ہیں

◆◆◆

www.taemeernews.com

بائیس سالہ نوجوان کی ڈائری

حضرت قائدملت نواب بہادر یار جنگ ۳/فبروری ۱۹۰۵ء کو پیدا ہوئے اور زیرنظر ڈائری ۱۹۲۷ء کی ہے۔ گویا یہ ایک ۲۲ سالہ نوجوان جاگیردار کی بالکل خانگی نوعیت کی ڈائری ہے۔

یہ ڈائری (جس کے اقتباسات پیش خدمت ہیں) سوانح نگار کے لیے ایک نعمت سے کم نہیں ہے۔ ویسے قومی بدنصیبی کے نواب صاحب کی صرف ایک ہی ڈائری دستیاب ہوسکی۔ اس ڈائری کی ابتدا کے دن نواب صاحب نے تحریر فرمایا تھا:

''گزشتہ سال کن حالتوں میں گزرا، اس کی کیفیت گزشتہ سال کے روزنامچوں کے آخر میں لکھی گئی ہے''۔ (صفحہ ۹) (یکم آذر ۱۳۳۷ف م ۷/اکتوبر ۱۹۲۷ء)

تحریرمندرجہ بالا سے پتہ چلتا ہے کہ نواب صاحب بہ پابندی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔

اگر یہ تسلسل (ڈائریاں) پوری کی پوری دستیاب ہوتیں تو ان ڈائریوں کی مدد سے نواب صاحب کی خودنوشتہ سوانح حیات کی صورت گری بھی ممکن ہوتی اور ایک تاریخی دستاویز ہمارے ہاتھوں میں ہوتی۔

یہ ڈائری مارچ ۱۹۷۱ء میں شائع کی گئی تھی۔ زیرنظر ڈائری کے مطالعہ کے دوران حضرت قائدملت کی خانگی زندگی، ان کے مسائل ومصائب، خاندانی حالات مجلس اتحاد بین المسلمین میں گروہ مہدویہ کے نمائندے کی حیثیت سے اس کی پہلی نشست میں شرکت، سیاسی، مذہبی اور ادبی سرگرمیوں سے تعلق خاطر، تبلیغی مساعی مشاہیر اور اہل علم سے نواب صاحب کی ملاقاتیں، زبانوں کے سیکھنے کا شوق، نواب صاحب کے بعض ایسے اساتذہ کا تذکرہ جن کے آگے نواب صاحب نے زانوئے ادب تہہ کیا تھا (مگر جن کا تذکرہ قائدملت کی حیات کے تذکروں میں کہیں نہیں ملتا) اس دور کے نامی گرامی شخصیتوں کے بارے میں نواب صاحب کا اظہارِ خیال، مختلف مذہبی، علمی اور ادبی جلسوں میں نواب صاحب کی تقریریں، یہ سب معلومات ان روزنامچوں کے صفحات پر آپ کو ملیں گے۔

www.taemeernews.com

یہ روز نامچہ نماز فجر سے شروع ہوتا ہے۔ تلاوتِ کلام پاک کے بعد ورزش پھر ناشتہ، جاگیر کے کاموں کی مصروفیات کا آغاز، منشی صاحب کو طلب کر کے دن بھر جن کارروائیوں میں انھیں مصروف رہنا ہے اس سے مطلع کر کے انھیں رخصت کر دیا۔ پھر وکلا صاحبان سے جاگیر کے مقدمات کے ضمن میں مشورے، عہدیدارانِ مجاز سے جاگیر کی دیرینہ کارروائیوں کی یکسوئی کی بابت نمائندگی، بابِ حکومت میں ریکٹہ کی مثل پر توجہ دہانی، ترتیب مال گزاری میں عرض داشت، ناظم عطیات سے تختہ وراثت کے بارے میں گفتگو، ریکٹہ اور کڑ ماپلی کے شریک خالصہ کی کارروائی معتمد صاحب فوج سے جمعداری کی کارروائی کے بارے میں نمائندگی، لوازمہ اعزازی کی کارروائی میں پیروی، ادھر گوشوارۂ آمد وخرچ کی تیاری ہو رہی ہے۔ بھائیوں کے حسابات حصہ بقدر ۱/۳ کے حسابات کی تکمیل ہو رہی ہے۔ ذاتی ملکیات کے کرایوں کے حساب کے ساتھ ساتھ کرایہ مشترک کی حساب فہمی کا سلسلہ چل رہا ہے۔ بھائیوں کے آپسی اختلافات میں اور جاگیر کی کارروائیوں میں مہاراجہ سے ربط قائم ہے، حرفِ مطلب یہ ہو کہ ان ساری کثافتوں کے ساتھ ساتھ اللہ کا یہ بندہ اپنے فرض سے غافل نہیں ہے۔ اللہ کی عبادت، کتابوں کا مطالعہ، قومی درد و احساسِ ملی، حصولِ علم کی جدوجہد، جلسوں میں شرکت، علماء سے ملاقاتیں، ان لطافتوں سے بھی دامن مالا مال ہے۔

۲۲ سالہ نوجوان جاگیردار وارثِ جاگیردار نواب نصیب یاور جنگ، سب سے پہلے جاگیر میں اپنے رب کے گھر کی تعمیر فرماتے ہیں :

''میں نے ایک ٹین پوش حصے کو مسجد کی صورت دی اور نماز باجماعت کا اہتمام کیا۔ میں اپنی ساری عمر کی سعادت تصور کروں گا، اگر میری وجہ سے ایک مسلمان بھی اپنے بھولے ہوئے راستے پر آجائے۔ اللہ سے دُعا ہے کہ وہ ان کی رغبت عادت کو دوام عطا کرے''۔

(۲۳/فروری ۱۹۲۸ء)

سچ ہے اللہ جس بندے کو چاہتا ہے اس پر اپنے افضال کی بارش فرماتا ہے۔

ایک ۲۲ سالہ نواب زادے کی زندگی کے یہ اوراقِ حیات وہ نقشِ قدم ہیں جن سے منزل کا سراغ ملتا ہے۔

www.taemeernews.com

چند ورق

حبِ رسولؐ

کل ڈاکٹر محمد حسین صاحب اسٹاف سرجن مہاراجہ بہادر کے مکان پر مجلس میلاد النبیؐ مقرر تھی۔ان کے فرزند مولوی عبدالمنان صاحب نے مجھے بھی تقریر کرنے کو کہا تھا۔حیدرآباد کے چنندہ و منتخب علماء و مقررین نے تقریریں کیں۔ مجھے اتنے بڑے مجمع میں تقریر کرنے کا پہلا موقع تھا۔مگر الحمدللہ حبِ رسولؐ کے زیرِ عنوان میری تقریر پر لطف و دلچسپ و مرتب رہی،سب نے پسند کی۔(صفحہ ۹،۱۰ / ۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

مہاراجہ بہادر کے پاس علماء و مشائخین کی دعوت

نماز مغرب کے بعد مہاراجہ بہادر کے پاس گیا۔آج انھوں نے چند علماء اور مشائخین کی دعوت تھی۔ مجھے بھی یاد فرمالیا تھا۔حیدرآباد کے علاوہ ممالک غیر کے جو علماء اس وقت حیدرآباد میں موجود ہیں،سب موجود تھے : مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی ،مولوی شبیر احمد صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند،مولوی مفتی عبداللطیف صاحب پروفیسر جامعہ عثمانیہ،نواب صدر یار جنگ بہادر صدرالصدور،حبیب احمد صاحب فرزند حبیب عیدروس مرحوم،مولوی محمد سعید صاحب مدرس مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ اور شیخ احمد صاحب سابق قاضی مدرسہ منورہ قابل ذکر ہیں۔

آخرالذکر شیخ صاحب شریف حسین،شریف مکہ کے زمانہ میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے۔ اب جو شریف حسین سے سلطنت چھن گئی اور ابن سعود نے ان کو معزول کردیا تو سفر کے ارادہ سے یا ممکن ہو کچھ سیاسی مقاصد بھی ان کے ہوں۔ہندوستان کے سفر کو نکلے ہیں۔سب نے ایک دسترخوان پر کھانا کھایا۔مہاراجہ بہادر کھانے میں تو شریک نہ ہوئے مگر اخلاقاً دسترخوان پر بیٹھے رہے۔

www.taemeernews.com

عربی ، فارسی اور اُردو شاعری اور تصوف کی خوب گرم بحثیں ہوئیں ۔ ۹ بجے مجلس برخواست ہوئی۔

سب تو اپنے اپنے گھر گئے اور میں مولوی عبدالقدیر صاحب بدایونی کے ساتھ یاقوت پورہ گیا۔ وہاں ان کا وعظ تھا۔ ۱۱ بجے وعظ سن کر گھر آیا۔ نماز عشاء پڑھی اور سو گیا۔

(صفحہ ۱۹، ۲۰ ۱/۱۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

علامہ سلیمان ندوی کی تقریر میں شرکت

مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے لیکچر میں گیا جو جامعہ عثمانیہ کے ایک بورڈنگ ہاؤس میں ''بنیادِ عمل'' پر تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ نہایت مدلل اور مسلسل ان کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کے تمام افعال اور اعمال خواہ وہ کتنے ہی اچھے ہوں یا برے ان کا تعلق ہے اس کے اعضاء اور جوارح سے اور اعضاء و جوارح تابع ہیں قلب کے۔ اس لیے اعمال کی اصلاح کے لیے قلب کی اصلاح ضروری ہے۔ قلب کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہوسکتی جب تک ایمان کامل نہ ہو اور ایمان اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک اس کا یقین دل میں نہ ہو جائے کہ اس کی ہر خفیف سی حرکت اور پوشیدہ سے پوشیدہ خیال کی نگراں ایک مطلق و منزہ ہستی ہے جس سے ہماری کوئی نیت پوشیدہ نہیں ہوسکتی۔ تقریر دل پذیر اور مدلل تھی۔

مولوی صاحب پستہ قد اور پست آواز مگر وجیہہ ہیں۔ مولانا شبلی مرحوم کے خاص شاگرد ہیں۔ شبلی اور ان کی اکادمی نے اُردو میں اسلامی معلومات کا جو ذخیرہ فراہم کیا اس میں ان کے ہاتھ نے سب سے زیادہ کام کیا ہے۔ معارف کے مدیر اور دارالمصنفین اعظم گڑھ کے ناظم ہیں۔ کل انشاءاللہ ان سے تفصیلی ملاقات کروں گا۔ ساڑھے آٹھ بجے تقریر ختم ہوئی۔

(صفحہ ۲۲ ۱/۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

جلسہ میلاد میں شرکت

اور ایک جلسہ میلاد میں گیا جو تاجرانِ سالار جنگ بلڈنگس کی جانب سے بادشاہی عاشور خانہ میں منایا گیا تھا۔ نواب صدر یار جنگ بہادر، نواب ضیاء یار جنگ بہادر، مولوی سلیمان ندوی، سید محمد بادشاہ حسینی صاحب اور مولوی بشیر احمد صاحب شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبند نے تقریریں

www.taemeernews.com

کیں۔ (صفحہ۲۲، ۲۳ ۱/۱۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

علامہ سلیمان ندوی سے علمی مسائل پر بات چیت

مولوی سید سلیمان صاحب ندوی کے یہاں گیا۔ دیر تک مختلف علمی مسائل پر گفتگو رہی۔

(صفحہ ۲۴ ۱/۱۹ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

زیوراتِ مرہونہ

[والد کے زمانے میں جو ساہوکار کے پاس رکھوائے گئے تھے]

اور عنایت خاں صاحب سے راجلو چنامل کے قرضہ کی ادائی اور زیورات مرہونہ کے فروخت کے معاملہ میں گفتگو کی۔ پھر عنایت خاں صاحب کو رقم دے کر فکِ رہن کے لیے روانہ کیا اور ان چیزوں کے فروخت کرنے کے متعلق ہدایات کیں جو راجلو کے یہاں رہن تھیں۔

(صفحہ ۲۵، ۲۶ ۱/۲۱ اور ۱/۲۷ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

بلبل ہند سروجنی نائیڈو کی تقریر

[پہلی بار نواب صاحب نے بلبل ہند کی تقریر سنی تھی۔ اس وقت نواب صاحب سے شخصی تعارف بھی نہیں تھا]

ٹھیک ۶ بجے ٹاؤن ہال کو واپس آیا۔ اسٹیج سے قریب اچھی جگہ مل گئی۔ طلباء و اساتذہ جامعہ عثمانیہ اور دیگر عہدہ داران و علم دوست حضرات کا بڑا مجمع تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن خاں صاحب صدر کلیہ عثمانیہ نے صدارت کی۔ مسز سروجنی نائیڈو نے ہندو مسلم اتحاد کے عنوان پر ایک گھنٹہ تقریر کی۔ اس عورت کی قوت خطابت کو دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی۔ تقریر ایسی مسلسل اور مرتب تھی کہ ایک سکنڈ کے لیے بھی کسی نے اس کو خاموش ہوتے نہ دیکھا اور ایک جملہ بھی ایسا نہ تھا جو بھرتی کا ہو۔ اور اس روانی کے ساتھ، فصاحت کا یہ عالم تھا کہ معلوم ہوتا تھا شعر پڑھ رہی ہیں۔ (صفحہ ۲۷ ۱/۲۲ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

جلسہ میلاد

مولوی اسداللہ صاحب ناظم اول فوجداری بلدہ کے پاس جلسہ میلاد میں گیا۔ اعلیٰ حضرت بھی تشریف لائے تھے۔ مولوی بشیر احمد عثمانی دیوبندی نے تقریر کی۔ (صفحہ ۳۱ ۱/۲۸ اکتوبر ۱۹۲۷ء)

www.taemeernews.com

منہ سے بے ساختہ نکلا کہ وہ ارماں نکلا

آج مہاراجہ کے پاس مشاعرہ ہے۔ مصرع طرح

منہ سے بے ساختہ نکلا کہ وہ ارماں نکلا

ماندور خاں نے غزل کہی ہے۔ مجھے دکھانے آئے تھے۔ شعر بلند پایہ تھے اور معلوم ہوتا تھا کہ ان کے اپنے نہیں ہیں۔ کیوں کہ میں ان کی استعدادِ علمی اور مذاقِ شاعری سے خوب واقف ہوں۔ مگر مقطعہ بے شک ان کا کہا ہوا تھا۔ کیوں کہ کئی جگہ سے سسک رہا تھا اور غلط تھا میں نے اس کو درست کر دیا۔

ان ہی کے ساتھ مہاراجہ کے پاس گیا۔ خود مہاراجہ کی اور باغ صاحب کی غزلیں چڑی ہوئی تھیں۔ ۱۰ بجے مشاعرہ ختم ہوا۔ (صفحہ ۴۳،۴۴ ۱۱/ نومبر ۱۹۲۷ء)

معجم المصنفین

مولوی محمود الحسن خاں صاحب سے ملاقات ہوئی جو محکمہ اُمور مذہبی سرکار عالی کے زیر سرپرستی ''معجم المصنفین'' نامی کتاب زبانِ عربی میں لکھ رہے ہیں جس میں تمام مصنفین اسلام کے حالات و تراجم جمع کیے گئے ہیں۔ اس کی دو جلدیں بیروت سے چھپ کر آگئی ہیں جو مجھے دکھائی گئیں۔ (صفحہ ۵۱،۵۲ ۱۸/ نومبر ۱۹۲۷ء)

گروہِ مہدویہ کی طرف سے شاہِ افغانستان کو سپاسنامہ

بمبئی میں شاہ افغانستان کو جو سپاسنامہ گروہِ مہدویہ کی طرف سے دیا گیا تھا، اس کی تفصیلی کیفیت معلوم ہوئی۔ سپاسنامہ کے پیش کرنے کی تحریک سب سے پہلے مولوی سید ابراہیم صاحب نے کی تھی اور بعد ازاں انھوں نے اس تحریک کو انجمن مہدویہ بمبئی کے سپرد کر دیا گیا۔ انجمن مہدویہ کے سکریٹری جناب مولوی سید منور صاحب بی اے نے حکومت ہند اور قونصل جنرل افغانستان متعینہ بمبئی سے مراسلت کر کے سپاسنامہ کے پیش کرنے کی اجازت حاصل کی اور ملک کے تمام حصوں میں جہاں مہدوی آباد تھے اس تحریک کی اشاعت کر کے چندہ جمع کیا اور سپاسنامہ پیش کیا۔ حیدرآباد چوں کہ مہدویوں کا بڑا مرکز ہے اس لیے یہاں بھی اس تحریک کو پھیلایا گیا اور یہاں کے لوگوں نے اس میں بڑی دلچسپی لی۔ خصوصاً پٹھانوں نے کیوں کہ اس کو اس تحریک سے

www.taemeernews.com

مذہبی لگاؤ ہی نہ تھا، بلکہ شاہ افغانستان سے وہ نسلی تعلق بھی رکھتے تھے، یہاں سے سینکڑوں کی تعداد میں لوگ ان کے دیکھنے کو گئے اور بہت سے اس خیال سے گئے کہ اس وفد میں شرکت کریں گے۔ پہلے انجمن مذکور کا خیال تھا کہ نواب صاحب پالن پور اس وفد کی صدارت کریں لیکن جب انھوں نے اس کو منظور نہ کیا تو مجھ سے خواہش کی گئی مگر میں نے بھی انکار کر دیا کیوں کہ مجھے سرکار سے اجازت حاصل کرنی تھی۔ (سرکار عالی اور سرکار عظمت مدار) اور وقت بہت تھوڑا رہ گیا تھا۔ جب وہ دونوں طرف سے مایوس ہو گئے تو خود ہی پیش کرنے کا ارادہ کر لیا۔

ادھر کچھ روز سے گروہ مہدویہ میں چند ناعاقبت اندیش اور تنگ ظرف لوگوں کی طرف سے ایک نئی فرقہ بندی پٹھانوں اور سادات کے درمیان شروع ہو گئی ہے۔

چند تنگ نظر سادات نے پٹھانوں کو حقارت اور ذلت کی نظر سے دیکھنا شروع کیا اور دوسری طرف چند زود رنج پٹھانوں نے سادات کی وہ عزت ترک کر دی جو اب تک وہ کرتے آئے تھے اور جس وجہ سے آپس میں غیریت نہیں رہی تھی بلکہ یکجہتی پیدا ہو گئی تھی۔ اب اس فرقہ بندی نے ترقی شروع کی۔ چنانچہ اس اہم موقعہ پر بھی اسی فساد نے نازک صورت حال پیدا کر دی انجمن مہدویہ بمبئی نے جو ایڈریس شاہ افغانستان کی خدمت میں پیش کرنے کے لیے لکھا۔ اس میں پٹھان چاہتے تھے کہ اس امر کا بھی ذکر ہو کہ اس گروہ میں ایک غالب تعداد پٹھانوں کی ہے اور انھوں نے اب تک اپنے خون اور نسل کی حفاظت کی ہے اور وہ شاہ موصوف سے عقیدت رکھتے ہیں۔

ایڈریس کا مسودہ چوں کہ شاہ کی خدمت میں پیش ہو چکا تھا اور وہ اس کو ملاحظہ کر چکے تھے لہٰذا اب اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہو سکتی تھی۔ انجمن نے طے کیا کہ مولوی محمد عباس خاں صاحب وکیل ایڈریس بحیثیت نمائندہ وفد کے دربار میں پڑھیں اور اس کے ختم پر اپنے مافی الضمیر کا بھی اظہار کر دیں۔ چنانچہ اصل ایڈریس عباس خاں صاحب کے سپرد بھی کر دیا گیا اور وہ دیگر اراکین وفد شاہ کے دربار میں حاضر ہوئے۔ شاہ موصوف کے برآمد ہونے سے کچھ دیر قبل مولوی سید عبدالقادر صاحب تعلق دار آبکاری سرکار عالی نے صرف دیکھنے کے لیے عباس خاں صاحب سے ایڈریس مانگا اور امیر صاحب برآمد ہو گئے تو بجائے عباس خاں صاحب کو واپس کرنے کے مولوی ابوالحسن سید علی صاحب کو جو ان کے بھائی مولوی سید محمد حیات مرحوم کے داماد ہیں حوالے

www.taemeernews.com

کردیا۔ جب مولوی ابوالحسن نے ایڈریس پڑھنا شروع کیا تو عباس خاں صاحب کو سخت حیرت ہوئی اور رنج ہوا مگر وہ خاموش رہے۔ امیر صاحب نے ایڈریس کے جواب میں فرقہ بندی کے ترک کرنے اور سب مسلمانوں کو ایک ہوکر ترقی کرنے کی ہدایت کی اور شکریہ ادا کیا۔

جب وہ اپنا جواب ختم کر چکے تو عباس خاں صاحب سے نہ رہا گیا۔ انھوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر قونصل جنرل سے مخاطب ہوکر درخواست کی کہ میں ہز مجسٹی سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ شاہ افغانستان نے فرمایا کہ یہ جلسہ ہے۔ آپ باغ میں آیئے، میں آپ سے گفتگو کروں گا۔ جلسہ برخواست ہوا اور عباس خاں صاحب معہ دولت خاں صاحب فرزند داؤد جنگ بہادر اور طالعمد خاں صاحب برادرزادہ محمد علی خاں صاحب جمعدار کے باغ میں شاہ معظم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ جلالت مآب نے ان سے بالکل تخلیہ میں گفتگو کی اور دریافت کیا کہ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے وہی عرض کیا جس کے لیے وہ بے تاب تھے۔ شاہ عالی خسرو نے نہایت مسرت کے ساتھ ان کی یہ درخواست سنی کہ گروہ مہدویہ کو حدود افغانستان میں داخلہ کی اجازت ہو، اور ان کو وہاں ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی جائے اور بہ تکرار وعدہ فرمایا کہ ایسا ہی ہوگا اور اس امر پر بھی مسرت کا اظہار کیا کہ پٹھانوں کی نسل محفوظ ہے اور ہدایت کی کہ وہ اسی طرح اپنی نسل کو محفوظ رکھیں اور فرمایا کہ نسل کی حفاظت ہی میں خصوصیات قومی کی بقا ہے اس گفتگو کے بعد یہ لوگ رخصت ہوئے۔ اور شاہ افغانستان امیر امان اللہ خاں خلد اللہ ملکہ زنان خانہ میں تشریف لے گئے۔ مگر ابھی یہ لوگ صحن باغ ہی میں تھے کہ گورنر بمبئی نے ان کو آ پکڑا اور سوالات شروع کر دیئے کہ بغیر اجازت سرکار انگریزی انھوں نے شاہ سے کیوں گفتگو کی اور کیا گفتگو کی۔ بلا اجازت گفتگو کرنے کے متعلق تو انھوں نے معافی چاہی مگر جو گفتگو ہوئی تھی وہ صاف صاف بیان کردی اور اس طرح چھٹکارا حاصل کیا۔ حیدرآباد کے پٹھان عباس خاں صاحب وکیل کی اس حرکت سے خوش ہیں اور پھولے نہیں سماتے۔ چنانچہ آج بھی جتنے پٹھان آئے تھے سب اس واقعہ کو نہایت مسرت کے ساتھ بیان کررہے تھے مگر میں نے جب غور کیا تو عباس خان صاحب کا یہ فعل مجھے بجائے فائدہ پہنچانے کے مضرت رساں نظر آیا۔ میں مانتا ہوں کہ سادات نے ان کے ساتھ برا سلوک کیا تھا اور سردربار ان کی ذلت ہوئی تھی کہ بجائے ان کے ایڈریس میں خلاف نمائندگی کرکے مولوی ابوالحسن سید علی

www.taemeernews.com

صاحب سے بڑھا دیا گیا۔ مگر شکوہ و شکایت کا مقام اپنا گھر ہے دربار نہیں۔

شاہ امان اللہ خاں کی جس سرفرازی اور مہربانی پر اظہار مسرت کیا جا رہا ہے، وہ بھی کوئی غیر معمولی بات نہیں۔ کیوں کہ امیر صاحب کے اخلاق اس سے زیادہ وسیع ہیں جن کا اظہار اس وقت ہوا۔ جس چیز پر میری نظر ہے وہ یہ ہے کہ امیر صاحب سے تخلیہ میں گفتگو کرنے کی عزت حاصل کر کے عباس خاں صاحب نے نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ کل گروہ مہدویہ کو حکومت ہند کی نگاہوں میں مشکوک بنالیا۔ انگریزوں کی سیاست مشہور ہے وہ ہرگز اس گروہ کو اپنی نگاہوں سے اُوجھل نہیں کر سکتے جو ان کی مملکت میں رہ کر ایک غیر ملک کے بادشاہ سے تخلیہ میں گفتگو کرے۔ امیر افغانستان ہمارے ساتھ کوئی اچھا سلوک صرف اس وقت کر سکتے ہیں جب کہ ہم ان کی حدود سلطنت میں داخل ہوں۔ لیکن کیا اس واقعہ کے بعد ہمارا ان کی حدود سلطنت میں داخل ہونا آسان بھی ہے۔ عباس خاں صاحب کو چاہیے تھا کہ اس موقعہ پر خاموش ہو رہتے، بعد کوئی اور موقعہ تلاش کرتے کہ بہ اجازت حکومت ہند اپنی ہم قومی و عقیدت شعاری کا اظہار امیر صاحب پر کیا جائے۔ (صفحہ ۸۷ تا ۸۲ ۲۷/دسمبر ۱۹۲۷ء)

چار سالہ کوششیں

یہ دیکھ کر مسرت ہوتی ہے کہ میری چار سالہ کوششیں بار آور ہو رہی ہیں اور اب جاگیرات کا دیہی دفتر بالکل سرکار عالی کے طریقہ پر تیار اور مرتب ہو رہا ہے۔ سب بے ضابطگیاں دور ہو گئی ہیں۔ رقم بے باقی ہو کر ایک سال ہوتا ہے۔ اب صرف تمام جاگیرات کی پیمائش کر کے نقشہ تیار کروانا ہے۔ اس کے لیے وقت اور رقم کی ضرورت ہے۔ دیکھیے خدا کب اس کی تکمیل کرواتا ہے۔

(صفحہ ۸۴ یکم/جنوری ۱۹۲۸ء)

نظام کو پہلا شبہ

یہاں سے چنچل گوڑہ گیا۔ حضرت شمسی مدظلہ سے ملا۔ ان ہی کے مکان میں توشہ کھول کر کھانا کھایا جو خالہ صاحبہ نے ساتھ دے دیا تھا۔ اور ان کے ساتھ ہی ظہر کی نماز پڑھی اور پھر ان ہی کے ساتھ حضرت بندگی میاں سید راج محمد رحمۃ اللہ علیہ اور شہداء چنچل گوڑہ کی زیارت کی اور یہیں نصرت صاحب وکیل سکندر آبادی سے ملاقات ہوئی اور تھوڑی دیر ان سے غلام محی الدین کے

www.taemeernews.com

مقدمہ کے متعلق گفتگو ہوئی ۔ یہ اس مقدمہ میں منجانب سرکار وکیل ہیں ۔ آج سے دو سال قبل بھی غلام محی الدین سے میری دوستی کی بناء پر سرکار کو مجھ پر شبہ ہوا تھا کہ اس نے کچھ زیور میرے پاس رکھوا دیا ہے۔ چنانچہ اس کے متعلق دریافت کرنے کے لیے ۱۳۳۵ف میں سرکار نے میرے لال گڑھی کے قیام کے زمانہ میں نواب نعیم یار جنگ بہادر کو سید نصرت صاحب وکیل کے ذریعہ روانہ کیا تھا اور میں نے ان کو اطمینان دلا دیا تھا کہ غلام محی الدین سے میری دوستی ضرور ہے مگر میں نے اس کا کوئی زیور اپنے پاس نہیں رکھا۔ بنک نوٹ کے معاملہ میں تو سرکار کو ناکامی ہوئی اور نوٹ غلام محی الدین کو مل گئے ۔ اب سرکار نے زمرد بیگم صاحبہ مرحومہ کے دوسرے ورثا کی جانب سے جائیداد کے متعلق اس پر سکندرآباد کی عدالت میں دعویٰ کروا دیا ہے، اس میں جو شہادت پیش ہونے والی ہے اس کے بعض گواہوں کا سید نصرت صاحب وکیل نے امتحان کیا تو انھوں نے بیان کیا ہے کہ ایک ست لڑا غلام محی الدین نے میرے پاس رکھوایا تھا جو میں نے واپس کر دیا اور وہ اس نے بمبئی میں نو د ہزار میں فروخت کیا۔ سید نصرت صاحب وکیل کئی روز سے اس معاملہ میں دریافت کرنے کے لیے مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ آج میں نے ان کو اطمینان دلا دیا کہ یہ بیان بھی غلط ہے۔ غلام محی الدین نے مجھ سے خواہش ضرور کی تھی مگر میں نے انکار کر دیا۔

(صفحہ ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۹/ جنوری ۱۹۲۸ء)

شمشیر زنی

محمد قاسم اور اس کے ساتھ کے پہلوانوں کے کمالات دیکھے۔ یہ لوگ قدیم طریقے پر قوت اور شمشیر زنی کا کام کرتے ہیں۔ ایسے ایسے کام کیے کہ بے ساختہ زبان سے تعریف نکل گئی۔ ایک لڑکے کے ننگے پیٹ پر پان رکھ کر ایک شخص نے اس طرح تلوار سے کاٹا کہ لڑکے کے جسم کو خراش تک نہیں آئی اور پان کے سب ٹکڑے ہو گئے۔ (صفحہ ۱۱۱ ۲/ فروری ۱۹۲۸ء)

قرآن مجید کی جدید طرز پر تفسیر

افطار کے بعد دیر تک کتاب الہدیٰ کا مطالعہ کیا۔ سیٹھ یعقوب حسن صاحب مدراسی نے قرآن مجید کی جدید طرز پر تفسیر لکھی ہے۔

پہلے قرآن کو ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ مثلاً اللہ کی ذات وصفات، انسان شیطان، حشر و

www.taemeernews.com

نشر، احکام وغیرہ اور ہر باب سے متعلق آیاتِ قرآن اس باب میں نزول ترتیب کے ساتھ جمع کر کے ان کا ترجمہ اور مختصر تفسیر لکھی ہے۔ یہ کتاب مصنفین اور واعظین کے لیے نہایت مفید ہے۔ کیوں کہ آئندہ ان کو کسی مضمون کے لیے آیاتِ قرآن تلاش کرنے میں ویسی دقت نہ ہوگی جیسی اس سے پہلے ہوا کرتی تھی۔ نیز ہر مضمون کی تمام آیتیں یکجا ہونے سے قرآنی مفہوم تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے۔ (صفحہ ۱۲۱، ۱۶/فروری ۱۹۲۸ء)

رمضان شریف

رمضان شریف کی آمد آمد نے دلوں میں ایک قسم کی اُمنگ پیدا کردی ہے۔ اس کی راتوں کا نقشہ ابھی سے آنکھوں میں پھر رہا ہے۔ اس دفعہ خدا سے دُعا ہے کہ صحت واطمینان سے خدا پورا کروائے اور اپنے نیک بندوں کے صدقہ میں توفیق عطا کرے کہ اس مبارک مہینہ میں ہم اس کے احکام کی بجا آوری اور عبادت کا پورا پورا حق ادا کریں۔

ہلالِ عید

لوگ ہلالِ عید کے دیکھنے کی خوشی کرتے ہیں۔ لیکن کیا حقیقت میں ہلالِ عید اس چاند سے زیادہ باعثِ مسرت ہے۔ آہ اے ہلالِ رمضان تو اس ماہ مبارک کی آمد کا اعلان ہے اور اس ''شہر رمضان'' کے ورود کا مژدہ گوش حق شنو کو سنا تا رہا ہے۔ الذی انزل فیہ القران، جس میں اللہ جل شانہ نے اپنے فضل وکرم سے ہماری ہدایت کے لیے اپنا مقدس ومتبرک کلام قرآن مجید و فرقان نازل فرمایا۔ تو اس ماہِ مقدس کی آمد کی نوید ہے جس کی ایک رات ہزار راتوں سے بڑھ کر درجہ رکھتی ہے۔

تو ہی اس زنجیر کا حلقہ ہے جس سے شیطان کے پاؤں جکڑ دیئے جاتے ہیں اور تو ہی اس قفل کی کلید ہے جس سے دوزخ کے دروازے بند کردیئے جاتے ہیں۔ میں دیکھ رہا ہوں اور سن رہا ہوں کہ تو ہنس ہنس کر روزہ دار کو وہ مژدہ ربانی سنا رہا ہے جس سے اس کے خشک لبوں پر مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے اور اس کے دہن کی بدبو مشک وغیرہ سے چشمک زنی کرنے لگتی ہے۔ تو نوائے حق ہے جو آسمان پر اُڑ اُڑ کر اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑنے والوں اور اپنا سب کچھ اس کی راہ میں نثار کردینے والوں کو دعوت دے رہا ہے کہ آؤ دوسری نیکیوں کا بدلہ اور عبادتوں کا انعام تو جو کچھ ہے وہ

www.taemeernews.com

سب کو معلوم ہے اے سچے چاہنے والو، اپنے اپنے سینوں میں بے قرار دل اور منہ پر اشک بار آنکھیں رکھنے والے آؤ، شبِ وصل آ پہنچا۔ تم نے یادِ دلدار میں تارے گن گن راتیں کاٹی تھیں اور تڑپ تڑپ کر دن گزارے تھے۔ اب تمہاری مراد پوری ہونے کو ہے۔ کیوں کہ میں اس مہینہ کی آمد کی نوید لایا ہوں جس میں خواہشاتِ نفسانی سے پرہیز کرنے اپنے آپ کو اللہ کی یاد میں محو کر دینے اور اس کے احکام کی تعمیل میں روزہ رکھنے کا بدلہ صرف جنت حور و غلمان اور سونے چاندی کے محل نہیں بلکہ وہ محبوبِ حقیقی ہے جس کے نام کی مالا جپتے رہنا تمہاری زندگی کا مقصد اور جس میں فنا ہو جانا تمہارے لیے حیاتِ جاوید ہے۔

اے ہلالِ رمضان میں دیکھ رہا ہوں کہ تو خود بھی خوشی میں اپنے جامہ سے باہر ہے۔ ہنستا ہے، مسکراتا ہے اور اسرار سے آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ کہتا جاتا ہے۔ آج میں دل کی گہرائیوں میں تیرے لیے محبت محسوس کر رہا ہوں۔ مجھے اس مہینے سے جس کی آمد کا تو اعلان کر رہا ہے ہزاروں اُمیدیں وابستہ ہیں۔ میں تیرا دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور اللہ سے دُعا ہے کہ تیرے آنے کو ہمارے لیے سب مسلمانوں کے لیے مبارک و مسعود کرے، ہمارے قلوب سے گناہوں کی سیاہی دور ہو اور ہم رمضان کی مہمان داری اس کی شان کے مطابق کر سکیں۔ یہ جذبات اور یہ خیالات تھے جو ہلالِ رمضان کو دیکھ کر میرے دل میں پیدا ہو رہے تھے۔

(صفحہ ۱۲۵ تا ۱۲۷ ۲۲/فروری ۱۹۲۸ء)

عینک

اکثرتِ مطالعہ سے نواب صاحب کی بصارت متاثر ہو گئی تھی،

۲۲ سال کی عمر میں عینک لگ گئی۔ (مرتب)

ڈاکٹر کے پاس آنکھوں کا امتحان کروانے گیا۔ سیدھی آنکھ کی بینائی میں فرق ہے اور بائیں آنکھ کچھ چھوٹی معلوم ہوتی ہے۔ غرض ایک گھنٹے تک تشخیص کروا کر عینک کے لیے آرڈر دیا۔

(صفحہ ۱۳۸ ۱۰/مارچ ۱۹۲۸ء)

جلسہ ختم قرآن مجید

۸ بجے ماندر خاں آئے اور ان کی زبانی معلوم ہوا کہ آج چنچل گوڑہ میں حافظ محمد مہتاب

www.taemeernews.com

خاں صاحب قرآن کا ختم کریں گے۔

نماز کے بعد مولوی سید شہاب الدین صاحب قبلہ نے فضائل قرآن کریم پر وعظ فرمایا۔

میں عام جلسوں میں شریک ہونے سے بہت گھبرانے لگا ہوں۔ کیوں کہ ہر جلسہ میں سننے کو جاتا ہوں مگر لوگ تقریر کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اور اس قدر منت کرتے ہیں کہ مجبوراً راضی ہونا پڑتا ہے۔ آج بھی یہی ہوا کہ مولوی صاحب کا وعظ ختم ہوتے ہی مولوی سید قاسم صاحب رفیق، گلاب خاں صاحب، حافظ صاحب اور کئی ایک عنایت فرماؤں نے جلسہ میں تحریک کر کے مجبور کر دیا۔

بالآخر پون گھنٹہ سورۂ فلق کی ابتدائی چھ آیتیں پڑھ کر تقریر کی جو بہت پسند کی گئی۔

(صفحہ ۱۳۹، ۱۴۰ ۱۰/مارچ ۱۹۲۸ء)

عینک

پانچ بجے سکندرآباد گیا۔ عینک حاصل کی۔ (صفحہ ۱۴۰ ۲۲/مارچ ۱۹۲۸ء)

ڈاکٹر زور کا تحفہ

مولوی احمد عبداللہ صاحب اور مولوی عبدالقادر صاحب سروری ایم اے ایل ایل بی (عثمانیہ) ملاقات کو آئے تھے۔ سروری صاحب کے ذریعہ مولوی سید محی الدین صاحب قادری زور نے جو آج کل لندن میں لسانیات کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، اپنی دو تصنیفات ''اُردو کے اسالیب بیان'' اور ''تنقیدی مقالات'' بطورِ تحفہ روانہ کی ہیں۔ (صفحہ ۱۴۴ ۱۷/مارچ ۱۹۲۸ء)

لیلۃ القدر

دُعا کر رہا ہوں کہ اے قرآن کے نازل کرنے والے داتا قرآن کے لانے والے نبی کا صدقہ شہر رمضان (الذی انزل فیه القران) کا صدقہ، لیلۃ القدر (خیر من الف) کا صدقہ اور تیرے ان سب نیک بندوں کا صدقہ جن کو تو نے اس رات کی کما حقہ حرمت کرنے کی توفیق فرمائی تھی مجھ گنہگار کو بھی ہدایت فرما کر اس رات کو ضائع نہ کروں اور توفیق عطا کر کہ اس رات کی شان کے مطابق تیری عبادت کروں، اور اس عبادت کو قبول فرما اور دُعا کرنے کا وہ طریقہ بتلا جو تیرے نزدیک سب سے زیادہ مقبول ہو اور ہماری آج رات کی دُعاؤں کو قبول کر۔ اسی رات میں

www.taemeernews.com

ہمارے قلوب کو کھول دے۔ ان میں رقت اور آنکھوں میں آنسو عطا کر، حضور قلب عطا فرما کہ یہ پوری طرح رجوع ہو کر تجھے یاد کر سکوں آمین۔ ہزار مہینوں سے اچھی رات آئی۔

(صفحہ ۱۴۵، ۱۴۶ ۱۹/مارچ ۱۹۲۸ء)

غیبت کے عنوان پر تقریر

حافظ محمد مہتاب خاں صاحب کے ختم قرآن میں شریک ہونے کے لیے چنچل گوڑہ گیا۔ ہر سال حافظ صاحب تراویح میں تین بار قرآن ختم کرتے ہیں۔ یہ آخری ختم مولوی سید شہاب الدین صاحب کی مسجد میں تھا۔ مجھے پہلے سے اطلاع دی گئی تھی کہ آج تقریر کرنی ہوگی نماز کے بعد غیبت کی برائی پر ایک گھنٹہ تقریر کی کیوں کہ یہ مرض آج کل ہماری قوم میں عام ہو رہا ہے۔ تقریر بہت پسند کی گئی۔ (صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸ ۲۱/مارچ ۱۹۲۸ء)

نماز تراویح

میری عمر کا پہلا سال ہے کہ میں نے پورے تیس تراویح پڑھے۔ خدا کا شکر کیا جس نے مجھے اس کی توفیق اور ہمت عطا کی۔ (صفحہ ۱۴۸ ۲۲/مارچ ۱۹۲۸ء)

فیوض و برکاتِ الٰہی کا مہینہ

فیوض و برکات الٰہی کا مہینہ جس کی آرزو میں مہینوں پہلے سے دل تڑپا کرتے تھے ہم سے رخصت ہو رہا ہے۔ اعضاء و جوارح نے کوشش کی کہ اپنی پوری قوت سے اس کے آداب بجالائیں لیکن سرکش نفس اور غافل دل آہ اگر یہ بھی سب کو چھوڑ کر کم از کم اس ایک مہینے میں اپنے معبود کی طرف متوجہ ہو جاتے تو بے شک میں اس مہینے کو خوشی سے رخصت کرتا۔

جو کچھ مجھ سے ہو سکا، اس کے متعلق حضرت حسن بصریؒ کا یہ قول رہ رہ کر یاد آتا ہے کہ ''گناہ ان کے نسبت تو یقین ہے کہ سزا ملے گی۔ اے کاش نیکیوں اور عبادتوں کے متعلق بھی یقین ہو جاتا کہ قبول ہو گئی ہیں''۔ (صفحہ ۱۴۹ ۲۲/مارچ ۱۹۲۸ء)

مبارک میاں صاحب خیر

مبارک میاں صاحب خیر تشریف لائے تھے۔ ان سے دیر تک باتیں کیں۔ اپنا کلام چھپوانا چاہتے ہیں۔ مجھ سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی، لکھ دی۔ (صفحہ ۱۳۵ ۲۸/مارچ ۱۹۲۸ء)

www.taemeernews.com

دو تقریریں

بارِ امانت ـــــــ تفسیر سورۂ کوثر

حضرت نجی میاں صاحب قبلہ مرحوم اہل اکیلی کی مسجد کے جلسہ میں ''بارِ امانت'' کے عنوان پر ڈیڑھ گھنٹہ تقریر کی۔ سننے والوں نے کہا کہ دلچسپ اور پر از معلومات تھی۔ ولادت کی منقبت میں نظمیں پڑھی گئیں اور مجھے پھر مجبور کیا گیا کہ تقریر کروں۔ اگر چہ تھک گیا تھا مگر بعض ایسے بزرگوں نے مجبور کیا کہ راضی ہونا پڑا۔ اور تقریباً ایک گھنٹہ سورۂ کوثر کی تفسیر بیان کی۔

(صفحہ ۱۵۸ ۱/۶ اپریل ۱۹۲۸ء)

حضرت خواجہ بندہ نوازؒ

صبح چھ بجے گاڑی گلبرگہ کے اسٹیشن پر پہنچی۔ تانگہ میں درگاہ شریف کو گیا حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کی اور دوسرے بزرگانِ دین کی جو درگاہ شریف میں مدفون ہیں زیارت کی۔ وہاں سے حضرت شیخ سراج الدین جنیدی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کے روضہ پر حاضر ہوا۔ زیارت کی۔ (صفحہ ۱۸۲ ۷/جون ۱۹۲۸ء)

سید نور محمد موٹر ڈرائیور کی رسم منگنی

نماز عصر کے بعد سید نور محمد میرے موٹر ڈرائیور کی رسم منگنی میں شریک ہونے گیا۔

(صفحہ ۱۹۶ ۱۸/جون ۱۹۲۸ء)

سردارِ عرب وعجم سرورِ کائنات صلعم

آج ۱۳۴۶ء ختم ہوا۔ سردارِ عرب وعجم اور سرورِ کائنات کو راہِ حق میں اپنا وطن چھوڑے پورے ایک ہزار تین سو چھیالیس برس ہوئے۔ آہ اللہ کے سب سے برگزیدہ رسول اور اللہ کے سب سے محبوب بندے نے جس کے لیے اور صرف جس کے لیے یہ ساری بزمِ کائنات آراستہ کی گئی تھی، ہمارے صرف ہمارے لیے کیا کیا مصیبتیں برداشت کیں اور کن کن تکالیف وآلام کا مقابلہ کیا اور کس مشکل میں پڑ کر کتنے سخت مقابلہ کے بعد انھوں نے شرک وبت پرستی کی تاریکیوں کو دور کر کے اخلاقِ حسنہ کی گرمیوں اور اعمالِ صالحہ کی ضیا پاشیوں سے اس تیرہ خاکدان میں کامیاب زندگی بسر کرنے کا راستہ پیدا کیا تھا۔ اگر ہم اس پر سال میں کم از کم ایک دفعہ ہی جب کہ

www.taemeernews.com

وہ ختم ہو رہا ہو غور کریں تو کیا تعجب ہے کہ آنے والے سال کو ہم اپنے لیے سعادت و برکت کا سال بنا سکیں اور وہ ہماری نئی اور کامیاب زندگی کی بنیاد کا پہلا پتھر ثابت ہو۔

اے ہماری خاطر کہ ہم ایام کا حساب لگائیں چاند کو گھٹانے اور بڑھانے والے پروردگار، اے سکنڈوں سے منٹ، منٹوں سے گھنٹے اور گھنٹوں سے دن، دنوں سے مہینے اور مہینوں سے سال پیدا کرنے والے مالک، صدقہ ہجرت رسول کا، صدقہ پائے رسول کا جنھوں نے تیرے راستے میں وہ ثابت قدمی دکھائی جس کی نظیر نہیں ملتی۔ صدقہ قلبِ رسول کا جس میں صرف تو ہی تو جلوہ گر تھا۔ صدقہ ایثار رسول کا جس نے تیری خاطر اور تیرے دین کی خاطر بالآخر اپنا وطن بھی ترک کر دیا تھا۔ صدقہ غار ثور کا جس میں تیرا رسول تین دن تک فروکش رہا۔ صدقہ ایقان و توکل رسول کا جس نے لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا کا درس دے کر مسلمانوں کے لیے اطمینانِ قلب کا سامان فراہم کیا۔ صدقہ ثانی یٰسین کا کہ جو صدیق تھا جس نے تیرے رسول کو رفاقت دے کر تیری رفاقت کاملہ کا شرف حاصل کیا۔ صدقہ ابوالحسنین کا جس نے حکم رسول کی تعمیل کے آگے اپنی جان کو کوئی چیز نہ خیال کیا۔ صدقہ ذات النطاقین کا جس نے تیرے رسول کی ہجرت میں مدد دے کر سعادت سرمدی حاصل کی۔ اے اللہ صدقہ تیری اس نصرت کا جس کے بھروسہ پر تیرے رسول نے دُنیا کی کایا پلٹ دی۔ اے اللہ تو رحیم ہے اور میں سیہ کار ہوں، تو رحمٰن ہے اور میں گنہگار ہوں، تو غفار ہے اور میں طالبِ مغفرت ہوں۔ تو مجیب الدعوات ہے اور میں دست بہ دُعا ہوں، جوش میں لا میرے آقا اپنے دریائے رحمت کو، جوش میں لا اور دھو دے میرے والی میرے قلب کی سیاہیوں کو دھو دے، معاف کر دے میری خطاؤں کو میں غرمسار ہوں، بخش دے میرے قصوروں کو، میں تیرے رسول مکی و مدنی کا نام لیوا ہوں۔ سن اے سمیع میری دعاؤں کو، سن دیکھ اے بصیر میری مصیبتوں کو دیکھ تو کتنا قادر ہے، میری بلاؤں کو ٹال دے، تو مومن و مہیمن ہے، ہر مصیبت و آفت میں میری مدد فرما۔ کشادہ کر دے اے باسط میرے رزق کو کشادہ کر دے اور پیدا کر دے اے مسبب الاسباب میرے اطمینان و فارغ البالی کے اسباب پیدا کر دے۔ بچالے مجھ کو اے حافظ حقیقی ہر آفت و مصیبت سے بچالے جس طرح تو نے نوح کو طوفان اور ابراہیمؑ کو نار نمرود سے بچایا تھا۔ اے اللہ ہماری دُعائیں تجھ ہی سے ہیں اور تو ہی ہماری دُعاؤں کا سننے والا اور قبول کرنے والا

www.taemeernews.com

ہے۔ پروردگار تو نے دُعا کرنے والوں کی دُعاؤں کو قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے اور اے میرے مالک تیرا وعدہ ہمیشہ سچا ہوتا ہے۔ اے رحمٰن ہم تیرے وعدوں کے بھروسہ پر دُعا کرتے ہیں۔ صدقہ سے اپنے حبیب کے ہماری دُعاؤں کو قبول کرا اور آنے والے سال عموماً سب مسلمانوں کے لیے اور خصوصاً تیرے اس گنہگار بندے کے لیے سعادت و برکت، خوش حالی و فارغ البالی اور ترقی و دین داری کا سال بنا۔ ہمارے قلوب کو اپنے آتش عشق سے گرما دے۔ ہمارے دلوں میں رقت اور آنکھوں میں آنسو عطا فرما۔ واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

(صفحہ ۱۹۷ تا ۱۹۹ ۱۹/جون ۱۹۲۸ء)

والدہ کی قبر کی زیارت

مغرب کے بعد والدہ صاحبہ کے نام سے اودھ دیا۔ آج ان کی برسی ہے۔ ایک رقت دل پر ان کی یاد سے طاری ہوئی اور دیر تک رہی۔ حالت مناسب تھی۔ اس سے سجدہ میں گر گیا۔ ان کی مغفرت اور اپنی نجات کے لیے دُعا مانگی۔ (صفحہ ۲۰۴ ۲۵/جون ۱۹۲۸ء)

مونو گرام

(نواب صاحب نے پہلی بار نام کا مونو گرام بنوایا اور چھپوایا تھا)

انجینئر نگ ہاؤس سے لفافہ کاغذ خریدے۔ امپیریل بینک آف بنگال میں گوئندراؤ صدر خزانہ دار سے گفتگو کی اور واپسی میں لفافہ کاغذ مونو گرام طبع کرنے کے لیے مونو گرام ہاؤس میں دے کر واپس آیا۔ (صفحہ ۲۱۸ ۴/جولائی ۱۹۲۸ء)

لال گڑھی میں خزانہ

(نواب صاحب کی جاگیر کا نام لال گڑھی تھا)

محبوب خاں صاحب بلدہ ملاقات کو آئے تھے۔ ان سے معلوم ہوا کہ ایک افواہ آج کل میرے متعلق یہ گشت لگا رہی ہے کہ لال گڑھی میں ایک خزانہ بڑا زبردست برآمد ہوا تھا وہ میں نے دبا رکھا ہے اور اس کے متعلق سرکار میں میرے خلاف کارروائی ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے لوگوں کو مجھے بدنام کرنے میں کچھ لذت ملتی ہے۔ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ لال گڑھی کی عیدگاہ کی تعمیر کے سلسلے میں ایک دفینہ جس میں (۱۲۰) روپے سکہ قدیم اور (۳۰) تولہ کے قریب چاندی کا زیور

www.taemeernews.com

برآمد ہوا جو میرے یہاں محفوظ ہے اور اس کے متعلق سرکار سے طے ہو رہا ہے کہ یہ جاگیردار کا حق ہے یا سرکار کا۔ جیسے طے ہوگا عمل کیا جائے گا۔ اس پر کوکو اور کاہ کو کوہ بنا دیا۔ اور مشہور کرنے لگے کہ میں سخت پریشان ہوں اور مجھ پر فوجداری استغاثہ ہو کر جرم ثابت ہو گیا ہے۔ اللہ ان لوگوں کو نیک توفیق دے۔ (صفحہ ۲۱۹ ۵/جولائی ۱۹۲۸ء)

مہاراجہ کشن پرشاد سے ایک شاعر کا تعارف

ظہور الحسن نامی ایک صاحب ۴ بجے مولوی فیض الدین صاحب وکیل کا ایک خط لے کر آئے تھے۔ مہاراجہ بہادر کی تعریف میں گیارہ شعر کہے ہیں۔ اور ان کا کمال یہ ہے کہ ہر شعر سے تین طریقے پر ۱۳۴۷ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ ۱) ہر مصرع کے حروف کے اعداد سے ۲) شعر کے حروف منقوط کے اعداد سے ۳) شعر کے حروف غیر منقوط کے اعداد سے۔ اور ایسے گیارہ شعر کہے ہیں اور اس پر اضافہ یہ ہے کہ نظم کی ابتدا میں بسم اللہ لکھی ہے۔ اور اس کے ساتھ اسماء الٰہی ملائے ہیں کہ ان سے اعداد نکلتے ہیں۔ مہاراجہ بہادر کے جو القاب اور نام لکھے ہیں اس کے ایک ایک ٹکڑے سے ۱۳۴۷ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ آخر میں اپنا نام اور پتہ جو لکھا ہے اس کے ایک ایک ٹکڑے سے ۱۳۴۷ ہجری برآمد ہوتا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ ایسی تاریخیں ہندوستان میں آج تک صرف دو لکھی گئی ہیں۔ ایک طہماسپ قلی شاعر نے داراشکوہ کی شادی کے موقع پر (۱۹) شعر شاہ جہاں بادشاہ کے دربار میں پیش کیے تھے اور پھر اور ایک شاعر نے (۷) شعر کسی نواب صاحب کے یہاں پیش کیے تھے اور یہ تیسری نظم ہے میں نے ضرور پیش کرنے کا وعدہ کیا۔

(صفحہ ۲۲۹ ۲۲/جولائی ۱۹۲۸ء)

ایک باکمال آدمی کے بی ڈیوک

آج نظامیہ رسٹورنٹ میں خدا بخش نامی ایک صاحب سے جو (کے بی ڈیوک) کے نام سے مشہور ہیں ملاقات ہوئی۔ بڑے باکمال آدمی ہیں آنکھ بند کر کے صرف کاغذ پر انگلیوں سے رگڑ کر ہر قسم کی تحریر پڑھ سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ ہم اگر کچھ لکھ کر اور لفافہ میں بند کر کے ان کے سامنے رکھ دیں تو اس کا مضمون بلا دیکھے پڑھ دیں گے۔ نہ صرف یہ بلکہ ہر شخص کی گزشتہ و آئندہ واقعات کے متعلق نہایت صحیح احکام بھی لگاتے ہیں۔ یہ فن نجوم اصل یا جفر سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ

www.taemeernews.com

ان کا بیان ہے کہ اس کو انگریزی میں کلیر ویژن (Clear Vission) کہتے ہیں اور اس میں بڑی مشق قلب کو ہر قسم کے خیال سے خالی کر کے یکسو کرنے اور تصور کو مکمل کرنے کی پڑتی ہے۔ آج ان کو لے کر مہاراجہ بہادر کے یہاں بھی گیا تھا مگر ملاقات نہ ہوئی۔ (صفحہ ۲۴۲ ۹/اگست ۱۹۲۸ء)

پروفیسر خدا بخش کی شعبدہ بازی

عصر کے بعد مہاراجہ بہادر کے پاس الوال گیا۔ آج یہاں پروفیسر خدا بخش نے اپنی شعبدہ بازی اور روحانی قوت کے کمالات دکھائے اور بڑی خوبی سے دکھائے۔

(صفحہ ۲۴۸ ۱۷/اگست ۱۹۲۸ء)

مہاراجہ کا تحفہ

آج مہاراجہ بہادر نے اپنے ہاتھوں سے باندھی ہوئی جلدوں کی کئی سادہ کتابیں (بیاض) اپنے اسٹاف کے شعراء میں تحفتاً تقسیم کیں۔ ایک کتاب مجھے بھی عنایت ہوئی مہاراجہ بہادر کو اگر ہر فن مولا کہا جائے تو اس کی سب سے بہتر مصداق وہی ہوں گے مصوری، خوش نویسی، پخت (کھانا پکانا)، جلد سازی، مٹی کی مورتی بنانا، کار چوبی، کشیدہ نکالنا، غرض کونسا کام ہے جو مہاراجہ بہادر کو نہیں آتا۔ ایسی خوبصورت اور نفیس جلد بنائی ہے کہ گھنٹوں دیکھنے کو جی چاہتا ہے۔

(صفحہ ۲۴۸ ۱۷/اگست ۱۹۲۸ء)

مجلس میلاد النبیؐ کی تحریک

آج شام کو پانچ بجے میری دیوڑھی میں میر صاحب علی صاحب کی تحریک پر مجلس میلاد النبیؐ کی تحریک پر ایک محلہ واری جلسہ قرار پایا تھا جس میں محلہ کے سربرآوردہ اصحاب شریک تھے۔ مجلس مذکورہ کا اعلان جس میں اس کا نظام العمل بھی شریک تھا تقسیم کیے گئے۔ مقصد صرف یہ تھا کہ عید میلاد النبیؐ عید العباد ہے۔ اس کو اس کی شان کے مطابق ادا کرنا چاہیے۔ ۱۲ / ربیع الاول کی شب میں حسب استطاعت روشنی کی جائے۔ مکانات کی صفائی کروائی جائے۔ غسل کر کے نئے کپڑے پہنیں اور خوشبو لگا کر اس شب کو مختلف طریقوں سے عبادات میں بسر کریں۔ آپس میں مودت و محبت پیدا کی جائے اور اس سال عید میلاد کی یادگار میں نماز پنجگانہ کی پابندی کا عہد کیا جائے۔ بہر صورت اچھی تحریک ہے۔ جلسہ کے ختم پر میں نے حاضرین کو چائے پلائی۔ (صفحہ ۲۴۹ ۲۱/اگست ۱۹۲۸ء)

www.taemeernews.com

شامی بزرگ

مغرب کے قریب باگر گیا۔ غلام محی الدین صاحب سے ملا۔ آج انھوں نے ایک شامی بزرگ احمد سعید خالد صاحب سے لے جا کر ملایا۔ چہرہ سے تقدس عیاں ہے۔ دیر تک مختلف مضامین پر گفتگو رہی۔ (صفحہ ۲۵۴، ۲۵۵ ۲۸/اگست ۱۹۲۸ء)

مجلس میلاد النبیؐ

آج گھر میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس مبارک کیا گیا تھا۔ عصر کے بعد سے مہمان جمع ہوئے۔ بعد مغرب سب کے ساتھ کھانا کھایا اور آٹھ بجے انجمن مہدویہ (تقریر جلسہ میلاد) کو گیا۔ تقریر کامیاب رہی۔ جلسہ گیارا بجے ختم ہوا۔ ۲۵/ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کو ایک مجلس میلاد النبیؐ اپنے یہاں منعقد کرنا چاہتا ہوں جس کا ارادہ ایک عرصہ دراز سے ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی پہلی مجلس حیدرآباد میں ہوگی۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں مختلف فرقہ ہائے اسلام کے علماء جمع ہوں گے اور اپنے اندرونی اختلافات کو قطع نظر کر کے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کریں گے۔ خدا مجھے اپنے اس ارادہ میں کامیاب کرے۔ (صفحہ ۲۵۵، ۲۵۶ ۳۰/اگست ۱۹۲۸ء)

پرلطف صحبت

مہاراجہ بہادر کے یہاں گیا۔ آج ان کے پاس جامع مسجد دہلی کے پیش امام صاحب کی دعوت ہے جو آج کل حیدرآباد آئے ہوئے ہیں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر، نواب ضیاء یار جنگ، نواب مرزا یار جنگ، نواب ذوالقدر جنگ، نواب اختر یار جنگ، نواب فرخندہ نواز جنگ، مولوی عبدالحق بی اے وغیرہ اُمراء بھی مدعو ہیں۔ بڑی سنجیدہ اور پرلطف صحبت رہی۔ گیارہ بجے تک واپسی ہوئی۔ (صفحہ ۲۵۶، ۲۵۷ ۳۱/اگست ۱۹۲۸ء)

حیدرآباد کی ایک تاریخی رات

الحمدللہ آج میری گزشتہ ایک ہفتہ کی کوششیں بارآور ہوئیں جن کے باعث میں روزنامچہ لکھنے سے بھی قاصر رہا۔ آج بڑی شان و شوکت کے ساتھ مغرب کے بعد میرے یہاں مجلس میلاد النبیؐ منعقد ہوئی جس میں میری دیرینہ آرزو کے مطابق اسلام کے چار مختلف فرقوں کے علماء

www.taemeernews.com

نے اپنے اندرونی اختلافات کو قطع نظر کر کے آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس حالاتِ زندگی بیان کیے۔ فرقہ اہل سنت کی جانب سے نواب ضیاء یار جنگ بہادر کا وعظ ہوا۔ حضرات اہل تشیع کی طرف سے مولوی سید احمد حسین صاحب پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ نے فلسفہ اسلام پر تقریر کی۔ حضرت مولوی سید شہاب الدین صاحب قبلہ اور حضرت مولوی سید مرتضیٰ صاحب قبلہ نے گروہ مہدویہ کی جانب سے خلق عظیم اور تکمیل دین پر اظہار خیال فرمایا اور جماعت احمدیہ کے نمائندے نواب اکبر یار جنگ بہادر نے تردید معترضین اسلام کے عنوان کے تحت عیسائیوں اور آریوں کے ان تین زبردست اور لغو اعتراضات کا نہایت عام فہم اور مدلل جواب دیا جو ذیل میں درج کیے جاتے ہیں :

۱) اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔

۲) آنحضرتؐ نے اُمت کے عام ضابطہ کے خلاف نو بیویاں رکھیں۔

۳) اسلام نے غلامی کو مٹانے کی بجائے اور ترقی دی۔

غرض جلسہ نہایت کامیاب رہا۔ مجمع اتنا عظیم تھا کہ میرے لیے دیوڑھی کا دیوان خانہ اور بڑے دروازے تک صحن بھر جانے کے بعد آنے والوں کی نشست کا انتظام کرنا مشکل ہو گیا تھا۔ تین ہزار سے زیادہ مجمع کا انتظام کیا گیا ہے۔ مہاراجہ صدر اعظم بہاؤ اور بہت سے اُمراء و عہدہ داران بلدہ بھی شریک جلسہ تھے۔ جلسہ کے متعلق عام خیال کا نچوڑ نواب ضیاء یار جنگ بہادر کا یہ جملہ ہے کہ آج کی رات حیدآباد کی ایک تاریخی رات اور آج کا جلسہ ایک یادگار جلسہ ہے۔

(صفحہ ۲۵۷، ۲۸۵ ۱۰/ ستمبر ۱۹۲۸ء)

◆◆◆

www.taemeernews.com

انجمنوں اور ادارہ جات سے نواب صاحب کی وابستگی

۲۰، ۲۱ سال کی عمر میں ان کی خداداد صلاحیتوں نے انھیں عوامی میدان میں لا کھڑا کیا۔ ۲۴ سال کی عمر میں یہ بارہ اسلامی، علمی اور اصلاحی انجمنوں سے وابستہ تھے اس خصوص میں نواب صاحب کا خیال تھا کہ محرم ۴۹ھ م تک کسی ایک انجمن کے فرائض کو مکمل طور پر قبول کر کے دیگر انجمنوں سے برائے نام تعلق قائم رکھیں اور مکمل دلچسپی، ذمہ داری اور انہماک کے ساتھ اس کام کو پایہ تکمیل کو پہنچائیں۔ اس تعلق سے وہ اپنے ارادے کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

''آج کل میری مصروفیتیں یوں بڑھ گئی ہیں کہ طبقہ جاگیرداران نے مجھے اپنی طرف سے یہاں کی مجلس وضع قوانین کا رکن منتخب کیا ہے۔ میں ان کے لیے ایک قانون کا مسودہ تیار کر رہا ہوں جو ایک طرف سرکار اور اپنے حصہ داران کے مقابلہ میں ان کے حقوق کی حفاظت کرے، دوسری طرف بس اسے اپنی رعایا پر ان کے اختیارات کا تعین ہو جائے۔ اس کے علاوہ اس سال تقریباً بارہ اسلامی، علمی اور اصلاحی اداروں میں مجھے کچھ نہ کچھ عملی حصہ لینا پڑا ہے۔ کیوں کہ میں نے اپنے لیے ایک کام منتخب کرنے کی یہی ایک صورت خیال کی کہ ۱۳۴۸ھ کے لیے تمام کامون میں تھوڑا تھوڑا حصہ لوں تا کہ ۱۳۴۹ھ میں مجھے اپنے لیے ایک کو مستقل طور پر قبول کر کے سب سے برائے نام تعلق رکھنے میں سہولت ہو۔ انشاء اللہ محرم ۱۳۴۹ھ میں سب سے ضروری اور اہم جس کام کو سمجھوں گا اس کو خاص کر کے اپنے لیے اختیار کر لوں گا''۔

لیکن آخری سانس تک نواب صاحب کو متعدد سیاسی، ادبی، مذہبی انجمنوں کی ذمہ داری نبھانی پڑی۔

اس ابتدائی دور میں نواب صاحب جن انجمنوں اور ادارہ جات سے وابستہ رہے ان میں مجلس اتحاد المسلمین، انجمن مہدویہ چنچل گوڑہ، انجمن علم و عمل، مجلس جاگیرداران، انجمن تبلیغ اسلام،

www.taemeernews.com

فری میس لاج، مجلس شوریٰ، دستی پارچہ بافی حرمین شریفین، انجمن اسلامیہ وغیرہ شامل ہیں جن کا تذکرہ آئندہ اوراق میں ملے گا۔

مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین

جونسبت قلبی آقا کے آستانے سے غلامان محمدؐ کو ہے اسی نسبت کے سبب ان دنوں جب مدینہ منورہ کے عوام کی معاشی حالت ناگفتہ بہ تھی ہر ملک سے عوام اپنی حسب استطاعت اہل مدینہ کے لیے ممکنہ امداد کی صورتیں پیدا کرتے۔ اس خصوص میں دکن کے عوام بھی اپنی مقدور بھر کوشش سے اس خدمت کو انجام دیتے رہے۔

۱۹۳۰ء میں نواب سیف نواز جنگ وائی مکلہ (جو حیدرآباد میں سکونت پذیر تھے) بغرض حج مدینہ گئے تو اپنی آنکھوں سے اہل مدینے کا حالِ زار دیکھ کر تڑپ اُٹھے اور بعد واپسی حج اہل مدینہ کی معیشت کی سدھار کے سلسلے میں ان کے ذہن میں بعد مشورت یہ بات آئی کہ دستی پارچہ بافی کا حرمین شریفین میں ایک ٹریننگ سنٹر قائم کرنا چاہیے۔ اس خصوص میں مشاورت کے لیے ۱۹۳۲ء میں ''مجلس شوریٰ دستی پارچہ بافی حرمین شریفین'' کے نام سے ایک مشاورتی بورڈ کا قیام عمل میں آیا۔

مولوی خواجہ معین الدین صاحب ناظم طبابت اس ادارے کے معتمد تھے۔ ان کی مساعی سے اور ان کی اپنی امداد سے اس ادارہ نے سرمایہ فراہم کیا اور حرمین شریفین میں ایک مدرسہ دارالصناع کے نام سے باب الامراء کے قریب قائم کیا۔ جو دوسری جنگ عظیم تک کامیاب طریقہ پر چلتا رہا۔ یہاں کے لوگ اس قابل ہو گئے کہ چرخہ کی مدد سے کپڑا تیار کریں۔ جو کپڑا تیار ہوتا اہل عقیدت بڑی عقیدت سے اس کپڑے کو خریدتے۔ اس طرح اس کپڑے کی نکاسی کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ دھاگہ چرخہ اور کام سکھانے والے لوگ حیدرآباد سے حرمین شریفین بھیجے گئے۔ حرمین شریفین کے لوگ اس صنعت سے پہلی بار روشناس ہوئے۔ جنگ کے زمانے میں وطنی سوت کام میں لایا گیا۔ نواب صاحب اس ادارے کی مجلس انتظامی کے رکن تھے۔ اپنے قیمتی مشوروں سے اس ادارے کے کاموں کو آگے بڑھانے اور اپنے اثر سے مالیہ فراہم کرنے میں پوری اعانت فرمائی۔ نواب صاحب کا بھرپور تعاون اس عظیم مقصدی ادارے کو حاصل رہا۔

www.taemeernews.com

صدارت انجمن مہدویہ

حیدرآباد میں سنی، شیعہ، وہابی اور مہدوی طبقے کے مسلمان آباد تھے۔ ہر طبقے کی مذہبی، اصلاحی انجمنیں تھیں۔ چنانچہ ۱۳۲۰ھ م ۱۹۰۲ء میں خان بہادر سید علی قاسم صاحب، رازدار خاں صاحب، روشن خاں صاحب، سید محمد تقی صاحب اور دیگر دردمندان قوم کی مساعی سے انجمن مہدویہ کی بنیاد پڑی۔

۱۹۲۶ء کو نواب بہادر یار جنگ کو قوم نے انجمن مہدویہ کا صدر منتخب کیا۔ (مخفی مباد کہ اس وقت نواب صاحب ۲۱ سالہ نوجوان تھے) اس انتخاب پر ۱۶/فبروری ۱۹۲۶ء کو بہادر ہاؤس میں منجانب مہدویان ممالک متوسط و برار نے نواب صاحب کو سپاس نامہ پیش کیا جس کے جواب میں نواب صاحب نے فرمایا ''انجمن مہدویہ حیدرآباد دکن جو آج تک اپنی قوم کی خدمت کررہی ہے قابل ستائش ہے یہ انجمن بہت اچھے کام میں مصروف ہے۔ ہر مہدوی کا فرض ہے کہ وہ اس کا ہاتھ بٹائیں۔ مجھ ناچیز کو انھوں نے جو صدر منتخب کیا ہے میں ان کا بے حد شکرگزار ہوں''۔

باوجود کثرتِ مشاغل قومی کے نواب صاحب ۱۹۲۶ء سے ۱۹۴۴ء تک صدر انجمن مہدویہ رہے۔ آخری چار سالوں میں قومی تاریخ ساز مصروفیات کے باعث وہ صدارت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوجانا چاہتے تھے :

''مجھے سخت افسوس ہے کہ گزشتہ دو سال میں صدارت انجمن کے فرائض کو میں بالکل انجام نہ دے سکا۔ لیکن اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے۔ میرے انکار کے باوجود صدارت پر میرا انتخاب کیا گیا۔ اپنی اَن گنت اور اہم ترین مصروفیتوں کی وجہ سے میں قطعاً اس قابل نہیں ہوں کہ انجمن کے لیے وقت نکال سکوں''۔

(مکتوبات بہادر یار جنگ صفحہ ۵۲،۵۳ مورخہ ۱۵/نومبر ۱۹۴۳ء مرسومہ مولوی سید محمود صاحب)

لیکن اکابرین قوم مہدویہ کے اصرار پر آخر تک صدارت کے عہدے پر فائز رہے۔

www.taemeernews.com

انجمن مہدویہ چنچل گوڑہ ایک کل ہندنوعیت کا ادارہ ہے۔ اقطاع ہند میں اس کی شاخیں قائم ہوئیں (آندھراپردیش میں تقریباً ۴ لاکھ اوراقطاع ہند میں تقریباً ۲۵ لاکھ مہدوی آباد ہیں)

سب سے پہلے نواب صاحب نے دستور کی تدوین فرمائی۔ اس دستور کے تحت عہدہ داران واراکین انجمن کا بذریعہ رائے شماری انتخاب عمل میں آنے لگا۔

تعمیری کارنامہ

۱۳۳۶ھ م ۱۹۱۸ء انجمن کے لیے اراضی حاصل کی جاچکی تھی، لیکن انجمن مہدویہ کی عملی صورت گری باقی تھی۔ چنچل گوڑہ میں بمقام کملہ ایک مکان ملک انجمن تھا جو حاجی محمد علی خاں صاحب کے وقف کردہ تھا اس مکان کو فروخت کر کے اراضی انجمن پر، انجمن کی عمارت بنانے کا فیصلہ ہوا۔ مکان مذکور کی مالیت ڈھائی ہزار سے زائد کی نہ تھی۔ نواب صاحب آکشنر بنے، اس مکان کا خود ہراج کیا۔ پھر کیا تھا، ڈھائی ہزار کا مکان ایک دردمندِ قوم محمد بلند خاں صاحب مہمن زی نے ساڑھے پانچ ہزار میں خریدا۔ اس رقم سے بالائی حصے پر کتب خانے کی عمارت تعمیر ہوئی۔

انجمن کی مستقل آمدنی برائے پروگرام تعلیمی واخراجاتِ انجمن کے ضمن میں یہ طے ہوا کہ ہر صاحبِ خیر کی جانب سے ملکیات کی تعمیر عمل میں آئے۔ نواب صاحب کی اس تحریک پر ۱۵ ملکیات کی تعمیر کی ذمہ داری اہل خیر حضرات نے قبول کر لی اور ۵ ملکیات کی تعمیر نواب صاحب کی جانب سے عمل میں آئی۔ اس طرح جملہ بیس ملکیات کی تعمیر کا کام انجام پایا۔

اس بنیادی کام کے ساتھ ساتھ انجمن کی چاردیواری اور گیٹ کا کام بھی انجام پا گیا اور ملکیات کے اُوپری حصے پر ایک شاندار لائبریری قائم کی گئی۔ جس میں اس وقت چھ ہزار کتابیں اہل ذوق حضرات کو دعوتِ مطالعہ دے رہی ہیں۔ اس کتب خانہ سے بیرون ہند کے بعض اسکالرس نے بھی استفادہ کیا ہے اور یہ فیض جاری ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ تعلیمی تھا۔ اس وقت حیدرآباد میں تعلیم کا فیصد بے حد کم تھا۔ اس خصوص میں انجمن کی جانب سے بورڈنگ ہاؤس کا قیام عمل میں آیا جہاں اضلاع کے بچوں کو سکونتی سہولت حاصل رہی۔

۲) وظائفِ تعلیمی کا سلسلہ شروع کیا گیا، ایسے بچوں کے لیے جو کم استطاعتی کے سبب

www.taemeernews.com

تعلیم کا شوق رکھنے کے باوجود تعلیم حاصل کرنے سے قاصر تھے۔ درسی کتابوں کے ذریعہ امداد کی اسکیم جاری کی گئی۔

۳) دینی تعلیم کے سلسلہ میں تعلیم قرآن، تعلیم قرأۃ اور مدرسۃ الفقراء کی امداد کا کام انجام پایا۔

۴) ورزشِ جسمانی اور جمناسٹک کا تربیتی ادارہ قائم کیا گیا۔

اس طرح یہ تعمیری کام پایہ تکمیل کو پہنچے : (الف) ساتھ ہی حیدرآبادی مہدوی برادری کی مردم شماری (ب) انجمن کی جائیداد منقولہ و غیر منقولہ کو درج فہرست اوقاف کرنے کا کام (ج) عقیدے سے متعلق کتب کی اشاعت کا پروگرام (د) والینٹرس کی تشکیل کے کام بھی انجام پائے۔

اس دوران بعض انتظامی دشواریوں کی بناء پر ۱۳۶۱ھ م ۱۹۴۲ء میں دستور میں تبدیلی عمل میں آئی۔ اس طرح مجلس انتظامی کی تشکیل کا اختیار صدر کو دیا گیا۔ انجمن کے کاموں میں مولوی سید یوسف صاحب تصوّر، مولوی سید محمود صاحب، مولوی سید عبدالکریم صاحب اسحاقی، مولوی کرم علی خاں صاحب جیسی ہستیوں نے نواب صاحب کی معاونت فرمائی۔

طبقہ مہدویہ میں دینی، تعلیمی اور اخلاقی شعور کے پیدا کرنے میں نواب صاحب کی مساعی کو بڑا دخل رہا ہے۔ ساتھ ہی اس طبقے کو ایک منظم تنظیم کے تحت جو انجمن مہدویہ کہلاتی ہے پوری طرح آراستہ فرمایا۔

ملکیات کی تعمیری اسکیم کے تحت مستقل آمدنی کے ذرائع پیدا کیے۔ نواب صاحب نے جس مستعدی و تندہی، فرض شناسی سے انجمن کا کام انجام دیا، قوم کے عمائدین اس کے دل سے معترف رہے۔ اس خصوص میں مولوی سید یوسف صاحب تصوّر نے نواب صاحب کی خدمات کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا—— ''خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہم میں صحیح احساسِ عمل پیدا ہو چلا ہے۔ جس کے لیے ہم کو سب سے پہلے قابل احترام صدر عالی جناب نواب بہادر یار جنگ کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرنا چاہیے جن کی قوی ہمدردانہ کوششوں نے مردہ دلوں میں ذوق عمل کی تازہ روح پھونک دی''۔ (رپورٹ انجمن مہدویہ ۱۹۳۳ء مولوی سید یوسف تصوّر معتمد انجمن)

www.taemeernews.com

اس موقع پر کانفرنس مہدویانِ ہند منعقدہ چن پٹن علاقہ ریاست میسور کے اجلاسوں (۲۷/ تا ۲۹/فبروری ۱۹۳۵ء) میں نواب صاحب کی شرکت کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔ اس کانفرنس کے موقعہ پر نواب صاحب نے بڑی بصیرت افروز تقریر فرمائی۔

اس موقعہ پر نمائش مصنوعات قومی وملکی کا افتتاح بدست سرسی وی رامن عمل میں آیا۔ رسم افتتاح سے قبل نواب صاحب نے تعارفی تقریر فرمائی :

''سر موصوف دُنیائے سائنس میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کو سائنس سے جو دلچسپی وگہرا شغف ہے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ آپ نے اس خصوص میں دُنیا کا مشہور ترین انعام نوبل پرائز حاصل فرمایا''۔

سرسی وی رامن نے اس موقعہ پر خطبہ دیا۔

اس طرح بحیثیت صدر انجمن مہدویہ نواب صاحب نے اپنی اعلیٰ صلاحیتوں سے قوم میں بیداری کی لہر پیدا کردی اور اپنی صلاحیتوں سے قوم کو مستفید فرمایا۔

یہ دیکھ کر دلی مسرت ہوتی ہے کہ نواب صاحب کی کوششیں بارآور ثابت ہوئیں۔ ہر شعبۂ حیات میں طبقہ مہدویہ نے اعلیٰ مقام پیدا کیا اور یہ طبقہ سماج میں عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔

مجلس تبلیغ اسلام (سہ سالہ تبلیغی کارنامہ ۱۹۲۷ء)

ایک بائیس سالہ نواب زادہ ۱۹۲۷ء میں مجلس تبلیغ اسلام کی بناء ڈالتا ہے :

''دیوڑھی کے نرم ونازک گدوں پر بیٹھنے والے نے دیہات کی بے سروسامانی کو دعوت دی۔ بجلی کے پنکھوں کی بجائے مئی اور جون کی چلچلاتی دھوپ اور باد تند وتیز کا سامنا تھا۔ بریانی اور مزعفر کے قابوں کی جگہ مٹی کے پیالوں میں نانِ جویں تھی۔ سخت وخاردار راستوں کو طے کر کے اسلام کی مشعل سے دکن کے دیہاتوں اور قصبوں کو منور کرتا تھا''۔ (ہمارا قائد از مولوی محمد احمد خاں صفحہ ۲۵)

اس طرح عوامی خدمت گزاری کا آغاز مبلغ اسلام کی حیثیت سے ہوا :

''نواب صاحب کی ملی اور مذہبی خدمات میں سب سے ممتاز خدمت یہ ہے کہ گزشتہ ڈھائی سو سال سے مسلمانوں نے وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ کی تعمیل میں اجتماعی

www.taemeernews.com

نظام ترتیب نہیں دیا''۔ جس تعلیم کو فراموش کر دیا تھا'' اس مقدس فریضہ کے انصرام کے لیے مجلس تبلیغ کی بنیاد ڈالی اور اس مجلس کے نائب معتمد کی حیثیت سے اضلاع مرہٹواڑہ و تلنگانہ کے اکثر مقامات کا پیدل اور بیل گاڑی کے ذریعہ دورہ کیا۔ ایک ایک دیہات میں پہنچ کر لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ کے اُصول کے مطابق غیر مسلموں کے سامنے اسلام کے محاسن پیش کیے جن کی نیت اغراض سے پاک تھی اور بطیب خاطر تبدیل مذہب پر آمادہ تھے، صرف انہی کو مشرف بہ اسلام کیا گیا''۔

(لسان الامت از مولوی عبدالرحمٰن سعید)

اضلاع مرہٹواڑہ اور تلنگانہ میں مسلسل تین سال تک نواب صاحب پورے انہماک کے ساتھ اس مشن کی تکمیل میں مصروف رہے۔ علاقہ مرہٹواڑہ اور تلنگانہ میں اورنگ آباد، نلگنڈہ، میدک، گلبرگہ اور دیگر اضلاع اور اس کے متعلقہ تعلقہ جات قصبات مثلاً جالنہ، گیورائی، بھوکروں، عنبر، دیورکنڈہ، سوریاپیٹ، حضورنگر، پاٹودہ، جڑچلہ، کلیانی، سدی پیٹ وغیرہ۔

احمد علاءالدین صاحب (صنعت کار) جو بے حد مخیّر بندۂ خدا تھے نواب صاحب کے اس کارخیر میں مالی امداد فرماتے تھے۔ ان کی طرف سے ہر نومسلم بھائی کو ایک جوڑا نذر کیا جاتا تھا اور مبلغین کی تنخواہوں وغیرہ کے سلسلے میں بھی ان کا مکمل تعاون نواب صاحب کو حاصل تھا۔ جب تبلیغ کا کام مستحکم بنیادوں پر استوار ہوتا گیا اور جوق در جوق غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوتے گئے تو دو محاذ نواب صاحب کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ ایک آریہ سماجی اور دوسرے ارباب حکومت۔ آریہ سماجیوں نے ایک اشتہار میں نواب صاحب کو خونخوار شیر کی صورت میں انسانوں کا لہو پیتے ہوئے دکھایا اور زہر افشانی کی۔ جنون جب اور بڑھا تو نواب صاحب کے سر کا انعام مقرر کیا مخالف قوتیں منظم سازش کے ساتھ برسرپیکار ہو گئیں۔ تبلیغ کے اس کام میں رکاوٹ ڈالنے کے لیے مخالفین نے ناظم کوتوالی کو لکھا کہ اس تبلیغی کام کے باعث فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہو رہی ہے۔ ناظم کوتوالی میں ٹی ہالنس بھی موقع کے منتظر تھے، انھوں نے اپنی رپورٹ میں آریہ سماجیوں اور ہندو مہاسبھا کے لیڈروں کے خیالات کی اندھی تقلید میں ایک رپورٹ ان کی تائید میں مرتب کی۔ جس کے جواب میں ناظم کوتوالی کے نام ایک مدلل جواب نواب صاحب نے تحریر فرمایا جس کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح خواہ مخواہ مخالفین نے الزام تراشی سے کام لیا تھا :

www.taemeernews.com

نواب بہادر یار جنگ کا خط ناظم کوتوالی کے نام

خط بنام ناظم کوتوالی (مسٹر بالنس)

''کوتوالی اضلاع سرکار عالی کی رپورٹ نظم ونسق بابتہ ۱۳۴۶ف کے مطالعہ کا موقعہ ملا۔ نیز مقامی اخبارات میں بھی اس کے اقتباسات شائع کیے گئے۔ اس وقت آپ کو مخاطب کرنے سے میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ کوتوالی کی عام رپورٹ پر تنقید کروں میں صرف فقرہ ۵ کی دوسری سطر کی طرف آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں جس میں فرقہ وارانہ کشیدگی کی بڑی وجہ آپ نے تحریک شدھی کے ساتھ ساتھ تبلیغ کو قرار دیا ہے۔ چوں کہ ۱۹۴۶ء میں منظم تبلیغی مساعی صدر مجلس اسلام کی طرف سے ہوتی رہی ہے۔ اسی لیے عام طور پر آپ کی اس تنقید سے وہی تبلیغی کوشش مراد لی جارہی ہیں۔ مجھے یہ کہنے کی اجازت دیجئے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی کو تبلیغ کی طرف منسوب کرنا کسی طرح درست نہیں ہے۔ صدر مجلس تبلیغ اسلام کی جانب سے تبلیغ صرف چار اضلاع میں ہوئی ہے۔ تلنگانہ کے اضلاع ورنگل اور نلگنڈہ ہیں۔ نلگنڈہ کے تعلقات دیورکنڈہ، سوریاپیٹ وحضور نگر میں اور ورنگل کے تعلقات پاکھال اور محبوب آباد اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اور مرہٹواڑہ میں اضلاع اورنگ آباد کے تعلقات بھوکرون، جالنہ اور عنبر میں۔ اور ضلع بیڑ کے تعلقات پاٹودہ اور گیورائی میں تبلیغ کی گئی ہے جاگیر کلیانی ضلع گلبرگہ، تعلقہ سدی پیٹ ضلع میدک اور قصبہ جڑچلہ ضلع محبوب نگر میں چند روز کے لیے ایک ایک مبلغ مقرر کیا گیا تھا جو جلد موقوف کروادیا گیا۔ ان کے سوا ہرگز ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ کسی اور مقام پر صدر مجلس تبلیغ اسلام کی طرف سے تبلیغ ہوئی۔ جہاں تک آپ کی رپورٹ شہادت دے رہی ہے اور مجھے واقعات کا علم ہے ۱۳۴۶ف میں مقامات مذکور الصدر پر کہیں کوئی فرقہ وارانہ فساد وقوع پذیر نہیں ہوا۔ ہوپلہ، سعداللہ نگر، دھارور، نلگنڈہ اور عثمان آباد کے جن علاقوں میں رپورٹ زیر نظر سے فرقہ وارانہ فساد کا وقوع ظاہر ہورہا ہے ان میں سے ایک مقام بھی ایسا نہیں ہے جہاں تبلیغ کی گئی ہو۔ یہ امر انتہائی حیرت کا موجب ہے کہ عین وہ مقامات جہاں تبلیغ ہورہی ہے فرقہ وارانہ کشیدگی سے محفوظ ہیں اور جن مقامات پر فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی ان کو تبلیغ سے دور کا بھی واسطہ یا تعلق نہ ہو، اور اس کے باوجود تبلیغ کو فرقہ وارانہ کشیدگی کا باعث قرار دیا جائے۔ میں متوقع ہوں کہ آئندہ اس کی اصلاح فرمادی جائے گی تاکہ پبلک کو غلط فہمی نہ ہو۔ افترا

www.taemeernews.com

پرداز کو فتنہ پردازیوں کے لیے ایک اور موقع نہ ملے۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ اسی طرح مذہب اسلام کی تبلیغ نہایت باقاعدہ اور پرامن طریقوں پر حدود قانون کے اندر رہ کر کی جارہی ہے۔ جس طرح مذہب عیسائیت کی تبلیغ برسوں سے جاری ہے مقامی ہندو باشندوں نے کبھی اظہارِ رنج و غضب تو کجا گلہ تک نہیں کیا۔ البتہ کئی مہینے بعد بعض ..... پرچار نے ان دیہاتوں میں جا کر لوگوں کو بھڑکانے کی کوشش کی لیکن تبلیغی کارکنوں کے انتہائی ضبط و نظم نے کوئی ناگوار صورت پیدا نہ ہونے دی۔ فقط

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ

مجلس تبلیغ اسلام بڑی منظم بنیادوں پر استوار کی ہوئی تنظیم تھی۔ اس تنظیم کی کارکردگی اور طریقہ کار سے متاثر ہو کر کل ہند جمعیت تبلیغ کے معتمد عمومی حضرت مولانا غلام بھیک نیرنگ نے اظہارِ رشک کرتے ہوئے فرمایا تھا :

''کل ہند جمعیت تبلیغ کا نظام بھی نہ تو اس قدر مستحکم ہے اور نہ اتنا کامیاب''۔

یہ کام ویسے مسلسل ۳ سال تک بڑے زور و شور سے چلتا رہا۔ لیکن بعد کی قومی مصروفیات نے انھیں اتنا اُلجھا دیا کہ وہ پوری طرح اس جانب وقت نہ دے سکتے تھے۔ لیکن مبلغین کے ذریعہ یہ کام آخری دم تک جاری رہا۔ اللہ کے اس نیک بندے نے ۲۴ ہزار نفوس انسانی کو مشرف بہ اسلام کیا۔ صرف مشرف بہ اسلام کر کے اپنے فرض سے غافل نہیں ہوئے۔ کیوں کہ جو لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جاتے، معیشت کی راہیں ان کے لیے بند ہو جاتیں۔ سماجی مقاطعہ ہو جاتا اور طرح طرح کے مصائب میں یہ گرفتار ہو جاتے۔ سب سے پہلے تو تالیف قلوب کے سامان پیدا کرنے پڑے۔ ان کے لیے لباس، ذرائع معیشت کی فراہمی، مدارس کا قیام، ان کی تعلیم و تربیت، مستقل مدارس کا انتظام، رہائشی سہولتوں کے ساتھ مدارس کا قیام :

''بیڑ سے اطلاع ملی ہے کہ دس نو مسلم طلبہ دارالاقامہ میں قیام کے لیے وہاں آ چکے ہیں اور بقیہ کی تکمیل عنقریب ہو جائے گی''۔

(خط مورخہ معتمد صاحب صدر انجمن اسلامیہ صفحہ ۱۸۵ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول مرتبہ بدرالدین احمد)

www.taemeernews.com

اس خصوص میں اہل خیر حضرات کی مدد شریک حال رہی اور انجمن اسلامیہ کے نام سے ایک تنظیم قائم فرمائی، جس کا مقصد نومسلم افراد کو معاشرے میں باعزت طریقے پر زندگی گزارنے کے قابل بنانا تھا۔

انفرادی حیثیت سے اور اجتماعی حیثیت سے ان کی مدد کے راستے تلاش کیے گئے اور ان کی اعانت بھرپور طریقے پر کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتنہ ارتداد کا کوئی واقعہ ظہور پذیر نہ ہوا۔ نومسلم بافندوں کے سلسلے کی ایک کوشش کا حال ذیل میں ملاحظہ ہو :

''میں نے رائچور کے دورے کے سلسلے میں دیودرگ اور ہرگرہ دو مقامات کے بافندوں کی تنظیم کی ہے اور ضلع رائچور کی مجلس کو ہدایت کی ہے کہ ان سے کپڑا حاصل کر کے مسلمانوں میں فروخت کرنے کا انتظام کیا جائے۔ اسی سلسلہ میں رائچور میں ایک دکان بھی قائم کردی گئی ہے جس کا نام ''دکن پارچہ گھر رائچور'' ہے''۔ (خط ۱۳۱ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول)

نومسلم بھائیوں کی انفرادی حیثیت کی امداد کے تعلق سے نواب صاحب کی سعی و کوشش و کاوش و تڑپ کے یہ چند نمونے ان کے احساس درد کے آئینہ دار ہیں۔

ایک اور خط ملاحظہ ہو :

''مکرمی! خط پہنچا۔ تپرتی میں دارالاقامہ کی جو تحریک آپ نے کی تھی الحمدللہ وہ بارآور ہوئی تمام انتظامات مکمل ہو چکے۔ آج ہی مولوی عبدالعزیز خاں صاحب اور مولوی حبیب حسن صاحب تکمیل کار کے لیے تپرتی گئے ہیں''۔ (خط ۱۸۲ بنام انوارالحسن واعظ انجمن اصلاح المسلمین ضلع بیڑ)

''نواب صاحب مکرم و محترم!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ جو لوگ میرے اس خط کے ساتھ آپ کی خدمت میں حاضر ہیں، وہ آپ کی جاگیر کی رعایا ہیں جن کو اللہ نے میرے ذریعہ سے اسلام کی روشنی دکھائی۔ نلنی میں کچھ افتادہ اراضی ہے جس کے لیے یہ اُمیدوار ہیں کہ ان کو آپ کاشت کے لیے مرحمت فرمائیں۔ میں اپنے ان غریب بھائیوں کی درخواست کو اپنی درخواست بنا کر آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں اور آپ کی خاص توجہ کا متمنی ہوں۔ اُمید کہ آپ خیریت سے ہوں گے''۔

(خط بنام نواب حیدر علی خاں جاگیردار جعفرآباد)

www.taemeernews.com

ایک نومسلم وکیل ہائی کورٹ

عبدالکریم تماپوری اور سید ضیاء العارفین وکیل ہائی کورٹ کے نام نواب صاحب کا تعارفی خط :

السلام علیکم! مولوی محمد سراج الحق صاحب اشٹھانا وکیل ہائیکورٹ ہمارے ان بھائیوں میں ہیں جنھوں نے کامل تحقیق اور تلاش کے بعد مذہبِ اسلام قبول کیا۔ مجھے ان کی صداقت، حق پسندی اور خدا پرستی پر اعتماد ہے۔ ان کے اسلام قبول کرنے کا وہی نتیجہ ہوا جس کی توقع تھی۔ ان کے عزیز وا قارب اور ہندو رفقائے کار نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ سخت پریشان ہیں۔ اس لیے میں آپ کی امداد کا خواہاں ہوں۔ آپ کے یہاں سے جو مقدمات بصیغہ مرافعہ ہائی کورٹ آتے ہیں، ان میں سے چند اگر آپ کی توجہ سے ان کو بھی مل جایا کریں تو ان کی رفع پریشانی اور میری ممنونیت کا باعث ہوگا''۔ (خط ۹۳ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد دوم)

چار کاریگر نومسلم بھائی

''چار نومسلموں کو آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ چاروں کا بیان ہے کہ وہ کیک پیسٹری اور ڈبل روٹی بنانا جانتے ہیں۔ اگر آپ کے ذریعے ان کی روزی کا کوئی سامان ہو جائے تو ان کی پرورش میری ممنونیت اور عنداللہ آپ کے لیے اجر عظیم کا موجب ہوگا''۔

(خط ۲۲۳ عزیز کمپنی نظامیہ رسٹورنٹ)

نومسلم بھائی کے مقدمہ کی پیروی میں مدد

''حامل ہذا ایک نومسلم ہے۔ اس کا ایک مقدمہ سر رشتہ مالگزاری میں تھا۔ جس میں ہم نے پیروی کا انتظام کیا لیکن فیصلہ اس کے خلاف ہوا۔ سوریا پیٹ کے کسی ہمدرد وکیل کو اس مقدمہ میں بلافیس کام کرنے پر آمادہ کریں''۔ (خط ۲۶ مسمومہ محمد یونس وکیل نلگنڈہ)

اس دن ان کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا جس دن نواب صاحب نے جامعہ ازہر کے وفد کے روبرو نومسلم بچوں نے قرآن کی مقدس آیتیں سنائیں۔ بڑی مسرت کے ساتھ اس واقعہ کا اپنے ایک خط میں اظہار فرماتے ہیں :

''میں نے اپنی تبلیغی مساعی کے چند نمونے ارکانِ وفد کو دکھائے تھے۔ ممکن ہے کہ ان کو وہ

www.taemeernews.com

وقت یاد ہو جب کہ ان بچوں کی زبان سے جن کو ہندوستانی اچھوت سمجھتے تھے انھوں نے قرآن کی مقدس آیتیں سنی تھیں''۔ (خط ۱۸ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد اول)

نواب صاحب کی تبلیغی مساعی کے سلسلے میں ان کے تاریخی خطبہ صدارت ''آل انڈیا تبلیغ اسلام کانفرنس منعقدہ بمبئی ۱۹۳۸ء'' میں تبلیغی کام سرانجام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے نواب صاحب نے فرمایا تھا :

''دوستو! آپ جانتے ہیں کہ اسلام نے تبلیغ مذہب میں کبھی جبر و اکراہ کو جائز نہیں رکھا۔ قرآن کی زبان اس سلسلے میں ہر قسم کے ابہام سے پاک ہے : لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ اور کوئی مسلمان دین کی تبلیغ میں کبھی کسی ایسے فعل کو روا نہیں رکھ سکتا جس میں مکر، لالچ، جبر اور تشدد کو دخل ہو۔ اس کے باوجود آپ کو اس کا یقین رکھنا چاہیے کہ جب آپ تبلیغ کے میدان میں قدم رکھیں گے تو جن مصیبتوں سے میں گزر چکا ہوں اور جن مصیبتوں سے بہ اتباع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر داعی اسلام کو گزرنا چاہیے وہ آپ کا انتظار کر رہی ہیں۔

عزم اور صرف عزم، ارادہ اور صرف ارادہ کی پختگی، استقلال اور صرف استقلال آپ کو منزلِ مقصود سے قریب کر سکتا ہے۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ آپ کے قدم ڈگمگا جائیں اور آپ منزل کو پہنچنے سے قبل ہی رُک جائیں۔ آپ کے صاحبانِ ثروت کو چاہیے کہ اس مبارک ترین کام کے لیے جس کو میں کسی طرح نماز اور روزہ سے کم نہیں سمجھتا اپنے دستِ کرم کو دراز کریں۔

آپ کے اصحابِ علم و فکر کو چاہیے کہ اپنی زبان و قلم کو حرکت میں لائیں۔ آپ کے پریس کو چاہیے کہ اپنے اثرات سے کام لے اور آپ کے ہر مرد کو چاہیے کہ قرن اول کے مسلمانوں کی طرح اپنے آپ کو مبلغ اسلام بنائے۔

تبلیغ کے لیے سب سے بڑی دشواری سرمایہ کی کمی ہے جو عین وقت پر دامن پکڑ لیتی ہے اور آگے بڑھنے نہیں دیتی۔ سرمایہ اس لیے نہیں کہ معاندین کے برخود غلط الزام کے مطابق آپ اس سے کسی کے ضمیر کو خریدیں بلکہ اس لیے کہ مبلغین کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں۔ قبولیتِ اسلام کے بعد نو مسلمین کی تعلیم و تربیت کا انتظام کریں اور ان پر جو مصائب و آلام آئیں ان سے ان کی حفاظت کریں۔

www.taemeernews.com

تبلیغ کے لیے دوسری اہم ضرورت مخلص، سچے اور صلاحیت یافتہ مبلغین کی فراہمی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ ہر شخص مبلغ ہوا کرتا تھا۔ لیکن آج ڈھونڈنے سے بھی ایسے لوگ نہیں ملتے جو تبلیغ کی صحیح صلاحیت رکھتے ہوں۔

تبلیغ کی تیسری ضرورت مسلمانوں کی ہمدردیوں کا حاصل کرنا ہے جن کو صدیوں کی صحبت ہمسائیگی نے چھوت چھات کے اعتبار سے پورا نہیں تو آدھا ہندو ضرور بنا دیا ہے۔ آپ کے مبلغین کو چاہیے کہ غیروں کو مسلمان بنانے سے پہلے ان مسلمانانِ ہندو صفت کو مسلمان بنائیں۔ اپنے تجربے کی بناء پر میں ایک نصیحت آپ کو کرنا چاہتا ہوں کہ دیہات میں افراد کو مسلمان بنانے کی بجائے کوشش کیجیے کہ پوری جماعت مسلمان بنے، اس وقت تک چند آمادۂ اسلام افراد کو کلمہ پڑھانے میں دریغ کرنا مناسب ہوگا۔ جب تک ان کے اثر سے اس گاؤں کے اکثر اچھوت آبادی کو آمادۂ اسلام نہ کرلیا جائے۔

یہ چند اُصولی باتیں تھیں جن کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرائی گئی، ورنہ میدانِ تبلیغ اتنا وسیع ہے کہ ہر روز اس میں نئے تجربوں کی توقع کی جاسکتی ہے''۔

''مرحوم (محمد بہادر خاں قائد ملت نواب بہادر یار جنگ) کا کوئی ایک بھی دوسرا عمل صالح نہ ہوتا، تنہا یہی ایک عمل ان کے مرتبہ کو بلند سے بلند تر مقام تک پہنچانے کے لیے کافی نہیں؟''

(مولانا عبدالماجد دریابادی)

حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی

حیدرآباد میں تعلیمی ترقی کے لیے رہنمائی اور جدوجہد کے مطمح نظر سے ۱۹۱۳ء میں حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی کا قیام محمد مرتضیٰ صاحب و محمد مظہر اور ان کے رفقاء کی کوششوں سے عمل میں آیا۔ حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کو ابتدا ہی سے ممتاز شخصیتوں کی سرپرستی حاصل رہی جن میں قابل ذکر سروجنی نائیڈو، ملا عبدالقیوم، ناظر یار جنگ، سجاد مرزا اور سالار جنگ جیسی شخصیتیں شامل تھیں ریاست حیدرآباد میں علوم وفنون کے پھیلانے اور دکن میں تعلیم کو عام کرنے کا کام اس ادارے کا نصب العین رہا ہے۔

کانفرنس کا پہلا اجلاس ۱۹۱۵ء کو منعقد ہوا۔ شرکاء کانفرنس نے اپنی تقاریر میں ایک جامعہ

www.taemeernews.com

کے قیام کی تحریک پیش کی جس کا ذریعہ تعلیم اُردو ہو۔ اسی تحریک کا اثر تھا کہ ۱۹۱۸ء میں عثمانیہ یونیورسٹی کا قیام عمل میں آیا۔ محمد فاروق بی اے ایس سی ایس سابق ناظم بلدیہ اور مولوی مرتضیٰ صاحب، ڈاکٹر حمید اللہ درس گاہ دارالعلوم کے ساتھی تھے۔ ان احباب کا تعلق حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی سے تھا اور ان ہی کی وساطت سے نواب صاحب حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی سے قریب ہوئے اور ارکان مجلس انتظامی کی کمیٹی کے لیے آپ کا انتخاب عمل میں آیا اور رکنیت مجلس انتظامی کا سلسلہ چلتا رہا۔ نواب صاحب کی دلچسپی اس انجمن کے تعلیمی افادی پالیسی کے باعث روز افزوں رہی۔

پہلی بار نواب صاحب نے حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کی سالانہ کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۸ء بمقام ٹاؤن ہال میں تعلیم کا صحیح مطمح نظر کے زیرعنوان شرکائے کانفرنس کو مخاطب فرمایا۔ مخفی مبادکہ کانفرنس کے اجلاس میں ماہرین تعلیم، علماء اکابرین، رہنمایانِ ملت شریک اجلاس ہوا کرتے تھے کیوں کہ یہ اجلاس خالص علمی قسم کے ہوتے جس میں مقامی زعماء کے علاوہ ہندوستان کے مختلف گوشوں سے مہمان شریکِ اجلاس ہوتے۔

نواب صاحب (جو اس وقت صرف محمد بہادر خاں تھے) کی تقریر سے قبل حسب پروگرام اس اجلاس میں قائداعظم تشریف لائے۔ ان کی تشریف آوری نے محفل کی رونق بڑھادی۔ صدر جلسہ ڈاکٹر ناظر یار جنگ صدر کانفرنس نے اس موقع پر استقبالیہ تقریر فرمائی۔

اس اجلاس کی اختتامی تقریر محمد بہادر خاں نے ''تعلیم کا صحیح مطمح نظر'' کے زیرعنوان فرمائی (بعدازاں عکس کشی میں حضرت قائداعظم کے بازو نواب محمد بہادر خاں تشریف فرما تھے)

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں نواب صاحب کی یہ پہلی تقریر تھی۔

دوسری تقریر جو دسویں حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس میں ہوئی جو ۱۹۲۹ء میں منعقد ہوئی۔ اس تقریر کی روئیداد جو شائع ہوئی اس میں درج ہے :

''تحریکات کے بعد اس جلسے کی سب سے اہم تقریر ہوئی جس کو حاضرین نے بڑے شوق اور پسندیدگی سے سنا اور بار بار تالیاں بجا کر بالغ نظر مقرر کے خیالات سے اتفاق کا اظہار کیا۔ یہ تقریر'' دینیات کی تعلیم'' کے عنوان سے حیدرآباد کے مشہور نوجوان مقرر نواب محمد بہادر خاں

www.taemeernews.com

صاحب جاگیردار نے کی''۔(اس دور تک جب کہ مشکل سے ان کی عمر ۲۴ سال تھی ان کی تقریر اہل وطن میں اپنا رنگ جما چکی تھیں۔اس زیر تذکرہ تقریر کے چند جملے ہدیۂ ناظرین ہیں :

''ہم نے اس دین کو جو خدا کی دُنیا میں بسنے والے ہر انسان کی تعلیم کے لیے بھیجا گیا اور جس کے علم کو حاصل کرنا ہر انسان کا فطرتی حق ہے ایک خاص خاندان، خاص گروہ اور خاص طبقہ سے متعلق کر دیا گیا۔علم دین ایک دریا تھا جو جب تک بہتا اور ایک قلب سے دوسرے قلب میں بلا روک ٹوک منتقل ہوتا رہا اس کا پانی صاف اور اس کی تاثیر جلد اثر کرنے والی رہی۔لیکن جب ہم نے اس سے پہلوتہی کی اور جن کے قبضہ میں تھا انھوں نے بند بنا کر اس کو روک دیا تو ایک طرف پانی خود ان کے قلوب کی گندگی سے سڑنے لگا اور دوسری طرف خود ان علماء و مشائخ نے دُنیا کی گردن عقیدت کو اپنے سامنے جھکانے اور اپنے جیبوں کو دوسروں کی محنت کی کمائی سے بھرنے کے لیے اس کو اپنی رائے اور قیاس کی دقیقہ پسندیوں سے معمور اور نا قابل فہم بنا دیا۔برخلاف اس کے ایک زمانہ فاروق اعظم حضرت عمرؓ کی حکومت کا بھی تھا جب کہ کمزور سے کمزور انسان بھی جنگلوں میں سونا اُچھالتے پھرتے تھے اور ان کے دل میں چور کا خیال بھی نہ ہوتا تھا۔کیا ان لوگوں نے اپنی قوت و حکومت سے یہ سب کچھ کیا؟ کیا صنعاء سے مدینہ کا سفر کرنے والے بوڑھیا کے سونے کی حفاظت حکومت کا کوئی فوجی دستہ کر رہا تھا جب کہ وہ عرب کے لق و دق صحراؤں کو عبور کر رہی تھی۔نہیں یہ سب اپنی رعایا کے ہر فرد کے دل میں ایک ایسی غیبی قوت کے ادراک، نہیں بلکہ ایقان و ایمان کے پیدا کر دینے کا نتیجہ تھا جو چلتے پھرتے اُٹھتے پھرتے، جلوت و خلوت میں ان کے اعمال علانیہ و پوشیدہ ہی کی نہیں بلکہ ان کے قلوب کے وساوس و احساسات کی بھی نگرانی کر رہی ہو۔اور نہ صرف نگرانی کر رہی ہو بلکہ اس کو ان اعمال کی سزا و جزا کا بھی کامل اختیار حاصل ہو۔اسی قادر مطلق کا نام خدا رکھا گیا۔اور اسی قدرت کے تیقن اور اقرار کا نام ایمان اور اسی قوت کی عبادت یعنی تعمیل حکم کا نام دین ہے اور انہی احکام کی تعلیم کا نام تعلیم دینیات ہے جو اس قادر مطلق کے بھیجے ہوئے رسولوں اور نیک بندوں نے ہم تک پہنچائی''۔

حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی بھی تشریف فرما تھے۔ اور ایک ۲۴ سالہ نواب زادے کی تقریر کو بڑے غور سے سن رہے تھے۔اس تقریر کے تعلق سے اپنے

www.taemeernews.com

احساساتِ قلبی کا اظہار کرتے ہوئے مولانا تحریر فرماتے ہیں :

''نواب صاحب سے میں سب سے پہلے اس وقت واقف ہوا جب ۱۹۲۹ء میں مجھ کو حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کے ایک جلسہ میں شریک ہونے کا موقع ملا۔ نواب صاحب اس وقت تقریر فرما رہے تھے اور میں ان کے نام سے تک ناواقف تھا۔ تھوڑی دیر تقریر سنتے ہی میں نے محسوس کیا کہ میں عام مقررین سے مختلف ایک شخص سے دوچار ہوں جو خطابت کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ سلجھے ہوئے خیالات، مرتب اور مربوط بیان، الفاظ کا صحیح انتخاب اور برمحل استعمال، جملوں کی صحیح نشست اور ان میں ادب کی لطیف چاشنی، ان سب چیزوں نے مل کر مجھے مقرر کی شخصیت سے فوراً متاثر کیا۔ اور ہم نشینوں سے دریافت کرنے پر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ نواب بہادر خاں صاحب حیدرآباد کے ایک جاگیردار ہیں تو مجھ کو اور زیادہ حیرت ہوئی۔ کیوں کہ میں حیدرآباد کے جاگیردار طبقہ سے جو واقفیت رکھتا تھا اس کی بناء پر مجھے توقع نہ تھی کہ ایسا اچھا خطیب اور ایسے پاکیزہ خیالات اور وسیع معلومات رکھنے والا شخص اس طبقہ میں پیدا ہوگا''۔

(ماخوذ ''آفتاب دکن'' از شیدا)

نوعمری میں جن انجمنوں سے نواب صاحب کا تعلق رہا اس میں حیدرآباد ایجوکیشنل سوسائٹی سرفہرست ہے۔ بطورِ خاص علماء، اکابرین اور زعماءِ ملت سے تعلق و تعارف میں اس انجمن کی وساطت کارگر رہی اور نواب صاحب کی اعلیٰ علمی صلاحیتوں سے استفادہ کا حیدرآباد ایجوکیشنل کانفرنس کو موقع ملا۔

مجلس وضع قوانین ۱۹۲۹ء

طبقہ جاگیرداروں کی طرف سے مجلس وضع قوانین کی رکنیت کے لیے ایک جلسہ عام سالار جنگ کی دیوڑھی میں بصدارت نواب سالار جنگ ۱۸/ بہمنی ۱۳۳۹ف م ۳۱/ ڈسمبر ۱۹۲۹ء منعقد ہوا، جس میں طبقہ جاگیرداران کی طرف سے دو نمائندوں کا انتخاب مطلوب تھا۔

نواب بہادر یار جنگ اور دوست محمد خاں جاگیردار مجلس وضع قوانین میں مجلس جاگیرداران کی نمائندگی کے لیے بالاتفاق منتخب کیے گئے اور ''۴ سال تک آپ نے باالحسن الوجود نمائندگی کے فرائض انجام دیئے''۔ (صفحہ ۲۷ لسان الامت، مولوی عبدالرحمٰن سعید)

www.taemeernews.com

جون ۱۹۳۰ء کے ایک مکتوب سے جو ڈاکٹر زور کا موسومہ ہے، مجلس وضع قوانین میں حصول معاوضہ اراضیات کے تعلق سے نواب صاحب نے مسودہ قانون تیار فرمایا تھا، اس کا تذکرہ ملتا ہے۔

''آج کل میری مصروفیتیں یوں بڑھ گئیں ہیں کہ طبقہ جاگیرداران نے مجھے اپنی طرف سے یہاں کی مجلس وضع قوانین کا رکن منتخب کیا ہے۔ میں ان کے لیے ایک قانون کا مسودہ تیار کر رہا ہوں جو ایک طرف سرکار اور اپنے حصہ داروں کے مقابلے میں ان کے حقوق کی حفاظت کرے، اور دوسری طرف اسے اپنی رعایا پر ان کے اختیارات کا تعین ہو جائے''۔

اس مسئلہ میں قانون کی روشنی میں نواب صاحب نے یہ ادعا پیش فرمایا کہ :

قانون حصول اراضی پر غور کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ اراضی کا حاصل کرنا ہی اس قانون کا تنہا مقصد نہیں ہے بلکہ اس کا ہم درجہ ایک اور اہم امر بھی اس قانون کا مقصد ہے، یعنی معاوضہ ادا کیا جانا۔ (تمہید قانون نشاں (۹) بابتہ ۱۳۰۹ھ قابل ملاحظہ)

نتیجہ اس کا یہ ہے کہ قانون حصول اراضی کی حد تک اراضی اور ادائی معاوضہ دو تصورات توام ہیں۔ (حوالہ نقل مراسلہ مجلس جاگیرداران نشاں مجاریہ ۹۵۱) (واقع ۲۲/ شہریور ۱۳۴۳ف)

تحریک نسبت ازدواج ہندو بیوگان

ہندو بیوگان کے ازدواج کے تعلق سے کیشو راؤ صاحب نے مجلس وضع قوانین میں تحریک پیش کی۔

اس تحریک کے تعلق سے نواب صاحب نے (اجلاس، وضع قوانین۔ بابتہ ۲۰/ امرداد ۱۳۳۹ف) جن خیالات کا اظہار فرمایا وہ ان کی وسیع النظری اور ہندو بھائیوں سے ہمدردی کے جذبات اور ان کے مذہبی احساسات کے احترام پر مبنی ہیں۔

اس قانون کا منشا یہ تھا کہ صرف بیوگان کے عقد کو جائز قرار دینا، اس کا یہ منشا نہ تھا کہ بیوگان کو عقد کرنے پر مجبور کیا جائے۔

اس تحریک کی تائید پونگل وینکٹ رامار یڈی نے کی اور راجہ بہادر رامار یڈی نے تائید مزید کی۔

www.taemeernews.com

نواب صاحب نے اس تحریک کے تعلق سے فرمایا :

یہ تحریک اہل ہنود سے متعلق ہے جس کی اس ملک میں تعداد سرکار عالی کی جملہ رعایا کے تقریباً ۸۹ فیصد ہے اور جو سرکار عالی کے سایہ عاطفت میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں ۔ اس لحاظ سے مجھے اس تحریک کی تردید کا کوئی حق نہیں ہے۔

لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ اس خصوص میں یہ امر تحقیق طلب ہے کہ آیا اس تحریک سے دھرم شاستر کے مندرجہ وراثت کے اُصول متاثر ہوتے ہیں ؟ اس لیے میرے خیال میں یہ مناسب ہوگا کہ قبل اس کے کہ اس تحریک کی پیشی کی اجازت دی جائے اس کو مجلس کے چند ارکان کی ایک سلکٹ کمیٹی کے تفویض فرمایا جائے اور وسیع پیمانہ پر اس کی اشاعت کی جائے اور کمیٹی کو یہ ہدایت کی جائے کہ وہ ان تمام آرا پر کامل غور کرے جو اس کے پاس پیش ہوں اور اس کے بعد مجلس میں رپورٹ پیش کرے ۔ ایسی رپورٹ کے پیش ہونے کے بعد مجلس اس امر کا تصفیہ کر سکے گی آیا تحریک کے مطابق مسودہ قانون ازدواج ہندو بیوگان کی پیشی کی اجازت دی جائے یا نہیں!

اس موقعہ پر پونگل وینکٹ راما ریڈی نے کہا :

اس تحریک کا منشا یہ ہے کہ عقد ثانی سے جو اولاد پیدا ہو، وہ صحیح النسب قرار دی جائے اور اس کے حقوق کی حفاظت کی جائے۔

اس موقعہ پر نواب صاحب نے فرمایا :

''حق تورث ایک مذہبی حق ہے اور دیکھنا یہ ہے کہ اس تحریک کی منظوری سے کہیں ایسے حق سے متعلق دھرم شاستر کے احکام تو متاثر نہیں ہوتے''۔

(روئیداد مجلس وضع قوانین سرکار عالی اجلاس دوم بابتہ ۲۰/امرداد ۱۳۳۹ف مطابق ۲۵/جون ۱۹۳۰ء)

''مجلس وضع قوانین میں گو آپ کی خدمات منظر عام پر نہ آسکیں ، لیکن خداداد قانونی بصیرت اور بے نظیر خطابت کی وجہ سے حکومتی حلقہ میں آپ کی مقبولیت روز افزوں ہوتی گئی''۔

(صفحہ ۲۷ لسان الامت مولوی عبدالرحمٰن سعید)

◆◆◆

www.taemeernews.com

ساردا ایکٹ ۱۹۲۹ء

ہندوستان میں ازدواج کم سنی سے متعلق ساردا ایکٹ پاس ہوگیا تھا۔جس قانون کے تحت ۱۴ سال سے پہلے لڑکی کی شادی ۱۸ سال سے قبل لڑکے کی شادی جرم تعزیری قرار دی گئی تھی۔ آریہ سماجی یہ چاہتے تھے کہ حیدرآباد میں بھی یہ قانون پاس ہوجائے مگر ہندوؤں میں سناتن دھرم کے لوگ اس کی مخالفت میں تھے۔حیدرآباد میں اس بل کی شدید مخالفت ہوئی۔بل کی مخالفت میں مظاہرے بھی ہوئے۔اس خصوص میں نواب فیاض الدین خاں صاحب کی دیوڑھی (سلطان بازار) میں یکم/ڈسمبر ۱۹۲۹ء کو ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا۔بانیانِ جلسہ نے ہر دو مکتبِ فکر کے لوگوں کو مدعو کیا۔اس دور کے نیشنلسٹ مسلمان ڈاکٹر لطیف سعید اس بل کی تائید میں تھے۔ انھوں نے شاردا ایکٹ کی تائید میں تقریر کرتے کرتے رسول اکرمؐ کا اسم مبارک ان کی زبان سے نکلا ''اٹھارہ سال تک محمد نے کیا کیا'' (انھوں نے صلی اللہ علیہ وسلم کو حذف کرڈالا) سارا مجمع مشتعل ہوگیا۔لوگ اسٹیج پر چڑھ گئے اور بہت قریب تھا کہ لوگ مقرر کے اور قریب ہوجاتے۔ ایک تنومند ۲۴ سالہ پٹھان اپنی نشست سے بجلی کی طرح اُٹھا اور ڈاکٹر لطیف سعید کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا، میکروفون پر آئے اور ان کی صدا گونجی تو مجمع کو سانپ سونگھ گیا۔

یہ واقعہ ۲۹/ڈسمبر ۱۹۲۹ء کو ہوا تھا۔نواب صاحب نے اس واقعہ کا ذکر شخص مذکور کے نام اور مقام جلسہ کے اظہار کے بغیر تقریباً بارہ سال بعد اپنی تقریر میں (جو فن خطابت کے زیرعنوان انجمن اتحاد طلبہ ورنگل کالج کے جلسہ میں) فرمایا تھا۔نواب صاحب اس واقعہ کے ذریعہ فن تقریر کے طالب علموں کو یہ بتارہے تھے کہ لہجہ کی وجہ بھی ندامت اُٹھانی پڑتی ہے۔اب نواب صاحب کی زبانی اس واقعہ کو سنئے :

''کسی جملہ کے استعمال میں لہجہ کو بڑا دخل ہے۔ذرا سے لہجہ کے بدل جانے پر مقرر کی تقریر پر ایسا برا اثر پڑجاتا ہے کہ وہ سامع کے دل سے ہرگز ہٹائے نہیں ہٹتا چنانچہ اس موقعہ پر میں

www.taemeernews.com

اپنے ایک دوست کا واقعہ بیان کروں گا جن کو صرف اپنے لہجہ کی وجہ ندامت اُٹھانی پڑی۔ میرے اوران کے درمیان ایک مقابلے کا مضمون دیا گیا تھا جس میں کسی قانون کے مرتب کرنے پر بحث تھی۔ آپ نے دورانِ بحث میں ایک جھٹکے کے ساتھ فرمایا تھا، بتاؤ اٹھارہ سال تک محمد (صلعم) نے کیا کیا۔ بس اس جملہ پر ساری پبلک مشتعل ہوگئی۔ پبلک کو قابو میں لانا پڑا۔ لیاقت اور قابلیت میں کوئی کلام نہ تھا مگر صرف لہجہ خراب ہونے سے سارا مجمع بھڑک گیا۔ اس جملے کو یوں ادا کر سکتے تھے ''بتلایئے ہمارے آقائے کونین رسالت مآبؐ نے اٹھارہ سال تک کیسے کیسے عمل کیے''۔

(تقریر بعنوان ''فن خطابت'' بہادر یار جنگ کی غیر سیاسی تقریریں صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ مرتبہ نذیر الدین احمد)

فوری بعد نواب صاحب کی تقریر کا آغاز ہوا۔ نواب صاحب نے اپنی تقریر میں ساردا ایکٹ کے خلاف عوامی احساسات کی ترجمانی کرتے ہوئے تاریخی اور مذہبی حوالوں کے ساتھ اس بل کی پرزور مخالفت فرمائی اور حکومت حیدرآباد کے رجحان کے بارے میں احساسات مذہبی کے جذبہ احترام کے حوالے سے فرمایا :

''حیدرآباد میں اس تحریک کی نشر واشاعت کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ محض غیر ذمہ دارانہ ہے اور سرکار عالی کی مسلمہ پالیسی کے خلاف ہے۔ ہماری حکومت ہمیشہ سے رعایا کے جذبات اور مذہبی احساسات کا لحاظ رکھتی آرہی ہے اور آئندہ کے لیے بھی بالتصریح اس کی یہی پالیسی ہے۔ اس لیے وہ چند نام نہاد مصلحین کی چیخ و پکار کو کوئی وقعت نہیں دے سکتی''۔

نواب صاحب کی یہ تاریخی تقریر بڑی مشہور اور مقبول ہوئی۔ دس ہزار کے اس مجمع میں جس میں (ہندوؤں اور مسلمانوں کا مشترکہ جلسہ تھا) بغیر آواز کے موافقت اور مخالفت میں ہاتھ اُٹھوائے گئے، نواب صاحب کی تقریر کا جلسہ پر یہ اثر ہوا کہ شاردا ایکٹ کی تائید میں صرف دو ہاتھ (ووٹ) اُٹھے، کوئی تیسرا ہاتھ مخالفت میں نہیں اُٹھا۔

اس تقریر کے بارے میں اخبار رہبر دکن نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھا کہ :

''اس تقریر کے عام خدوخال کے متعلق شاید اتنا تذکرہ کافی ہوگا کہ مخالفین بھی داد دیئے بغیر نہ رہ سکے''۔

بیرسٹر چودھری خلیل الزماں نے اس تقریر کے بارے میں فرمایا کہ :

www.taemeernews.com

''اتنی سلجھی ہوئی، صاف، مدلل و مسلسل اثر انداز تقریر شاردا بل کی مخالفت میں کہیں نہیں ہوئی''۔ (بحوالہ اخبار رہبر دکن ۱۲/دسمبر ۱۹۲۹ء)

شاردا بل کی مخالفت کے سلسلے میں نواب صاحب کی فکر بلند کا اندازہ ان کی اس تحریر سے ہوتا ہے جو بصورت خط انھوں نے اپنے دوست ڈاکٹر زورؔ کے نام لکھا تھا:

''آپ نے سنا ہوگا کہ ہندوستان میں ازدواج کم سنی سے متعلق شاردا ایکٹ پاس ہو گیا اور اس کی رو سے ۱۴ سال سے قبل لڑکی کی اور ۱۸ سال سے قبل لڑکے کی شادی جرم تعزیری قرار دی گئی۔ اب یہاں حیدرآباد میں بھی بعض آریہ سماج کے افراد کوشش کر رہے ہیں کہ یہ قانون پاس ہو جائے۔ میں کمسنی کی شادی کا سخت مخالف ہوں۔ لیکن اس کی اصلاح کے لیے قانون کی امداد کو زیادہ بری سمجھتا ہوں۔ ہمارے یہاں مذہباً چند خاص اور ممکنہ ضرورتوں کو پیش نظر رکھ کر ہمارے فقہاء نے بہ ولایت ولی جائز کم سنی کی شادی کی اجازت دی ہے۔ اس قانون سے یہ رعایت باقی نہیں رہے گی اور ایک حد تک یہ قانون ہمارے پرسنل لا اور مذہب میں مداخلت کرے گا جس کو ہم کبھی منظور نہیں کر سکتے۔ نیز اس کو منظور کر لینے کے معنی یہ ہوں گے کہ اس قسم کی مداخلتوں کا دروازہ کھول دیا جائے۔ مثلاً طلاق، ازدواج اور ترکہ اناث وغیرہ کہ جس کے مطالبات خلاف شرع بعض ناعاقبت اندیش عورتوں کی جانب سے کیے جا رہے ہیں۔ غرض اس بل کی مخالفت بھی میرے مشاغل میں داخل ہے''۔ (صفحہ ۱۲ خط موسومہ ڈاکٹر زورؔ مکتوبات بہادر یار جنگ)

مجلس جاگیرداران

۲۲/ستمبر ۱۹۳۰ء کو اجلاس عام مجلس جاگیرداران میں نواب بہادر یار جنگ کو بلا مقابلہ معتمد مجلس جاگیرداران منتخب کیا گیا۔ بلا مقابلہ آپ کے انتخاب نے طبقہ جاگیرداران اور عوام میں مسرت کی لہر دوڑا دی۔ کیوں کہ یہ مجلس ۴۰ سال سے غیر کارکرد اور بے مقصد انجمن کی صورت میں قائم تھی۔

نواب صاحب نے سب سے پہلے بڑے جاگیرداروں کو اس انجمن میں شرکت کی دعوت دی۔ نواب سالار جنگ کو صدارت کے لیے راضی کیا گیا اور بڑے اُمراء بھی نواب صاحب کی خواہش پر پہلی بار مجلس جاگیرداران کے رکن بنے، جن میں نواب عنایت جنگ، معین الدولہ بہادر

www.taemeernews.com

والی پائیگاہ، نواب سر آسمان جاہ، مہاراجہ کشن پرشاد یمین السلطنت، حسام الملک خان خانخانان، بہرام الدولہ بہادر وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔ اس پر مسرت خبر سے متاثر ہوکر نواب دوست محمد خاں جاگیردار نے مقامی اخبارات کے صفحات پر اظہارِ مسرت کرتے ہوئے فرمایا :

''میں نے مقامی اخبارات میں یہ خبر بڑی مسرت کے ساتھ پڑھی کہ اس ریاست ابد مدت کے اُمراء وعمائدین سلطنت نے مجلس جاگیرداران کی شرکت وسرپرستی قبول فرمائی ہے جو ایک عرصہ سے کسمپرسی اور گمنامی میں پڑی ہوئی تھی۔

یہ اُمید افزا نتیجہ مجلس کے ہونہار وسرگرم رکن نواب محمد بہادر خاں صاحب کی گہری دلچسپی اور کوششوں کا نتیجہ ہے جو حال میں اس مجلس کے اعزازی معتمد کی اہم خدمت پر منتخب ہوئے ہیں۔ جس کے وہ ہر طرح موزوں اور اہل ہیں۔ بحیثیت اس کے ذاتی دوست اور جاگیردار کے ان کی اس کامیابی پر دلی مبارکباد دیتا ہوں اور ان کی ذات سے طبقہ جاگیرداران کی فلاح و بہبودی کی زمانہ مستقبل میں توقعات رکھتا ہوں۔ میں تمام ہندو و مسلم جاگیردار صاحبان سے پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ بلحاظ ضرورت زمانہ مجلس کی اہمیت پر نظر کر کے کثیر تعداد میں شریک ہوکر اس مجلس کو اپنی متفقہ کوششوں سے کامیاب بنائیں، جس میں ان کی ذاتی اصلاح وفلاح اور ملک و مالک کی خدمت مضمر ہے''۔

حکومتی حلقوں اور عوامی حلقوں میں یکساں اُمید افزا توقعات کی وابستگی کا اظہار کیا جانے لگا اور پہلی بار یہ توقع پیدا ہوئی کہ نواب صاحب کی خداداد صلاحیتوں اور قانون بصیرت کے باعث مجلس جاگیرداران ایک متحرک جماعت بن جائے گی اور عام جاگیرداروں میں وہ شعور پیدا ہوگا جس کی وقت کے تقاضوں کے تحت شدید ضرورت تھی۔ دکن کے سب سے اہم اخبار رہبر دکن نے ''طبقہ جاگیرداران کی اصلاح وترقی'' کے زیرعنوان اس اہم مسئلہ پر اپنا اداریہ قلم بند کیا جو ایک اہمیت کی بات تھی۔ اس ادارے سے طبقہ جاگیرداران کے حال زار پر روشنی پڑتی ہے اور یہ ادارہ کس درجہ اصلاح طلب تھا اس کا اندازہ بھی ہوتا ہے :

''ملک کے جاگیرداروں کا طبقہ فی الحقیقت ملک کی معاشیات کی ریڑھ کی ہڈی ہے، اس کا بگڑنا ملک کی اقتصادیات کی کمر کا ٹوٹنا اور اس کا بننا قوم کی مالی حالت کی کمر کا بندھ جانا ہے۔

www.taemeernews.com

ہمارے اس زرعی ملک میں جو دولت بھی اب تک پیدا ہوتی رہی ہے یا جو بحالات موجودہ پیدا ہوسکتی ہے زمین ہی کی بدولت ہوا کی ہے اور ہوسکتی ہے اور وہی لوگ دولت مند ہوسکتے ہیں جو صاحب زمین ہیں۔ باوجود اس کے کس قدر افسوس ناک یہ منظر ہے کہ ہماری قوم کے جاگیردار افراد جنھیں ملک میں سب سے زیادہ دولت مند ہونا تھا، سب سے زیادہ مفلس وقلاش ہیں۔ انہی کو سب سے زیادہ تعلیم یافتہ ہونا تھا اور انھیں میں سب سے زیادہ جہل موجود ہے اور انہی کو ایسے قوم ساز کاموں کی بناء ڈالنی تھی جن کو روپے کی زیادہ ضرورت ہے مگر وہی سب سے زیادہ ایسے کاموں اور ان کی ضرورتوں کی جانب سے بے خبر ہیں اس عہد کے تقاضوں کے بموجب اس بات کی ضرورت تھی کہ حکومت کی ان تدابیر کے علاوہ جو ان کی اصلاح وترقی کے لیے کی جارہی ہیں، جاگیردار افراد بھی متحدہ طور پر کسی انجمن کے ذریعہ اپنی اصلاح وترقی کے ذرائع پر غور کرتے اور اس کا ایک نظام العمل بناتے۔ ایسی ایک انجمن برائے نام مدت سے ملک میں موجود تو تھی مگر نواب بہادر خاں صاحب نوعمر اور عالم جاگیردار کی معتمدی کے بعد سے اس میں ایک نئی جان پڑگئی ہے۔ اس کے آثارِ حیات وناصیہ پروری کی پہلی قسط یہ ہے کہ اس جواں سال وحقیقت آگاہ معتمد جاگیردار کے جوش عمل سے اس انجمن جاگیرداران کو نواب سالار جنگ بہادر کی میر مجلسی، نواب معین الدولہ بہادر، ہزاکسی لنسی مہاراجہ سریمین السلطنت بہادر، نواب حسام الملک خان خانان بہادر، نواب بہرام الدولہ بہادر کی شرکت وسرپرستی حاصل ہوگئی ہے اور اُمید ہے کہ اب ترقی کی راہ پر اور قدم بھی اُٹھائے جائیں گے۔

ریاست حیدرآباد میں جاگیردارانہ نظام قائم تھا۔ یہ جاگیردار فکر معاش سے بے نیاز، قرضوں میں گرفتار، مختلف غیر اخلاقی ذوق وشوق کے شکار، ان کی اولادیں تک تعلیم سے بے نیاز قعر مذلت کی سمت رواں دواں تھے۔ نواب صاحب نے بحیثیت معتمد مجلس جاگیرداران اس امر کی کوشش فرمائی کہ جاگیردار طبقہ کی اخلاقی حالت کی سدھار ہو۔ یہ اپنی معاشی حالت کو سدھارنے کے راستوں پر گامزن ہوں۔ جاگیری مسائل میں انضمام کو توالی جاگیرات کا مسئلہ۔ حصول معاوضہ اراضیات یعنی حصول اراضی اور ادائی معاوضہ تصورات توام۔ اس خصوص میں مقدار معاوضہ کا تعین اور دیگر متعلقہ مسائل کی یکسوئی کی کوششیں فرمائیں۔

www.taemeernews.com

سرمایہ کی کمی کے باعث مجلس جاگیرداران کا نہ کوئی مکان تھا اور نہ دفتر نہ اخبار نہ مشیر قانونی نواب صاحب نے چار سال تک معتمدی کے فرائض انجام دیئے، لیکن نواب صاحب طبقہ جاگیرداران سے بڑی حد تک مایوس تھے، ان کی اس مایوسی کا اظہار آپ کو رپورٹ سالانہ کے اقتباسات میں ملے گا۔ وہ اس طبقہ کو سعی حیات کی تڑپ سے محروم اور ان کی غفلت کو ابدی اور سرمدی نیند سمجھتے تھے۔ ایسی نیند جس کا ماتھا قیامت تک نہیں جاگتا۔ چنانچہ نواب صاحب کی محنت جو اس طبقہ کو بیدار کرنے کے لیے انھوں نے صرف کی اس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہ ہو سکا۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

رپورٹس

اُمراء عظام کی شرکت و سرپرستی

مجلس ہذا اپنے گزشتہ چالیس سالہ دور میں اُمراء عظام کی شرکت و سرپرستی سے محروم رہی۔ مجلس اس کو محسوس کرتی تھی کہ ان کی شرکت و سرپرستی کے بغیر طبقہ جاگیرداران اپنی حقیقی شان اور اصلی مرتبہ نہیں حاصل کر سکتا اور طبقہ سے متعلق اُصولی مسائل بالحسن الوجود تصفیہ نہیں پا سکتے۔ دوسری طرف اُمراء عظام کی بزرگی و عظمت بھی بلا خدمت قوم بمصداق سید القوم خادمہ ناممکن تھی۔ الحمدللہ کہ سال زیر رپورٹ میں مجلس اپنے طبقہ کے ان بزرگوں کی سرپرستی حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی اور عالی جناب مہاراجہ بہادر سرکشن پرشاد یمین السلطنت عالی جناب نواب معین الدولہ بہادر امیر پائیگاہ، سر آسمان جاہ مرحوم، عالی جناب نواب سالار جنگ بہادر، عالی جناب نواب حسام الملک خانخانان بہادر، عالی جناب نواب بہرام الدولہ بہادر وغیرہ نے مجلس کی استدعا پر بہ کمال مسرت شرکت قبول فرمائی۔ اب ہم توقع کر سکتے ہیں کہ خدائے قادر و قیوم ہم کو ان کی سرپرستی میں اپنے مقاصد میں مستقبل قریب میں کامیاب کرے گا''۔

(صفحہ ۱۴ تا ۱۵ رپورٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۳۹ف م ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء)

گوشوارہ آمد و خرچ

جب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں سلطنت حیدرآباد کے اس اہم ترین طبقہ کی مجلس کی

www.taemeernews.com

رپورٹ لکھ رہا ہوں جو مما لک محروسہ کی ایک ثلث اراضی پر قابض اور ایک ثلث محاصل کا سرمایہ اور ایک ثلث رعایا کا حکمران طبقہ ہے تو ان حقیر رقوم کو جو ذیل میں درج ہیں لکھتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے لیکن تقاضائے فرض یہی ہے کہ میں ان کو بادلِ ناخواستہ آپ کے سامنے پیش کروں۔ کیا میں اپنے ان بھائیوں سے جن کے انتساب سے ہزاروں گھر اور دکانیں بقعہ نور بنی ہوئی ہیں درخواست کروں کہ ایک اُچٹتی ہوئی نظر اپنے گھر کے ٹمٹماتے ہوئے چراغ پر بھی ڈالیں۔

اس زمانے میں جو حکمتِ عملی اور پروپگنڈے کا زمانہ ہے اور جب کہ انصاف دن بہ دن گراں ہوتا جارہا ہے میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کی مجلس کی طرح اہم مقاصد و اغراض رکھنے والی مجلس اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتی جب تک اپنے بنک کے کھاتے میں وہ اپنی حیثیت کے موافق سرمایہ نہ رکھے، جتنا سرمایہ اس وقت آپ کی مجلس کے پاس ہے وہ کسی طرح اس کو زندہ اور قائم رکھنے کے لیے بھی کافی نہیں ہے۔

سرمایہ کی قلت ہی کی وجہ ہے کہ آج آپ کی مجلس کا نہ کوئی مکان ہے نہ دفتر، وہ اپنا کوئی اخبار رکھتی ہے نہ مشیر قانونی، نہ اس کے پاس آپ کے حقوق کی حفاظت کے لیے کوئی وکیل ہے نہ پیروکار۔ اس کے دفتر کی ٹوٹی پھوٹی دو تین الماریاں ہر انتخاب جدید پر ایک معتمد سے دوسرے معتمد کے گھر منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ حالاں کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ آپ کے سامنے بننے والی نوزائدہ انجمنیں جو متوسط اور ادنیٰ درجہ کے طبقات کی نمائندہ ہوتی ہیں اپنے ساتھ یہ سب بلکہ ان سے زیادہ لوازمات رکھتی ہیں۔ فاعتبروا یااولی الابصار .

(صفحہ ۱۶ تا ۱۸ رپورٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۳۹ف م ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء)

مجلس کی گزشتہ زندگی

اکثر افرادِ طبقہ کو مجلس کے زمانہ ماضی کے متعلق یہ شکایت ہے کہ مجلس نے اپنے فرائض انجام نہیں دیئے اور عہدیدارانِ وقت نے اس کے ذریعہ طبقہ کی کوئی نمایاں خدمت نہیں کی۔ یہ شکایات مبنی برحقیقت ہیں لیکن کیا اس کی پوری پوری ذمہ داری صرف عہدیدارانِ وقت پر عائد ہوتی ہے اور کیا طبقہ کا ہر ایک فرد اس کا ذمہ دار نہیں ہے کہ اس نے مجلس کے اغراض و مقاصد سے کوئی دلچسپی نہ لی، مجلس کے زندہ رکھنے کا احساس بھی اپنے قلب میں پیدا نہ کیا اور عہدیدارانِ مجلس

www.taemeernews.com

کو چونکانے اور ان کے فرائض یاد دلانے کی بھی تکلیف گوارہ نہ کی۔

برادرانِ من! عہدیداران وارا کین مجلس انتظامی آپ کے نمائندے ہیں جن کو آپ نے منتخب کیا ہے اگر وہ کام کے قابل نہیں ہیں تو اس سے ان کی عدم قابلیت کے ساتھ ساتھ ان کے انتخاب کا نقص بھی ظاہر ہوتا ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ متمدن سے متمدن اور مہذب سے مہذب قوم کے لیڈر اور نمائندے بھی اس وقت تک کما حقہ اپنے فرائض کو انجام نہیں دے سکتے جب تک خود قوم اور طبقہ کا ہر فرد ان کے کام میں دلچسپی نہ لے اور اس پر نگاہ نہ رکھے اور ان کو اس کا یقین نہ ہو کہ ان کی قوم ان کے خدمات کی نگران ہے اور اپنے معاملات میں دلچسپی لیتی ہے۔

آج بھی جب کہ آپ کی خدمت کا شرف مجھے حاصل ہے۔ میں اپنی کامیابی کا یقین نہیں رکھتا کیوں کہ میں آپ میں سعی حیات کی وہ تڑپ نہیں دیکھ رہا ہوں جو ایک زندہ رہنے والی قوم کے لیے ضروری ہے۔ بایں وجہ اگر میں آپ سے درخواست کروں کہ اُٹھئے اور جاگئے کہ اب سونے کا وقت نہیں ہے اگر آپ نے اب بھی آنکھ نہیں مل لیے تو اندیشہ ہے کہ آپ کی یہ نیند ابدی اور سرمدی نیند نہ ثابت ہو، جس کا ماتھا قیامت تک نہیں جاگتا۔

(صفحہ ۱۹ تا ۲۰ رپورٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۳۹ف م ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء)

نواب فرخندہ یار جنگ بہادر

''یہ رپورٹ نامکمل رہے گی جب تک میں نواب فرخندہ یار جنگ بہادر کا شکریہ ادا نہ کروں جنھوں نے زمانہ کی مخالفت، ملک کی ناگوار فضا اور طبقہ کے عدم احساس کے باوجود مجلس جاگیرداران کو زندہ رکھا اور آج ہم کو بجائے ایک بنجر اراضی کو آباد کرنے کے صرف ایک جوتی اور بوئی ہوئی کھیتی کی نگہداشت کرنی پڑی''۔

(صفحہ ۲۱ رپورٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۳۹ف م ۱۹۲۹ء و ۱۹۳۰ء)

قیادت و سرپرستی

''جہاں طبقہ کی عام بے التفاتی اور بے توجہی ہمارے حقوق و اختیارات کے حق میں سم قاتل بن رہی ہیں وہیں ان حضرات کی مخلصانہ توجہ نے مجلس کے جسدِ مردہ میں آبِ حیات کے اثرات دکھائے۔ ۱۳۴۰ف م ۱۹۳۱ء مجلس کی گزشتہ چالیس سالہ زندگی میں سب سے زیادہ مبارک

www.taemeernews.com

سال ہے کہ اپنے ایک درد قوم رکھنے والے خادم کی درخواست کو قبول فرماتے ہوئے عالی جناب سالار جنگ بہادر بالقابہ نے مجلس کی صدارت قبول فرمائی ۔ موجودہ زمانے میں جب کہ لفظ جاگیردار کسی شخص کو تنقیص وتحقیر کے لیے کافی اور اس کو سست و کاہل اور ضروریاتِ زمانہ سے بے خبر ثابت کرنے کے لیے دلیل تصور کیا جارہا ہے۔ کون یقین کرسکتا تھا کہ مختار الملک اول کے گھر سے جس نے حیدرآباد کی تاریخ میں اصلاح وتہذیب کا ایک نیا باب وا کیا تھا۔ ایک ایسا مدبر بھی پیدا ہوگا جو ۱۳۴۰ف میں اپنے طبقہ کی قیادت وسرپرستی کی ذمہ داری اپنے اُوپر لے کر اس کو قعرِ مذلت سے نکالنے پر آمادہ ہوجائے گا۔ نواب صاحب نے نہ صرف صدارت قبول کی بلکہ اپنے فرائض کو اس دلچسپی اور توجہ سے انجام دیا کہ مجلس اس پر جس قدر فخر وناز کرے کم ہے''۔

(صفحہ ۱۴ کیفیت کارگزاری مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۴۰ف م ۱۹۳۱ء)

اخبار کے اجراء کی تجویز

''مجلس کے زیرسرپرستی ایک اخبار کے اجراء کی تجویز نئی نہیں ہے۔ مجلس مولوی سید محمد عسکری صاحب جعفری کی ممنون ہے کہ انھوں نے ایک ہفتہ وار مصور اخبار کے لیے مکمل اسکیم بنا کر پیش کیا۔ اسی کے پیش نظر فراہمی سرمایہ کا کام شروع کردیا گیا ہے۔ میرا قصد ہے کہ یہ سرمایہ صرف اُمراء عظام اور اُمراء پائیگاہ سے حاصل کیا جائے۔ پندرہ ہزار جیسی قلیل رقم کے لیے میں نہیں چاہتا کہ طبقہ سے عام اپیل کروں۔ آپ کو یہ سن کر مسرت ہوگی کہ عالی جناب سالار جنگ بہادر اور عالی جناب نواب لطف الدولہ بہادر نے اس کام کے لیے تین تین ہزار روپیہ عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ دوسرے اُمراء کی خدمت میں میں کثرتِ کار کے باعث حاضر نہ ہوسکا ہوں۔ اخبار کے لیے کئی نام پیش نظر ہیں، ابھی کوئی تصفیہ نہیں ہوا''۔

(کیفیت کارگزاری مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ صفحہ ۷۶ بابت ۱۳۴۱ف م ۱۹۳۲ء)

اعتراف

''اس کا تصفیہ آپ فرمائیں گے کہ مجلس کی ۱۳۴۲ف م ۱۹۳۳ء کی کارگزاری کہاں تک قابل اطمینان رہی لیکن مجھے اعتراف ہے کہ میں اپنے مشاغل کی کثرت اور عدیم الفرصتی کے باعث اس طرح اپنے طبقہ کی خدمت نہ کرسکا جس کو اپنی اُمنگوں اور تمناؤں کے مطابق کہہ سکوں

www.taemeernews.com

میں اپنے شرکائے کار نواب محمد فیاض الدین خاں صاحب اور راجہ کشن داس صاحب کا ممنون ہوں، انھوں نے اپنے فرائض دلچسپی اور توجہ سے انجام دیئے۔ عالی جناب میرِ مجلس صاحب کی خدمت میں ان کی سرپرستانہ توجہ اور خاص انہماک کی نسبت اپنے عمیق احساساتِ تشکر و امتنان کو ایک ہدیۂ مختصر کے طور پر حاضر کرتا ہوں۔ طبقہ جاگیرداران اور مجلس نواب صاحب دام اقبالہ کی ان توجہات کے ہمیشہ ہمیشہ ممنون رہیں گے۔

آخر میں مجھے تھوڑا گلہ بھی کرنے دیجیے جو ہمیشہ اپنوں سے کیا جاتا ہے اور ایک علامتِ محبت ہے۔ وہ یہ کہ ایسے نازک دور میں ایک ایسی نمائندہ جماعت کی طرف اس کے طبقہ کی جو توجہ ہونی چاہیے۔ بدقسمتی سے وہ مجلس کو حاصل نہیں ہے باوجود اس کے جو وقار اس نے قائم کیا اور قائم رکھا ہے وہ غور کرنے والے کو حیرت میں ڈال سکتا ہے، کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور وقت آسکے گا جب کہ طبقہ کا ہر فرد اپنے اس ادارہ کی طرف متوجہ ہو اور ہمارے ارکان اضافہ ارکان و سرمایہ کی کوشش کریں''۔ (رپورٹ مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ بابت ۱۳۴۲ف م ۱۹۳۳ء)

ہدیۂ تشکر

گزشتہ چار سال کی خدمت کے بعد ۱۳۴۳ف کی رپورٹ پیش کرتے ہوئے میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں۔ اس وسیع مدت میں اس سے بہت زیادہ کیا جاسکتا تھا اگر میری کوششیں یکسو ہوتیں اور طبقہ کی کامل امداد مجھے حاصل رہتی۔ جو کچھ ہوا وہ نہ صلہ کی خواہش میں نہ ستائش کی تمنا میں۔ خدا کا شکر کرتا ہوں کہ جس حالت میں مجلس کا جائزہ حاصل کیا تھا، اس سے بہتر حالت میں اس کو چھوڑ رہا ہوں۔ جو کوتاہیاں ہوئیں اس کا کامل ذمہ دار میں تھا، جو بھلائیاں عمل میں آئیں وہ مجلس کے صدر عالی جناب معلّی القاب نواب سالار جنگ بہادر بالقابہ کی سرپرستانہ توجہ اور میرے شرکاء کار کی ہمدردانہ امداد کا نتیجہ ہیں۔ میں ان سب کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں اور خدا سے دُعا کرتا ہوں کہ جاگیرداروں کا مرکز اجتماع اپنے مستقبل میں زیادہ مستحکم اور زیادہ مفید ہو۔ آمین واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین۔

آپ کا مخلص

بہادر یار جنگ معتمد مجلس

(کیفیت کارگزاری مجلس جاگیرداران سرکار آصفیہ صفحہ ۱۸ بابت ۱۳۴۳ف م ۱۹۳۴ء)

www.taemeernews.com

نواب صاحب نے مجلس جاگیرداران میں حیاتِ تازہ پیدا کی۔ اس خصوص میں بیرسٹر اکبر علی خاں جو خود بھی جاگیردار تھے اور انجمن کے رکن بھی، مجلس جاگیرداران کے سلسلے میں نواب صاحب کی خدمات کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :

''میرا اور نواب صاحب کا بہت قریبی تعلق مجلس جاگیرداران کے رکن کی حیثیت سے رہا ہے اور جو حضرات مجلس جاگیرداران کی کارکردگی سے واقف ہیں، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ نواب فرخندہ نواز جنگ بہادر معتمد اور نواب شرف الدین خاں شریک معتمد مرحوم کے انتقال کے بعد اگر کسی نے مجلس کو دوبارہ زندہ کر کے کھڑا کیا تو اس کا سہرا بڑی حد تک نواب بہادر یار جنگ بہادر کے سر ہے جن کی معتمدی میں مجلس کو حیاتِ تازہ حاصل ہوئی اور میرا یہ نہایت خوش گوار تجربہ رہا ہے کہ مجلس جاگیرداران کے معاملہ میں نواب صاحب نے ہمیشہ انتہائی غیر فرقہ وارانہ طریقہ عمل رکھا اور بلا امتیاز مذہب و ملت ہر جاگیردار کی خدمت اپنا فرض تصور کرتے ہوئے خراجِ تحسین حاصل کیا''۔

آخر میں مجلس جاگیرداران کے قیام کے موقعہ پر بادشاہِ وقت نے جو پیام دیا تھا اس کا مطالبہ بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مجلس جاگیرداران کا قیام ۱۳۰۲ف مطابق ۱۸۹۲ء میں عمل میں آیا بادشاہِ وقت نے حسبِ ذیل پیام یا فرمان جاری کیا تھا :

۲۶/ آذر ۱۳۰۲ف م ۱۲/ نومبر ۱۸۹۲ء

''میں اس امر پر اپنی خوشی ظاہر کرتا ہوں کہ میری ریاست کے جاگیرداروں نے بھی اتحاد اور محبت باہمی کی بنیاد مستحکم ڈالی ہے اور ایک مجلس اس غرض سے قائم کی ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ یہ مجلس اغراض گورنمنٹ و ترقی ملک میں بہت کچھ ممد و معاون رہے گی۔ آپ لوگ مجھ سے اپنے حقوق کے طالب ہوئے۔ اب میں اپنے حقوق کی آپ پر فرمائش کرتا ہوں۔ میرا حق ہے کہ آپ اپنی اولاد کو تعلیم دیں، ایسی تعلیم کہ وہ میرے دربار کی نہ فقط زیبائش ہوں بلکہ میری ریاست کے قوت بازو، میری دولت کے ارکانِ مستحکم، میری سرکار کے جاں باز اور نمک حلال ملازم، اپنے ملک کے مہذب، متقی، ایمان دار اور محبِ وطن بن جائیں''۔ (ماخوذ باقیات بہادر یار جنگ مرتبہ نذیر الدین احمد)

گیا دور سرمایہ داری گیا　　تماشہ دکھا کر مداری گیا

www.taemeernews.com

نظم جمعیت سرکارِ عالی

نواب صاحب تنظیم نظم جمعیت سرکارِ عالی کے صدر تھے۔ نواب صاحب خود جمعدار بھی تھے اور جاگیردار بھی۔ فوج بے قاعدہ نظم جمعیت کہلاتی تھی اور یہ تنظیم جمعداروں پر مشتمل تھی۔ جمعداروں کے تحت سلحدار، بارگی، گھوڑے سوار ہوا کرتے تھے۔

جمعداری نظام بہمنوں کے دور سے قائم تھا۔ جمعداروں کو اعزازات میں ہاتھی، میانہ، پالکی، گھوڑے، نوبت اور توپ سے سرفراز کیا جاتا تھا۔ ہر جمعدار جاگیردار نہیں ہوتا تھا البتہ اکثر جمعدار جاگیردار بھی تھے۔

مملکت حیدرآباد میں باقاعدہ فوج (REGULOR FORCE) کے علاوہ (REGULOR FORCE) فوج بے قاعدہ بھی تھی جس کو نظم جمعیت کہا جاتا تھا۔ جاگیردارانہ نظام میں جمعداروں پر لازم تھا کہ بوقتِ ضرورت حکمران کو لڑنے والے سپاہی فراہم کرے۔ اس جمعیت کے جو کمانڈنگ آفیسر ہوتے وہ اصطلاحاً جمعدار کہلاتے تھے اور یہ بہت بڑا اعزاز تھا۔ جمعدار سے قطع نظر سلحداری کا رواج بھی نظم جمعیت کا جزو تھا۔ سلحدار بھی نظم جمعیت کا فوجی عہدہ دار ہوا کرتا۔ جمعداروں اور سلحداروں کو معاش میں زمینات عطا کی جاتیں۔ سلحداروں کو گھوڑا سواروں کی ایک مخصوص تعداد رکھنا پڑتا اور بوقتِ ضرورت حکمران ان گھوڑا سواروں کو طلب کرتا۔

''ناصرالدولہ[1] بہادر کے عہد تک یہ قاعدہ تھا کہ جمعدار آپ اپنی مرضی سے تحت کا پورا عملہ رکھ سکتا تھا اور عملے کی تنخواہیں مقرر کرنے کا اختیار بھی جمعدار کو ہوا کرتا تھا۔ حکومت سے اس بابت جو رقم ایصال ہوتی وہ ''رقم سربستہ'' کہلاتی تھی۔

نواب مختارالملک نے ۱۲۹۴ء میں اس بے ضابطگی کو ختم کر کے نظم جمعیت کے محکمے کو

---

[1] میرے کرم فرما بزرگ مولوی ہدایت علی خاں صاحب جمعدار کے انٹرویو سے ماخوذ

www.taemeernews.com

باضابطہ بنایا اور اس کے پہلے ناظم مولوی محمود (فتح دروازہ) مقرر ہوئے''۔

ساتویں نظام کے دور میں جمعداری کا منصب صرف اعزاز اور مالی منفعت کا وسیلہ بن کر رہ گیا تھا۔ اجداد کی بہادری کے قصے اور کارنامے وسیلہ بن گئے تھے۔ اقطاعِ ہند سے عرب، بلوچ، راٹھور، سکھ، سندھی، بہادر اور وفادار لوگوں پر مشتمل یہ فوج جو عرب جمعدار، پٹھان جمعدار وغیرہ کے عنوان پر اور ہندوؤں میں جمعدار کی بجائے کمندان کہلاتے تھے۔ ان جمعداروں کے اجداد کی تاریخ بہادری کے کارناموں سے پٹی پڑی تھی۔ ان کو مقتضائے زمانہ کے موافق بنانے ضروری تھا کہ جدید آلاتِ حرب کے استعمال اور طریقۂ جنگ سے انھیں واقف کروایا جائے۔ اس طرح یہ فوج عساکر قہار کا نقش آفریں تھی۔ جس فوج نے شہنشاہِ عالمگیر کے فتح وظفر کے سایہ میں قلعہ گولکنڈہ کی دیواروں کے نیچے اپنے ڈیرے ڈال دیئے تھے اور آصفیہ سلطنت کی صیانت میں اپنا آخری قطرۂ خون بہا کر اس ریاست کی بقا کی ضمانت قبول کی تھی اسی پس منظر میں نواب صاحب نظم جمعیت کو بالکل عصری انداز میں آراستہ کرنا چاہتے تھے تاکہ آنے والے انقلابات میں سیاسی پہلو کے ساتھ ساتھ معاشی نقطۂ نظر سے بھی ان جمعداروں اور ان کے متعلقہ عملے کے حقوق کی حفاظت کا سامان ہو سکے۔ ہندوستان کی آزادی کے بعد جب دیسی حکومتوں کے حکمرانوں کا اقتدار باقی نہ رہ سکتا تھا، تو جمعداروں کی جمعداری اور ان کے معاش کے تحفظ کا سامان کیا ہوتا۔ اس خصوص میں نواب صاحب اس کی تنظیم جدید کے سلسلے میں العیدروس (کمانڈر ان چیف حکومت آصفیہ) سے ضروری مشورت کے بعد ہر جمعدار اور عملے پر پریڈ لازم کردی۔

حکومت کی جانب سے ایک کمیٹی نواب صاحب کی کوششوں سے تشکیل پائی۔ جس کے اڈوائزر العیدروس نامزد ہوئے۔ نواب صاحب اس کمیٹی کے رکن نامزد کیے گئے۔

جب نواب صاحب نے نظم جمعیت کو باقاعدہ بنانے کا بیڑہ اُٹھایا تو پریڈ لازمی کردی گئی، آلاتِ حرب سے واقفیت اور جدید طریقۂ جنگ کی ٹریننگ کا آغاز ہوا تو آرام طلب جمعداروں اور ان کے متعلقہ عملے کی مخالفت کا آغاز ہوا۔ جو نقار خانے میں طوطی کی آواز کے مصداق تھا۔ نواب صاحب نے اس سلسلے میں حکومت کو اپنی اسکیم ۸/ جولائی ۱۹۳۴ء کو روانہ فرمائی۔ یہ اسکیم پہلے صدر یار جنگ معتمد فوج کے ذریعہ سپہ سالار عساکر آصفیہ کے حضور پیش کی گئی :

www.taemeernews.com

''بخدمت شریف جناب نواب صدیار جنگ بہادر معتمد سرکار عالی صیغہ افواج نیم سرکاری
مؤرخہ ۲/ شہریور ۱۳۴۳ف م ۸/ جولائی ۱۹۳۴ء ذریعہ کمیٹی تنظیم فوج بے قاعدہ کی روئیداد اجلاس ہشتم کا اقتباس اور بعض مراسلہ جات کے نقول وصول ہوئے جس کے لیے میرا دلی شکریہ قبول فرمایئے۔ آج کی کمیٹی میں بذاتِ خود حاضر ہوکر اپنے خیالات عرض کرتا لیکن بوجہ علالت حاضری سے مجبور ہوں اس لیے ذریعہ ہذا اظہارِ خیال کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب عالی! جب سے کمیٹی فوج بے قاعدہ قائم ہوئی، میں یہ توقع کر رہا تھا کہ فوج بے قاعدہ کی نحوست اور بدبختی کا دور ختم ہو رہا ہے اور اس قدیم اور تاریخی فوج کی حیاتِ ثانیہ کا زمانہ آ رہا ہے۔ اسی توقع پر میں نے تنظیم کی کمیٹی میں بحیثیت نمائندہ جمعداران اپنی شرکت کو قابل صد ہزار مسرت خیال کیا تھا گو مجھے اس کے صرف ایک ہی اجلاس میں چند دقیقوں کے لیے بیٹھنے کی عزت حاصل ہوئی لیکن آج اس کی روئیداد میرے سامنے ہے اس کے مدنظر یہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ کمیٹی تنظیم جدید فوج بے قاعدہ کا نام اگر کمیٹی تخفیف فوج بے قاعدہ ہوتا تو زیادہ موزوں ہوتا

۲) سررشتہ افواج کے افسر اعلیٰ کی حیثیت میں مجھے یقین ہے کہ جناب فوج بے قاعدہ کی تاریخ اور ہیئت ترکیبی سے کما حقہ واقف ہیں لیکن چوں کہ میں اپنی اس یادداشت کو معزز ارکان بابِ حکومت کے ملاحظہ میں لانا چاہتا ہوں۔ نیز اب جب کہ یہ مسئلہ اپنی آخری حدوں پر پہنچ چکا ہے میں اس کو پریس اور پبلک میں بھی لانا چاہتا ہوں، اس لیے مجھے اجازت دیجیے کہ فوج بے قاعدہ کی مختصر تاریخ و تعریف ذیل میں عرض کروں۔

ف- میں اس فوج کو ان عساکر قہار کا نقش آفریں کہہ سکتا ہوں جس نے اپنے ڈیرے شہنشاہِ عالمگیر کے نوائے فتح و ظفر سایہ میں قلعہ گولکنڈہ کی دیواروں کے نیچے ڈالے تھے۔ انہی کے اجداد تھے جن کے نعرہ ہائے فلک شگاف نے آصف جاہ اول کی ہمراہی میں برہان پور کے میدانوں کو عرصہ محشر بنا دیا تھا۔ ہم اسی فوج کی مٹتی ہوئی یادگار ہیں جس نے کھڑلہ کی جنگ میں نواب نظام علی خاں بہادر آصف جاہ ثانی کے زیر قیادت مرہٹوں کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ انہی فوجوں کے قابل صد ہزار فخر و مباہات اجداد تھے جنھوں نے اپنے آقائے جم جاہ کے حکم کی تعمیل میں اپنے ہم مذہبوں اور ہم وطنوں کی محبت کا پاس نہ کیا اور سلطنت آصفیہ کے عالی قدر

www.taemeernews.com

حلیف کا میں ایسے وقت میں بازو تھا جب کہ وہ مؤرخ کے لیے کچھ اور ہی مواد فراہم کر رہی تھی۔ میں کچھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک طرف سے مرہٹوں اور دوسری طرف سے میسوریوں اور تیسری طرف گھر کے بھیدی زمینداروں کی مرمنیں اور سلطنت آصفیہ کو وہ استحکام حاصل ہوا جو آج بے مثل ہے تو اس کی بڑی حد تک ذمہ داری اسی فوج بے قاعدہ کے حق میں تسلیم کی جا سکتی ہے۔

زمانہ متغیر ہے، وہ بدلا اور اس کے ساتھ حالات بدلے۔ ہر علم وفن کی طرح فن حرب نے بھی ترقی کی اور جس طرح ہماری زندگی کا ہر شعبہ زیادہ سے زیادہ گراں قیمت ہوتا گیا، اسی طرح آلات حرب اور فن حرب گراں قیمت اور بطی الحصول ہو گیا۔ خارا شگاف تلواریں جن کی تعریف سے مشرقی شاعری معمور ہے زینت در و دیوار ہو کر رہ گئیں۔ تیر اور کمان شاعر مشرق کے لیے چشم ابرو یار کی مثال سے زیادہ کوئی چیز نہ رہی۔ سپر اور قود و زرہ کی طرف دیکھ کر تازہ ایجاد بندوقیں اور بم کے شل مسکرانے لگے۔ آج سے پہلے ایک سپاہی اپنے محلّہ کے اکھاڑے میں گرہ سے کچھ خرچ کیے بغیر سب کچھ حاصل کر لیتا تھا لیکن آج جب تک کسی باقاعدہ فوج میں شریک ہو کر تعلیم حاصل نہ کرے کچھ نہیں سیکھ سکتا ان سب سے بڑھ کر ملک کے امن وامان اور جوہر سپاہیت کے دکھانے کے مواقع کے فقدان نے فوج بے قاعدہ کے سپاہیوں کو بے کار بنانا شروع کیا، یہاں تک کہ میں آج ان سپاہیوں کی اولاد میں کچھ بھی نشانِ سپاہیت نہیں پاتا جن کے اجداد کل تک پاسبانِ ملک سمجھے جا سکتے تھے ان کی تلواریں زنگ آلود ہو گئیں۔ آفتاب کے ہزاروں دفعہ طلوع وغروب ہو جانے کے بعد بھی وہی تنخواہ پانے کی وجہ سے جو نواب ناصر الدولہ بہادر اور نواب افضل الدولہ بہادر کے عہد ارزانی وخوش حالی میں وہ پاتے تھے ان کے افلاس نے ان کی بندوقوں اور قود و زرہ کو رہن ساہوکار کر دیا۔ انھوں نے اولاد کو یہ سمجھ کر پوری تعلیم نہ دی کہ وہ سپاہی کی اولاد ہے اور ان کی اولاد نے اس استثنیٰ کی بناء پر تعلیم نہ پائی کہ اس کو بہر حال اس کے باپ کی آسامی ملتی ہے، اور ملک میں ایسے بے کاروں کا اضافہ ہوا جن کو کوئی تلاش معاش بھی نہ تھی۔ حکومت نے ان کو کام لینے کے قابل نہ سمجھا اور رفتہ رفتہ ان کو یہ یقین ہوتا گیا کہ ان کی یہ ماہواریں کسی خدمت کے معاوضہ میں نہیں ہیں بلکہ ایک ایسی منصب ہے جس کے بلا ادائی خدمت ہمیشہ ہمیشہ حاصل کرنے کا وہ حق رکھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ وہ ساری خرابیاں ان میں پیدا ہو گئیں جو اس وقت حکومت کے پیش نظر ہیں

www.taemeernews.com

اور جن سے میں بہت زیادہ واقف ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ آج حکومت اسی فوج کو اپنے موازنہ پر ایک ناقابل برداشت بار تصور کر رہی ہے اور کوشش کر رہی ہے کہ بطارف الحیل اس سے سبکدوش ہو جائے۔

ف- ان تمام خرابیوں کو قبول کرنے کے باوجود جن کا اُوپر ذکر کیا گیا اور یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ فوج بے قاعدہ حکومت کے بجٹ پر ایک ناقابل برداشت بار ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ ہم جن آزمودہ کار سپاہیوں کو سلطنت آصفیہ نے ایشیاء کے گوشہ گوشہ سے کھینچ کر جمع کیا تھا کس نے بے کار کیا اور کس نے ناکارہ بنایا۔ کیا یہ حکومت کا فرض نہ تھا کہ اپنے جن سپاہوں پر ساڑھے بائیس لاکھ روپے صرف کر رہی تھی ان کو ہر ضرورت کے لیے تیار کرتی۔ اگر آج فوج باقاعدہ کی روزانہ مشق قدر اندازی و شہ سواری و محنت کوشی و زحمت برداری چند مہینوں کے لیے ملتوی کر دی جائے اور جب ان سپاہیوں کے اعضاء آرام پسند اور آسائش کوش ہو جائیں تو تلوار کی دھار اور دکن کی دھوپ جہنم کی آگ نظر آنے لگی تو ان کو یہ الزام دیا جائے کہ تم ہمارے لیے اور ہمارے موازنہ کے لیے بار گراں ہو، اس لیے ہمارے سایہ عاطفت میں کوئی جگہ نہیں ہے تو کیا میری حکومت کے اربابِ حل وعقد اس فیصلہ کو کوئی معقول فیصلہ تصور فرماتے ہیں جہاں حکومت اپنے ساڑھے بائیس لاکھ کے نقصان کا گلہ رکھتی ہے، وہیں ہم سپاہی حکومت کے ہم کو بے کار رکھنے کی وجہ سے ہمارے بیش بہا اور لا قیمت جذبہ سپاہیت کے نقصان کا حکومت پر دعویٰ کریں تو وہ دعویٰ صحیح اور قابل لحاظ نہ ہوگا۔

ف- مجھے یقین ہے کہ جناب اور ہر غور کرنے والا صاحبِ فہم میری رائے سے اتفاق کرے گا کہ بے کار رہنے، بے کار ثابت ہونے اور موازنہ پر بار گراں بن جانے کے الزام ہمارے فوجیوں پر کسی طرح عائد نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی تمام تر ذمہ داری بے کار رکھنے، کام نہ لینے اور ہم کو ناکارہ بنانے والی حکومت پر ہے۔

ف- شکوہ شکایت سے درگزر اب یہ امر سخت قابل غور ہے کہ اس خرابی حالت کا علاج کیا ہو سکتا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ جسدِ حکومت کا ایک حصہ مجروح و علیل ہے۔ سوال صرف یہ ہے کہ اس کی علالت قابل علاج ہے یا اس کے زخم اتنے زہریلے ہو گئے ہیں کہ اس کا علاحدہ کر دینا ہی

www.taemeernews.com

مناسب ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ دُنیا میں ایسے ست اور کاہل مریض بھی ہوتے ہیں جو علاج کی تھوڑی زحمت پر بیماری بلکہ موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ مگر کیا طبیب نے ان کے علاج کی کوشش کی، نسل کا احترام ماضی کا قصہ پارینہ نہیں ہے بیسویں صدی عیسوی اپنے عہد کے گھوڑوں، کتوں اور مرغیوں کے نسل کا اس سے زیادہ کہیں احترام کر رہی ہے جتنا عہد جاہلیت کے عرب و پٹھان اپنے سرداران قبائل کی نسل کا بھی نہ کرتے تھے۔ کیا یہ اقطاع ایشیاء سے چن کر اور چھانٹ کر جمع کیے ہوئے پٹھانوں، عربوں، بلوچوں، سندھیوں، راجپوتوں اور دکھنیوں کی اولاد عہدِ حاضر کے کتوں اور مرغوں سے بدتر خیال کی جائے گی۔ کیا تنظیم فوج بے قاعدہ کی کمیٹی ان ناکاروں کو باکاران، کاہلوں کو مستعد اور ان خاک آلودہ شعلوں کو مشتعل نہیں کر سکتی۔ کیا حیدرآباد کی دُنیائے تدبر و فراست ایسے فرزندوں سے خالی ہے جو علمبردارانِ تاریخ حیدرآباد کی اس بے کار عورات کو بکار آمد بنا سکے۔ میں جانتا ہوں کہ کسی اسکیم پر صرف اعتراض کر دینا صحیح اُصول نہیں ہے اس لیے سوارانِ افواج بے قاعدہ کی حد تک اس تخفیف سے قطعاً اختلاف کرتے ہوئے جس سے کمیٹی کی روئیداد مؤرخہ ۴/ خوردادبھری ہوئی ہے ذیل کی اسکیم پیش کرنا چاہتا ہوں۔ میں نہیں کہتا کہ اس اسکیم کے اجراء میں دشواریاں نہیں ہیں لیکن یہ بھی جانتا ہوں کہ دُنیا کا کوئی مہتمم بالشان کام آسان نہیں ہوتا۔

فقط

بہادر یار جنگ"

اس کے بعد نواب صاحب نے تجاویز مرتب فرما کر جمعداران نظم جمعیت کی جانب سے حسب الحکم ہز ہائی نس والا شان سپہ سالار بہادر عساکر آصفیہ کی خدمت میں پیش فرمائے۔

تجاویز میں پہلے نظم جمعیت کی خدمات کا پس منظر پیش کیا۔ پھر اعداد و شمار کی روشنی میں انگلستان کا موازنہ ۱۹۳۷ء کے مطابق ۱۹۳۷ء کے ہر منٹ پر دس ہزار پانچ سو روپے فوجی طاقت پر صرف کرنے کا ذکر کرتے ہوئے حکومت آصفیہ کی موجودہ فوجی طاقت کے اخراجات میں کمی پر حیرت ظاہر فرمائی اور نظم جمعیت کو مکمل فوجی طاقت و قوت میں متبدل کرنے سے جو فائدہ ہے اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں :

"حکومت عالیہ برطانیہ کی دوستی ہی کا تقاضہ ہے کہ حکومت حیدرآباد اپنی عسکری طاقتوں کی

www.taemeernews.com

زیادتی اور عساکر کامل کی تنظیم کے ساتھ ہر وقت تیار رہے تاکہ بوقتِ ضرورت اپنے یار وفادار ہونے کا بہتر طریقہ پر ثبوت دے سکے جیسا کہ اس نے آج تک دیا ہے''۔

نواب صاحب کو انگریز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کے لیے یہ سیاسی ہتھیار استعمال کیا گیا تاکہ نظام راضی ہو جائے۔ ایک طرف ان تجاویز سے نظم جمعیت کو باقاعدہ فوج بن جانے کا موقعہ مل جائے اور دوسری طرف جنگ کے ختم ہو جانے پر جب انگریز ہندوستان کو آزادی دے دیں تو ریاست کو خودمختار رکھنے کے لیے ہماری اپنی فوج، جدید اسلحہ سے لیس موجود رہے۔ تجاویز کی زبان طرز استدلال، مواد اور فکر مومن کی کرشمہ سازیوں کی مکمل تصویر آپ کے سامنے ہے۔

تجاویز

[تجاویز مستقبل سلحداران محکمہ نظم جمعیت۔ مرتبہ نمائندگان جمعداران نظم جمعیت]

(نوٹ : یہ رپورٹ حضرت قائد ملت نے تحریر فرمائی تھی۔ مرتب)

حسب الحکم ہز ہائی نس والاشان عالی جناب سپہ سالار بہادر عساکر آصفیہ دام اقبالہ

یہ امر ناقابل انکار ہے کہ دُنیا میں بسنے والی ہر ایک قوم جنگ و پیکار شمشیر زنی و سپہ گری کے لیے ایک ہی جیسی موزوں نہیں ہوتی۔ جغرافیائی ماحول، طرزِ زندگی اور نسلی خصوصیات ایک کو دوسرے سے ممتاز بنا دیتی ہیں۔ افواجِ نظم جمعیت کی ترتیب میں سلاطین آصفیہ نے ہمیشہ اس امر کو پیش نظر رکھا اور ایشیاء کے مختلف ممالک اور اقطاع سے بہادر اور وفادار سپاہیوں کو جمع کر کے ان سے اپنی فوجوں کو مرتب کیا۔ چنانچہ افواج نظم جمعیت عرب، پٹھان، بلوچ، راٹھور، سکھ اور سندھی وغیرہ اقوام پر مشتمل ہیں جن کی شجاعت اور بہادری شبہ اور انکار سے بالاتر ہے اور صدیوں سے سلطنت آصفیہ کی نمک خوری نے ان میں جو جذبات عقیدت و جاں نثاری پیدا کر دیئے ہیں وہ ایک ایسا انمول جوہر ہے جس سے فائدہ نہ اُٹھانا ملک کی بدقسمتی ہوگی۔ آج سے نصف صدی قبل تک بھی افواج ملک کی حقیقی طاقت تصور کی جاتی تھیں۔ جن پر ملک کے امن اور حفاظت کا دارومدار تھا، دوسرے تمام علوم وفنون کے ساتھ جب فن حرب نے بھی ترقی کی اور ملک کو حالات زمانہ کے موافق فوج مہیا کرنے کی ضرورت پیش آئی تو انھیں افواج سے سپاہی لے کر امپیریل

www.taemeernews.com

سروس ٹروپس، پرنس باڈی گارڈ اور ٹرانسپورٹ کور کی بنیاد رکھی گئی۔ اس فوج کے سپاہیوں نے جدید طریقہ تنظیم کے لیے بھی اپنے آپ کو موزوں ثابت کیا۔ ان تجربوں سے فائدہ اُٹھا کر ان افواج کو منظم و مرتب کرنے اور رفتہ رفتہ مقتضائے زمانہ کے موافق بنانے کے بجائے نہ معلوم کس مصلحت کی بناء پر حکومت نے صرف خزائن کی حفاظت، مختلف مقامات کے پہرے اور ٹپہ رسانی کی خدمات ان افواج سے متعلق کر دیں۔ گویا کہ شاہین زادوں سے کبوتر پیغام رساں کا کام لیا۔ وہ تعمیل حکم کے عادی تھے۔ انہی خدمات کو انجام دیتے رہے اور یہی عادت ان کی طبیعت ثانی بن گئی

اب جب کہ خوش قسمتی سے وہ دور آیا کہ ملک کے ہر ایک ادارہ پر تفصیل سے نظر ڈالی گئی اور یہ دیکھا گیا کہ کون ملک کے لیے کس قدر مفید ہے تو بجا طور پر حکومت کو افواج نظم جمعیت بے کار اور ان پر خرچ ہونے والے بائیس لاکھ روپیہ کا مصرف صحیح نظر آنے لگا۔ ہر مدبر و مآل اندیش حکومت کی طرح ہماری حکومت نے بھی ان افواج کو بکار آمد بنانے کی طرف توجہ کی اور تنظیم افواج بے قاعدہ کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی۔

اس کمیٹی کی کارروائیوں سے متعلق جس قدر اطلاعات ہم کو ملیں ان کے دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کمیٹی نے فرقہ عروب اور فرقہ پیدل سے متعلق تو یہ تصور کیا کہ وہ بکار آمد ہیں اور تجاویز مرتب کیں کہ ان کو منظم اور بہتر بنایا جائے لیکن نظم جمعیت کے ایک ہزار سواروں کو جو ایک عظیم الشان سوارہ فوج کا تلچھٹ ہیں بے کار اور قابل تخفیف قرار دیا اور طے کیا کہ صرف جمعدار معہ اپنے اسپ زیر سواری کے بہ یک بینی و دو گوش باقی رہیں یا امتیازیاں بیش مواجب کو بھی ان کے ساتھ زندہ رہنے کا حق دیا جائے۔ باقی تمام سوار مٹا دیے جائیں۔

حکومت کی اس تجویز کو رعایا کے ہر ایک طبقہ نے حیرت و استعجاب کے ساتھ سنا۔ آج کل دُنیا کی ہر چھوٹی بڑی حکومت اپنی فوجی قوت کو بڑھانے کی فکر میں لگی ہے۔ ان کے موازنہ خرچ کا سب سے بڑا مد عسکری اخراجات ہوتے ہیں۔ کچھ ہی دن ہوئے کہ انگلستان کا موازنہ ۱۹۳۷ء شائع ہوا ہے۔ دُنیا نے حیرت سے اس کے مصارف عسکری پر نظر ڈالی جس کی مقدار ایک ارب پچاس کروڑ پونڈ تھی۔ اخبارات نے اس کو مہینوں، دنوں اور منٹوں میں تقسیم کر کے بتایا کہ گویا ۱۹۳۷ء کے ہر ایک منٹ میں سات سو پونڈ (یعنی دس ہزار پانچ سو روپے) فوجی طاقت پر صرف

www.taemeernews.com

کیا جائے گا۔ اسی طرح جاپان کا تازہ ترین میزانیہ ظاہر کررہا ہے کہ جاپان اپنی آمدنی کا نصف فوجی طاقت پر خرچ کررہا ہے۔ ایک طرف دور اندیش اور عافیت بین حکومتوں کا یہ حال ہے اور دوسری طرف ہم اپنی موجودہ طاقت کو درست کرنے کی بجائے اس کو ختم کرنے پر آمادہ ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ عملاً ہم کو افواج کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ حکومتِ عالیہ برطانیہ سے ہماری دوستی نے ہم کو اس سے مستثنیٰ کردیا ہے تو ہم یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ حکومتِ عالیہ برطانیہ کی دوستی ہی کا تقاضا ہے کہ حکومت حیدرآباد اپنی عسکری طاقتوں کی زیادتی اور عساکر کامل کی تنظیم کے ساتھ ہر وقت تیار رہے تاکہ بوقتِ ضرورت اپنے یار وفادار ہونے کا بہتر طریقہ پر ثبوت دے سکے جیسا کہ اس نے آج تک دیا ہے۔

یہ کہا جاتا ہے کہ اس زمانے میں کیاولری کو عام طور پر اتنا ضروری نہیں سمجھا جارہا ہے جتنا کہ آج سے پہلے سمجھا جاتا تھا اور دُنیا کی تمام طاقتیں اپنے یہاں کیاولری کو کم کررہی ہیں۔ اس لیے حیدرآباد کی کیاولری بھی گھٹائی جانی چاہیے۔ تو اس کی نسبت دو باتیں عرض کرنے کی اجازت چاہی جاتی ہے۔ ایک تو یہ کہ افواج نظم جمعیت کے سوار ہی حکومتِ آصفیہ کی تنہا کیاولری نہیں ہے جو گھٹا دی جائے۔ نظر انتخاب کا صرف سوارانِ نظم جمعیت کی طرف متوجہ ہونا ظاہر کرتا ہے کہ مقصود حقیقی یہ نہیں ہے دوسرے یہ کہ دُنیا کی تمام حکومتیں کیاولری کو اس لیے کم ضروری تصور کررہی ہیں کہ انھوں نے ہوائی اور مشینی قوتوں کا استعمال شروع کیا، اور ان طاقتوں کے جمع کرنے پر سب سے زیادہ توجہ کی۔ ہوائی جہاز، دبابے اور متحرک قلعوں نے گھوڑوں کی ضرورت کو کم کردیا۔ ہماری حکومت کے لیے جو غالباً ان مشینی آلاتِ حرب کو کما حقہ نہیں فراہم کرسکتی کیاولری ہی بہتر طاقت ہے۔

جمعدارانِ نظم جمعیت اپنی خوش بختی پر جس قدر ناز کریں کم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ان کو حضرت والاشان ہز ہائی نس پرنس آف برار جیسا سپہ سالار عطا فرمایا۔ حضرت والا شان نے جمعداران کے معروضے کو بہ کمال توجہ شرف قبولیت بخشا، بہ کمال مآل اندیشی وتدبر اس امر سے اتفاق فرمایا کہ سوارانِ نظم جمعیت تخفیف کیے جانے کی بجائے منظم کیے جائیں اور ہم کو حکم دیا گیا کہ اس تنظیم کے لیے ایک اسکیم پیش کریں۔ باامتثال امر یہ چند معروضات بتوسط محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی بارگاہِ والاشان میں گزارنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے۔

www.taemeernews.com

اس سے قبل کہ آئندہ سے متعلق تجاویز پیش کی جائیں سوارانِ نظم جمعیت کی موجودہ حالت پر ایک سرسری نظر ڈال لینا مناسب ہوگا۔ بموجب نوٹ مرتبہ معتمد صاحب سرکار عالی صیغہ افواج اس وقت فوج بے قاعدہ میں گھوڑوں کی ایک ہزار جائیدادیں ہیں جن کے منجملہ پانچ سو پچاس جائیدادوں کے اسپ مسقوطہ ہیں اور (۴۵۰) جائیدادیں حی القائم، جن کی تفصیل حسبِ ذیل ہے :

تفصیل	حی القائم	مسقوطہ
۱) اسپان زیرسواری جمعداران	۵۷	۳۰
۲) اسپان سلحداری جمعداران	۱۷۳	۳۶۴
۳) اسپان سلحداری امتیازیان	۲۷	۷
۴) اسپان سلحداری خوداسپہ	۱۱۳	۷۶
۵) اسپان سلحداران غیرملازم	۴۹	۴۱
۶) اسپان سلحداران لاوارث خارج المیعاد	۳۰	۳۲
	۴۵۰	۵۵۰

یہ تمام افواج (۱۰۱) جمعداران میں منقسم ہے جن میں سے ہر ایک بلا امتیاز کمی و زیادتی ماہوار و لوازمات اعزازی مساوی اختیارات کے ساتھ اپنی ماتحت فوج سے خدمات سرکاری انجام دلاتا ہے۔ اکثر امتیازی جمعداروں کی اولاد یا ان کے عزیز ہیں جن کے اعزاز جمعداروں کے بعد تصور کیے جاتے ہیں اور اس جمعیت پر علاوہ الاؤنس جنگ وغیرہ کے جس کی مقدار ( ) روپیہ مبلغ ( ) روپیہ سالانہ خزانہ سرکار سے خرچ ہو رہا ہے۔ گرانی اور جنگ عظیم کی پریشانیوں کے مدنظر اس جمعیت کے (۵۵۰) گھوڑوں کو جن میں سے اکثر حی القائم تھے مسقوطہ قرار دیا گیا اور ان کی خوراک سے بچت ہوئی۔ اس کے منجملہ کچھ رقم تو بقیہ (۴۵۰) حی القائم گھوڑوں اور اسپان مسقوطہ کے سلحداروں کو بطور الاؤنس کے دی گئی۔ باقی اس وعدہ کے ساتھ خزانہ سرکار میں محفوظ رکھی گئی کہ بوقت اجرائی اسپ ہم کو واپس دی جائے گی۔ اس قسم کی اس وقت مجموعی تعداد ہمارے اندازے کے مطابق ( ) ہونی چاہیے۔ سررشتہ نظم کے فرقہ سواران میں متعدد جائیدادیں

www.taemeernews.com

لاوارث ہوئیں جن میں امتیازیان اور بڑی بڑی جمعداریاں بھی شامل تھیں ۔ یقین ہے کہ ان لاوارث جائیدادوں کی بچت بھی ہماری ہی گنجائش میں محفوظ ہوگی ۔ یہ امر سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے کہ نظم جمعیت کی یہ ساری جائیدادیں سلطنت کے قدیم دستور کے مطابق موروثی ہیں کیوں کہ موجودہ ملازمین کے اجداد نے نہ صرف اپنی جاں نثاریوں کے ذریعہ سلطنتِ آصفیہ کی تاریخ بنائی بلکہ وقتاً فوقتاً بیش قرار رقمیں حکومت کو بطورِ قرض و نذرانہ بھی ادا کی ہیں ۔

سوارانِ نظم جمعیت کی موجودہ حالت سے متعلق اس قدر عرض کر دینے کے بعد ضروری ہے کہ ان نام نہاد مشکلات کا بھی ذکر کر دیا جائے جو کہا جاتا ہے کہ اس فوج کو منظم کرنے میں مانع ہیں :

الف - یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سوارانِ نظم جمعیت کی جائیدادوں کا موروثی اور ناقابل شکست ہونا ان کی تنظیم کا مانع ہے کیوں کہ وہ نہ تو جزا کے متوقع ہیں نہ ان کو سزا کا خوف ہوسکتا ہے

ب - جمعداروں کے مساوی اور بلا امتیازات اعزازات اور اختیارات کو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ نظم قائم کرنے میں حارج ہوں گے کیوں کہ کوئی جمعدار ایک دوسرے کی اتباع نہ کرے گا اس لیے تنظیم نہ ہو سکے گی ۔

ج - تنظیم کے لیے رقم کی ضرورت ہوگی جس کا فراہم کیا جانا دشوار ہوگا ۔ ہم جمعدارانِ نظم جمعیت ان تمام دشواریوں کو تسلیم کرتے ہیں ۔ مگر ان عقدوں کو لاینحل ماننے کے لیے تیار نہیں ۔ ان تینوں مشکلات کا حل ذیل میں عرض کرنے کی عزت حاصل کی جاتی ہے :

الف - اس میں کوئی شک نہیں کہ نظم جمعیت کے صیغہ سواروں کی جائیدادیں موروثی ہیں اور انشاء اللہ تا قیام سلطنت آصفیہ (خدا اس کو تا ابد سلامت رکھے) موروثی رہیں گی ، لیکن ان کا موروثی اور ناقابل شکست ہونا تنظیم و باقاعدگی کا مانع نہیں ہے ۔ ملک میں اس وقت اور بھی چند ایسی خدمتیں ہیں جن کی معاوضہ کی معاشیں موروثی ہیں لیکن ادائی فرائض سرکاری میں کوئی دشواری نہیں پیدا ہو رہی ہے ۔ مثلاً عہدہ دارانِ دیہی یعنی مقدم پٹواری وغیرہ ۔ اگر ان میں سے کوئی ناقابل اجرائی کار سرکاری ہو جاتا ہے یا نابالغ ہوتا ہے یا نااہلی کے باعث اپنی مفوضہ خدمات کو برابر انجام نہیں دے سکتا تو اس کی جگہ پر منجانب سرکار گماشتہ یا خدمت عوض مقرر کیا جاتا ہے اور اس

www.taemeernews.com

کی معاش کے منجملہ دو ثلث خدمت عیوض کو دیئے جاتے ہیں اور ایک ثلث اصل دار پاتا ہے۔ بالکل یہی عمل محکمہ نظم جمعیت میں بھی اس وقت جاری ہے لیکن ادائی خدمات سرکاری میں جو کوتاہیاں نظر آتی ہیں وہ اس طریقہ عمل کی وجہ سے نہیں بلکہ تنخواہ کی کمی کی وجہ سے ہیں۔ سوارانِ نظم جمعیت کی جو تنخواہ قیام فوج کے وقت تھی وہی اب بھی ہے۔ نظم جمعیت کا ایک بارگیر یا سلحدار سراسری نو یا دس روپیہ ماہوار کا ملازم ہوتا ہے۔ حالاں کہ بہ زمانہ موجودہ اس ماہوار پر ایک کاما ٹی یا فراش بھی مہیا نہیں کیا جا سکتا! اگر اس کی موجودہ یافت میں جو موروثی ہے اتنا اضافہ کیا جائے جو افواج باقاعدہ کے سواروں کی تنخواہ کے مساوی ہو جائے اور اس کی ناکارگی یا نابالغی کی صورت میں اس کی موروثی یافت دو ثلث اور کامل اضافہ کی ادائی کے ساتھ خدمت فیوض مقرر کیا جائے تو ہمارے خیال میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی۔ آسانی کے ساتھ تنظیم بھی ہو سکتی ہے۔ کار سرکاری بھی اجرا ہو سکتے ہیں اور جائیداد کی موروثیت بھی باقی رہتی ہے۔ مثلاً اس وقت ایک سلحدار سراسری کی موروثی یافت بعد وضع خوراک اسپ نو روپیہ ہے۔ بعد تنظیم ایک سوار کی تنخواہ ( ) قرار دی جائے تو اس کے منجملہ موجودہ یافت کی بابت نو روپیہ تو موروثی ہوں گے اور بقیہ اضافہ متصور ہوگا۔ اصل سلحدار کے نابالغ یا ناکارہ ہونے کی صورت میں اس کی موروثی یافت کے دو ثلث (۷) روپیہ اور کامل اضافہ یعنی ( ) روپیہ جملہ ( ) روپیہ خدمت عیوض کو دیئے جائیں گے اور اصل سلحدار موروثی یافت کا ایک ثلث ( ) روپیہ پائے گا۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ بعد تنظیم شکمی حصہ داری کے موجودہ اُصول کو توڑنا پڑے گا جس کی وجہ سے وہ شخص جو ملازم سرکار ہے باوجود ادائی خدمت سرکاری اپنے معاوضہ کے ایک حصہ سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہ خیال صحیح نہیں ہے کہ تنظیم کی صورت میں جائیداد کے ناقابل شکست ہونے کے باعث جزا کی اُمید یا سزا کا خوف نہ رہے گا۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ بحالت موجودہ بھی چاہے جزا کی اُمید نہ ہو مگر سزا کا خوف ضرور ہے۔ نہ صرف سواروں کو بلکہ عدم ادائی فرائض کی صورت میں امتیازیاں اور جمعداران کو بھی جرمانہ سے لے کر برطرفی تک سزائیں دی جاتی ہیں۔ تنظیم کے بعد تو یہ اندیشہ بدرجہ اولیٰ باقی رہے گا اور دوسری طرف ترقی اور بلندی مدارج کی توقع مستزاد ہوگی۔

ب- جمعداروں کے اختیارات کی مساوات اور ان کا بلا امتیاز کمی و زیادتی ماہوار و لوازمہ

www.taemeernews.com

اعزازی راست محکمہ کا ماتحت ہونا اور ایک دوسرے کی ماتحتی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہونا بادی النظر میں تنظیم و باقاعدگی کے لیے ایک بہت بڑی دشواری خیال کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر اس ارادہ سے اس پر غور کیا جائے کہ ہم اس کو رفع کر کے نظم جمعیت کو صحیح معنی میں نظم جمعیت ہی بنانا چاہتے ہیں تو یہ عقدہ لاینحل نہیں رہتا۔ اس کی ایک تدبیر تو یہ ہے کہ جس طرح جمعداروں کو ان کی رضامندی کا لحاظ کیے بغیر موجودہ تجاویز میں ان کی جمعیت کی تخفیف پر مجبور کیا جارہا ہے، اسی طرح اس امر پر مجبور کیا جائے کہ بلا لحاظ ماہوار اور اعزاز موجودہ بلحاظِ قابلیت و اہلیت جو ان کا افسر بنایا جائے اس کی اطاعت کریں اور فوجی نظم کو برقرار رکھیں جس طرح اب تک بہت سے باعظمت جمعدار اپنے سے کم ماہوار اور اعزاز رکھنے والے بعض سررشتہ داروں کی ماتحتی کرتے آئے ہیں۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو ذیل کا فقرہ ہر طرح قابل عمل سمجھا جاسکتا ہے۔

تنظیم کی موجودہ تجاویز میں یہ طے کیا گیا ہے کہ بجز امتیازان پیش مواجب یا جمعداران کے تمام سوار تخفیف اور ان کی جائیدادیں منتقل خزانہ کردی جائیں گی۔ جمعداران وامتیازان سے متعلق یہ تجویز ہے کہ وہ ایک راس اسپ کے ساتھ بلا جمعیت باقی رہیں اور حسبِ حال اپنی تنخواہ پاتے رہیں۔ ہماری تجویز یہ ہے کہ ان کی نسبت اسی تجویز کو اس شرط کے ساتھ بحال رکھا جائے تاکہ اگر ان کی عمر اور ان کے قویٰ اس قابل ہوں تو خود ان پر اور ان کے ہر ایک وارث پر جس کی عمر پندرہ اور بیس سال کے درمیان ہو فوجی تعلیم حاصل کرنا لازمی ہوگا اور اگر اس ٹریننگ کے بعد ان میں سے کوئی اپنی جمعیت میں خدمت کا خواہش مند ہو تو اس کو بلا لحاظ مرتبہ و اعزاز جمعداری جس خدمت کا وہ اہل ہو جگہ دی جائے گی اور اس پر لازم ہوگا کہ اپنے افسر بالا کی چاہے وہ ایک امتیازی یا سراسری سلحدار ہی کیوں نہ ہو فوجی اُصول کے مطابق اطاعت کرے۔ اگر اس خدمت کی ماہوار اس کی موجودہ یافت جمعداری سے زیادہ ہو تو صرف اس کی تنخواہ جمعداری موروثی ہوگی، زائد ایصال شدہ تنخواہ تا ادائی خدمت متصور ہوگی اور بعد اختتام مدت ملازمت وہ کامل تنخواہ جمعداری کے علاوہ جو موروثی ہے اس زائد ایصال شدہ تنخواہ پر وظیفہ یا انعام پاسکے گا۔

اس طرح ہم کو یقین ہے کہ جب جمعداروں پر فوجی تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار دے دیا جائے گا اور دوسری طرف بیش قرار ماہوار کے عہدوں پر ترقی کی ان کو توقع رہے گی تو وہ یقیناً رفتہ

www.taemeernews.com

رفتہ ان خیالات کو ترک کر کے اپنے بالادست بھائی کی اطاعت اور ڈسپلن کے عادی ہو جائیں گے اور اگر اس کے باوجود بھی وہ اس پر آمادہ نہ ہوں تو حکومت کا کوئی نقصان نہ ہوگا۔

وہ جمعدار جو خدمت سے علاحدہ اور بہ حالتِ موجودہ قائم رہیں گے کم از کم فوجی تعلیم یافتہ تو رہیں گے۔ مراسلہ محکمہ نظم جمعیت سرکار عالی نشان (۲۰۲۸) مؤرخہ ۱۶/ فروردی ۱۳۴۶ف م ۱۷/ فبروری ۱۹۳۷ء میں حسبِ ایما محکمہ سرکار (صیغہ فوج) مندرجہ مراسلہ نشان (۶۲۷) مؤرخہ ۹/ فروردی ۱۳۴۶ف م ۱۰/ فبروری ۱۹۳۷ء ہدایت فرمائی گئی تھی کہ ان تجاویز میں لوازمہ کے جزو کا بھی خیال رکھا جائے۔ ہمارے خیال میں نہ لوازمہ اعزازی تنظیم و باقاعدگی میں حارج ہے نہ اس کی وجہ سے کسی دشواری کا اندیشہ ہے۔ یہ لوازمے وراثتاً جمعداروں کی ذات سے متعلق چلے آرہے ہیں قائم رہ سکتے ہیں اور اس جمعیت کی روایات قدامت کو ظاہر کرنے کے لیے ان کو قائم رہنا بھی چاہیے۔ انگلستان کی سلطنت جو دُنیا کی متمدن ترین سلطنت کہی جاسکتی ہے اور جو تجدد و ارتقاء کی دوڑ میں دُنیا کے کسی اور ملک یا قوم سے پیچھے نہیں ہے اور جس کی تقلید ہم بجا طور پر طرز حکومت، قوانین، معاشرت اور تہذیب میں کر رہے ہیں۔ اس مسئلہ میں بھی ہمارے لیے ایک بہترین نمونہ اور مثال بن سکتی ہے۔

حضرت والاشان ہز ہائینس پرنس آف برار اور ہز اکسی لنسی رائٹ آنریبل نواب سر صدر اعظم بہادر جنھوں نے ابھی چند دنوں قبل شہنشاہ معظم قیصر ہند کی تخت نشینی کے مناظر بہ نفس نفیس ملاحظہ فرمائے ہیں اس امر میں ہماری رہبری کے لیے کافی ہیں کہ کس طرح جنگِ عظیم کے فاتح اور عظیم المرتبت جرنیلوں اور سپہ سالاروں کی موجودگی میں قدیم اور موروثی مارشل اور عہدہ دارانِ فوج نے اس موقع پر اپنے صدیوں قبل کے لباس اور وضع قطع میں اپنے قدیم لوازم اعزاز کے ساتھ مراسم تخت نشینی میں شرکت کی، کس طرح بیسویں صدی عیسوی کے شہنشاہ نے سولہویں اور سترھویں صدی کے بادشاہوں کا لباس اور تاج خسروی پہنا اور شمشیر و عصائے حکومت ہاتھ میں لیا۔ کس طرح تمام امراء دربار اپنے ان ہی قدیم لباس اور قدیم لوازم میں آج کی دُنیا کو تین سو برس پہلے کی دُنیا بنا رہے تھے۔

اس کے بعد بھی کیا یہ امر تنظیم و باقاعدگی افواج نظم میں حائل معلوم ہوتا ہے کہ جمعدار

www.taemeernews.com

اپنے لوازم اعزازی کو قائم رکھیں اور جب اپنے عہدہ کے لحاظ سے ان کو اپنی ترتیب وتہذیب یافتہ فوج کے ساتھ گزارنا پڑے تو ان کے پیچھے ان کے لوازم (یعنی عماری، زنجیر وفیل، پالکی، میانہ، چھتر، آفتاب گیری، بھالہ، برچھا اور ڈنکہ ونشان) بھی گزریں۔ اصل چیز جو مقصود بالذات کہی جاسکتی ہے وہ ان کی فوجی قابلیت ان کا نظم اور باقاعدگی ہے۔ اس کے ساتھ ان لوازم کی موجودگی صرف اس امر کا اظہار ہوگی کہ یہ اسی عظیم الشان فوج کے پس ماندہ ہیں جس نے آصف جاہ اول و ثانی کے ساتھ دکن کے میدانوں میں خوں فشانیاں کی تھیں اور جس کو اس کے صلے میں یہ اعزازات دیئے گئے تھے۔ دوسرے الفاظ میں موجودہ زمانے کا سپاہی اپنے اعزازات کو تمغوں کی صورت میں خود اپنے سینے سے لگائے رہتا ہے اور اس جدید تنظیم یافتہ فوج کا سپاہی اپنے سینوں پر جدید نشانات امتیاز بھی رکھے گا اور اپنے پیچھے اپنے قدیم امتیازات بھی۔

ج - مالیہ کا سوال سب سے بڑا اور مشکل سوال ہے۔ اس کا مختصر جواب تو یوں دیا جاسکتا ہے کہ رائٹ آنریبل عالی جناب سر صدر اعظم بہادر جیسے ماہر مالیہ کی موجودگی میں اس سوال کو پیدا ہی نہ ہونا چاہیے۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ گزشتہ سالوں میں دُنیا کا شاید ہی کوئی ملک ہوگا جو اپنے واردات وصادرات میں توازن قائم رکھ سکا ہو لیکن اَن گنت اصلاحی تدابیر، تعمیرات ئے عظیم الشان پراجکٹس، تعلیمات کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے باوجود حیدرآباد کے مالیہ نے عالی جناب نواب سر صدر اعظم بہادر سابق وزیر مالیہ کی حسن سعی سے اپنے توازن کو قائم رکھا، ان کے لیے اس چھوٹی سی اسکیم کو سنبھال لینا، اس کے ذریعہ ملک کی فوجی طاقت کو برقرار رکھنا، ملک کے ایک ہزار سپاہیوں کو فاقہ کشی سے روکنا اور ان کی بددلی سے ملک کے امن کو محفوظ رکھنا کچھ دشوار نہیں ہے۔ ہمارا ان کی موجودگی میں کوئی تدبیر پیش کرنا بلا تصنع آفتاب کو چراغ دکھانے کے برابر ہوگا۔ صرف عالی جناب سر صدر اعظم بہادر کی یاد کو تازہ کرنے کے لیے ذیل میں چند اُمور پیش کیے جاتے ہیں کسی اسکیم کو بروئے کار لانے کے لیے دو قسم کے اخراجات لاحق ہوتے ہیں۔ ایک غیر متوالی اور ایک متوالی۔ ہمیشہ کام کو چلانے سے بڑھ کر اس کی ابتدا دشوار تصور کی گئی ہے۔ اس اسکیم میں بھی گھوڑوں، اسلحہ اور لباس کی فراہمی بیارکس کی تعمیر بظاہر دشوار کام ہے لیکن اگر اس امر کو ملحوظ رکھا جائے کہ محکمہ نظم جمعیت اور خصوصاً صیغہ سواران کی ایک خطیر بچت محفوظ ہے تو یہ مشکل باقی ہی نہیں

www.taemeernews.com

رہتی۔ نظم جمعیت کی متعدد رقوم ایسی ہیں جن کو بچت میں ہونا چاہیے مثلاً :

الف۔ (۵۵۰) اسپان مسقوط کی بچت کے منجملہ (۸) روپیہ ماہوار فی سلحداری اس وعدہ کے ساتھ محفوظ کیے گئے تھے کہ استاد اسپ کی نوبت آئے گی تو یہ رقم ہمارے گھوڑوں کے استاد کے لیے عطا کی جائے گی۔ ابتداءً صرف پانچ سال کے لیے گھوڑے خارج کیے گئے تھے لیکن بعد ازاں زمانہ گرانی کی طوالت کے باعث پندرہ سال سے زیادہ زمانہ گزرا، اب تک اجرائی اسپان مسقوط کی اجازت نہ دی گئی اور اس تمام مدت میں یہ رقم بحساب (۸) روپیہ ماہانہ جو محفوظ ہوتی گئی اس کی مقدار (۵۵۰) جائداد ہائے سواران کے مدنظر اس وقت ( ) روپیہ ہونی چاہیے۔ یہ رقم ابتدائی اخراجات کے لیے کافی ہوسکتی ہے۔

ب۔ اس عرصہ میں متعدد جائداد ہائے سواران لاوارث ہوکر ان کی ذات تنخواہ، خوراک، اسپ اور تنخواہ لوازمہ داخل سرکار ہوئی جو یقیناً نظم جمعیت ہی کے صیغہ سواران کی بچت تصور کی جاتی ہے اور اس رقم کی نسبت بھی یقین ہے کہ کئی لاکھ روپیہ برآمد ہوگی۔

ج۔ محکمہ نظم جمعیت کی گنجائش سے آئے دن دوسری افواج و محکمہ جات کی ضروریات پر لاکھوں روپیہ صرف ہوتا رہا ہے جس کو سوارانِ محکمہ نظم جمعیت بجا طور پر مبادلہ تصور کر سکتے ہیں۔ اگر ان رقوم کو مسترد فرمایا جائے تو زیر تجویز با قاعدہ فوج کی تقریباً تمام ضروریات کی تکمیل ہوسکتی ہے۔

د۔ سوارانِ نظم جمعیت کی اجرائی ایک عرصہ دراز سے بند ہے اور اس کی وجہ سے موازنہ نظم جمعیت کی ایک کثیر رقم ہر سال بچ رہی ہے یقین ہے کہ وہ بھی زیر تجویز تنظیم میں امداد کا باعث ہوگی۔

ھ۔ گزشتہ پندرہ بیس سال کے اندر محکمہ نظم جمعیت متلاشیان روزگار کی چراگاہ بنا رہا ہے فوجی جائدادیں تراشی گئیں اور ان پر ایسے اشخاص کا قابل لحاظ ماہواروں کے ساتھ تقرر کیا گیا جن کو قدیم ملازمین فوج سے دور کا رشتہ بھی نہ تھا۔ اگر بجائے اس کے ان ہی ملازمین موروثی کی اولاد کو تیار کیا جاتا تو آج کم از کم ان کی ماہوار موروثی کی حد تک تو بچت ہو جاتی۔ آئندہ اگر اسی اُصول کو ملحوظ رکھا گیا اور نظم بٹالین وغیرہ کے عہدوں پر بھی جمعداروں کی اولاد کو موقع دیا گیا تو یقین ہے کہ ہم ایک کثیر متوالی رقم بچا سکیں گے۔

www.taemeernews.com

و- ان تمام اُمور سے قطع نظر یہ امر محترم ارکانِ کمیٹی کے لیے خصوصاً قابل توجہ ہے کہ گزشتہ ربع صدی میں ریاست کی آمدنی کے ساتھ ساتھ اس کے ہر ایک شعبہ کا خرچ برابر ترقی کرتا رہا ہے۔ کسی محکمہ کو نہیں پیش کیا جا سکتا کہ ابتدائے عہد عثمانی میں اس کا جو موازنہ تھا وہی اب بھی باقی ہے۔ ریاست کے عہدیدارانِ سیول کی تنخواہوں کے لیے ٹائم اسکیل جاری فرمایا گیا اور اب ان کی تنخواہ دُنیا کے بڑے سے بڑے آزاد ملک کے عہدیداروں کی تنخواہوں سے بڑھ کر ہے لیکن اگر ان تمام الطاف وعنایات سے کوئی کامل طور پر محروم رہا ہے تو وہ محکمہ نظم جمعیت اور خصوصاً سوارانِ نظم جمعیت ہیں۔ ان کی تنخواہیں آج بھی وہی ہیں جو نواب افضل الدولہ بہادر نواب ناصر الدولہ بہادر کے عہد میں تھیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کی ناکارگی نے ان کو اضافہ اور ترقی سے محروم رکھا، تو کیا اب بھی جب کہ وہ باکار بننے پر آمادہ ہیں اور ان کو باکار ومفید بنایا جا رہا ہے اور ان کا وجود دُنیا کے ہر سمجھدار آدمی کے نزدیک ضروری ہے۔ وہ اس کے مستحق نہیں کہ دوسرے محکموں کی طرح اگر ان کا موازنہ اضعافاً مضاعفاً نہیں تو کم از کم دوگنا ضرور کر دیا جائے۔ اس طرح آسانی کے ساتھ زیر تجویز تنظیم کی متوالی وغیر متوالی ضرورتیں پوری ہو سکتی ہیں۔

اگر زیر تجویز فوج کو آئندہ گولکنڈہ لانسرز کی حیثیت دی جائے تو از روئے موازنہ ۱۳۴۹ف ایک رسالہ کے لیے ( ) روپیہ درکار ہوگا جس میں تمام ضروریات عسکری شامل ہیں۔ نظم جمعیت کے موجودہ صیغہ سواران کا موازنہ (جس کو رسالہ خاص کہتے ہیں) ۱۳۴۶ف میں ( ) روپیہ رہا ہے۔ اس کے منجملہ جمعداروں کی تنخواہ معہ خوراک اسپ ولوازمہ ( ) روپیہ ہے۔ اگر اس کو الگ کر دیا جائے تو محض سواروں کی گنجائش ( ) رہتی ہے۔ اگر اس امر کو ملحوظ رکھا جائے (جس کا یقین ہے) کہ باوجود ایسے احتمالات کے جن کا ذکر اُوپر کیا گیا ہے یہ توقع ہے کہ تنظیم کی پہلی منزل ہی پر جمعداران کے طبقہ سے اتنے روشن خیال نوجوان نکل آئیں گے جو ٹریننگ حاصل کر کے کمیشنڈ اور سب کمیشنڈ آفیسر کی جگہ کو پر کر سکیں تو افسرانِ فوج کی تنخواہ جمعداروں کی موجودہ یافت کی حد تک کمی واقع ہو جائے گی یا بالفاظ دیگر اس گنجائش رسالہ خاص میں جو بعد وضع تنخواہ جمعداران بتائی گئی ہے اضافہ ہوگا۔

رسالہ خاص کی گنجائش بعد وضع تعداد جمعداران جو (۱۰۱) ہے (۸۹۹) سواروں پر

www.taemeernews.com

تقسیم ہے اور اس تعداد میں آسانی کے ساتھ دو رسالے ترتیب دیئے جاسکتے ہیں ان میں سے ایک رسالہ تو بہ آسانی موجودہ گنجائش سوارانِ نظم جمعیت سے چلایا جاسکتا ہے، دوسرے رسالے کے لیے ہم کو یقین ہے کہ ہماری مدبر حکومت اپنے موازنہ میں چار لاکھ روپے کی گنجائش نکالنے میں آسانی کے ساتھ کامیاب ہوجائے گی۔ اس طرح ملک میں دو منظم اور باقاعدہ رسالوں کا اضافہ ہوگا جو دُنیا اور ملک کے سیاسی حالات کا اندازہ کرتے ہوئے حیدرآباد اور حکومت عالیہ برطانیہ کے لیے ضروری ہے۔

مذکورہ اُمور بطورِ تمہید اور دفع دخل مقدر عرض کرنے کے بعد ہماری تجاویز حسبِ ذیل ہیں

۱) (۱۰۱) جمعدارانِ نظم جمعیت کو معہ ایک راس اسپ زیر سواری ولوازمہ اعزازی کے حسبِ حال بہ حال و برقرار رکھا جائے۔

۲) امتیازیان کو جن کی ماہوار ( ) سے زائد ہو سراسری قرار دے کر ان کی بچت منتقل بہ خزانہ کی جائے۔

۳) بقیہ (۸۹۹) سواروں کو تخفیف کرنے کی بجائے ان سے دو باقاعدہ رسالے ترتیب دیئے جائیں جن میں سے ہر ایک کی تعداد بلاشمول کمیشنڈ و سب کمیشنڈ آفیسرز (۴۴۸) ہو۔

۴) (۱۰۱) جمعداروں پر (اگر وہ بلحاظ عمر و قویٰ اس قابل ہوں) اور ان کی ہر ایک اولاد پر اب اور آئندہ فوجی تعلیم لازمی قرار دی جائے۔

۵) اس غرض کے لیے محکمہ نظم جمعیت میں ایک رجسٹر رکھا جائے جس میں جمعداروں کی اولاد کی تاریخ ولادت درج ہو تاکہ اس کے لحاظ سے ان کے لڑکوں کو پندرہ برس سے بیس برس کی عمر تک فوجی تعلیم پر مجبور کیا جاسکے۔

۶) اس رسالے کے تمام کمیشنڈ اور سب کمیشنڈ افسری کی جائدادیں، جمعداران یا ان کی اولاد کے لیے مخصوص ہوں گی اور اس فوج کے سپاہیوں کی تمام جائیدادیں رسالہ خاص کے امتیازیان و سلحداران یا ان کی اولاد کے لیے مخصوص ہوں گی۔ اور اگر کوئی جائیداد خالی ہو تو اس پر ان ہی امتیازیان و سلحداران کے متعلقین یا تخفیف شدہ سواران یا ان کے متعلقین کا تقرر کیا جائے گا۔

www.taemeernews.com

۷) اگر کسی کمیشنڈ یا سب کمیشنڈ آفیسری کے لیے کوئی جمعدار یا فرزندِ جمعدار جو اس کا اہل ہو اُمیدوار نہ ہو تو کسی ایسے جمعدار یا فرزندِ جمعدار کے اہل و فراہم ہونے تک اس جائداد کا انتظام منصرمانہ کیا جائے گا۔ بہرحال یہ جمعیت موجودہ رسالہ خاص کے جمعداران و سواران ہی سے متعلق ہوگی۔

۸) اگر کسی جمعدار یا دوسرے موروثی ملازم رسالہ خاص کو اس رسالہ میں کوئی عہدہ دیا جائے تو اس کی موروثی تنخواہ کا جزو و تصور ہوگی اور ختم مدت ملازمت کے بعد موروثی تنخواہ اعلیٰ حالہ تاحیات باقی رہے گی اور اپنے عہدہ کی زائد تنخواہ کے لحاظ سے وہ حسبِ قواعد نافذہ وظیفہ یا انعام پانے کا مستحق ہوگا۔

۹) رفتہ رفتہ اس امر کی کوشش کی جائے گی کہ موجودہ جمعدارانِ نظم جمعیت اس رسالہ کو کامل طور پر سنبھالنے کے قابل ہو جائیں۔ یہ رسالہ کمانڈنگ آفیسر سے لے کر سوار تک بالکلیہ موجودہ رسالہ خاص ہی کے ملازمین پر مشتمل رہے۔ ان کی قابلیت و صلاحیت تک جو آفیسرزان کی ٹریننگ و تعلیم کے لیے متعین کیے جائیں ان کی حیثیت ملٹری ایڈوائزر و ٹرمیز ہو نہ کہ مستقل عہدیدار کی۔

۱۰) رسالہ خاص کے (۵۵۰) گھوڑے مسقوط ہیں، بقیہ (۴۵۰) گھوڑوں کو بھی سلحدار کو معقول معاوضہ دے کر مسقوط قرار دیا جائے اور آئندہ رسالہ جات زیر تجویز کے گھوڑے دوسرے رسالوں کی طرح منجانب سرکار خریدے جائیں اور ان کی خوراکی کا بھی انتظام کیا جائے اور سلحداروں کو جو خوراک اسپ ایصال ہوتی ہے وہ مسدود کر دی جائے۔ مگر اس سے سلحدار کا حق سلحداری زائل نہ ہو۔

۱۱) ان زیر تجاویز رسالوں کا نام حسبِ سابق اول رسالہ خاص اعلیٰ حضرت اور دوم رسالہ خاص اعلیٰ حضرت ہوگا۔

۱۲) ان رسالوں کا معیار تھرڈ گولکنڈہ لانسرز کے مساوی ہوگا۔ اسی قسم کے ہتھیاران کے لیے فراہم کیے جائیں گے اور اسی کے سپاہیوں کے برابر ان رسالوں کے سپاہیوں کی تنخواہیں بھی مقرر کی جائیں گی۔ لیکن یہ اضافہ موروثی متصور نہ ہوگا بلکہ صرف وہی یافت موروثی متصور ہوگی جو

www.taemeernews.com

اس وقت وہ بعد وضع خوراک اسپ پا رہے ہیں۔

۱۳) اگر کوئی سوار مر جائے یا نا قابل ہو جائے اور اس کا کوئی وارث قابل اجراء کار نہ ہو تو صرف اس کی موروثی یافت کا ایک ثلث اس کو دے کر بقیہ ماہوار سے اس وقت تک کے لیے ایک خدمت عیوض کا تقرر کیا جائے گا، جب تک اصل دار کے ورثاء سے کوئی اجرائی خدمت کے قابل نہ ہو۔

۱۴) جو جمعدار رسالوں میں کوئی عہدہ رکھتے ہوں اگر ان کے ساتھ کوئی لوازمہ اعزازی بھی متعلق ہے تو وہ فوجی پریڈ اور مارچ پاس کے وقت اپنے ساتھ اس لوازمہ اعزاز کو نہایت درست اور اچھی حالت میں رکھ سکیں گے۔ میانہ، پالکی، آفتاب گیری اور چھتر وغیرہ لے کر چلنے والوں کے لیے ایک خاص لباس فراہم کرنا ان جمعداروں پر لازمی ہوگا جس کا تعین رسالوں کے عام لباس کے ساتھ کیا جائے گا۔

۱۵) رسالوں کے لیے میدان چچا پیٹ پر بیارکس تعمیر کیے جائیں گے اور وہی میدان اس کے قواعد و مشق کے لیے مقرر ہوگا۔

۱۶) یہ رسالے حسبِ سابق کمانڈر صاحب افواج نظم جمعیت سرکار عالی کے ماتحت ہوں گے اور ان کی کارروائیاں ان ہی کے ذریعہ سے ہز ہائینس عالی جناب چیف کمانڈر صاحب بہادر اور محکمہ سرکار میں پیش ہوں گے۔

۱۷) سررشتہ داریاں بالکل برخواست کردی جائیں گی اور صیغہ سواران کی حد تک صیغہ نگرانی بھی برخواست کردیا جائے گا اور کمانڈنگ آفیسر رسالہ خاص کمانڈر صاحب افواج نظم سے راست مراسلت رکھے گا۔

۱۸) ہر قسم کی شکمی ماہورات بجز بیواؤں کے موقوف کردی جائیں گی اور یہ بیواؤں کی ماہواریں دوسرے ملازمین سرکاری کی بیواؤں کے وظائف کی طرح نظم کی عام گنجائش سے خزانہ سرکار سے ادا ہوا کریں گی۔

۱۹) جو سلحداریاں جمعدار کی موروثی ہیں۔ ان کا بارگیر خدمت عیوض متصور ہوگا۔ یعنی سلحدار کی یافت بعد وضع خوراک اسپ کے منجملہ ایک ثلث جمعدار کو بطور حق سلحداری ادا ہوں

www.taemeernews.com

گے۔ بقیہ دو ثلث تنخواہ موروثی و کامل اضافہ ماہوار سے بارگیر بطورِ حذمت عیوض متمتع ہوگا۔

ہم کو یقین ہے کہ ہماری یہ تجاویز بارگاہ ہز ہائینس پرنس آف برار اور معزز کمیٹی تنظیم جدید افواج بے قاعدہ میں درخور اعتناء ہوگی۔

فقط

جمعدارانِ نظم جمعیت

نواب صاحب کی نظم جمعیت کے تعلق سے مسلسل نمائندگی بالآخر کام آئی۔ اس خصوص میں نواب صاحب کی کامیاب مساعی پر ۱۵/ جنوری ۱۹۴۲ء کے مکتوب میں بتوسط معتمد صاحب عدالت و کوتوالی و اُمور عامہ (کے ذریعہ حکومت) کا نظم جمعیت کی جانب سے شکریہ ادا کرتے ہوئے بعض ضمنی مگر اہم مسائل کی جانب حکومت کی توجہ مبذول کروائی جس کی تفصیلات ذیل میں درج شدہ خط میں موجود ہے :

بخدمت جناب معتمد صاحب عدالت و کوتوالی و اُمور عامہ سرکار عالی!

جمعدارانِ نظم جمعیت شکرگزار ہیں کہ حکومت سرکار عالی نے حفاظت دارالسلطنت کی نسبت ان کی پیش کش کو شرفِ قبولیت عطا فرمایا۔ ان کے وفد نے اس کام کی نسبت جو ان کے تفویض ہوگا اپنے خیالات کا اظہار عالی جناب صدر اعظم بہادر سے بالتفصیل کر دیا تھا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے :

الف- ان کے جذبات خدمت گزاری کو دفتری تعویق و تاخیر سے بچا کر ان کی تنظیم انہی کی ایک کمیٹی کے تفویض کر دی جائے تا کہ وہ پوری آمادگی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دے سکیں۔

ب- ان کی تربیت کے لیے فوج باقاعدہ سے ایک مشیر دیا جائے جس کے مشورے سے وہ اپنے آپ کو محافظتِ شہر کے قابل بنا سکیں۔

ج- چوں کہ ان کے سپاہیوں کی ایک معقول تعداد بلدہ اور اضلاع میں پہروں پر متعین ہے اور بقیہ کے منجملہ ایک کافی تعداد ضعیف العمر اور ناقابل کار اشخاص کی ہے لہٰذا ان کو اجازت دی جائے کہ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں میں سے ایسے نوجوانوں کو جو جذبہ جاں نثاری کے ساتھ مالک کی خدمت کرنا چاہتے ہوں اور جن پر ان کو کامل اعتماد ہو اور جن کی نسبت وہ تحریراً اعتماد

www.taemeernews.com

کا اظہار کریں محافظین شہر کے عسکر میں رضا کارانہ طور پر خدمت کا موقعہ دیا جائے۔

اگر ان تجاویز کو جو بنیادی ہیں حکومت منظور فرمائے اور کمیٹی کے انعقاد کی اجازت دے دی جائے تو وہ کمیٹی خود تفصیلی تجاویز مرتب کر کے حکومت کے ملاحظہ میں پیش کرے گی اگر حکومت اس کو منظور فرماتی ہو تو میری رائے میں (۷) اشخاص کی کمیٹی کافی ہوگی جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱- نمائندگانِ جمعداران نظم جمعیت (جن کو حکومت نامزد کرے گی) : ۴

۲- کمانڈ صاحب نظم جمعیت

۳- نمائندہ سررشتہ فینانس

۴- مشیر منجانب افواج باقاعدہ

نمائندگانِ جمعداران کی نسبت چند نام درج ذیل ہیں۔ اگر ان کو شرفِ منظوری دیا جائے تو مناسب ہوگا :

محمد عبدالستار صاحب جمعدار، حاجی محمد ولی داد خاں صاحب جمعدار، بھگوان دین صاحب کمیدان، بہادر یار جنگ جمعدار۔

حالات کی نزاکت اور افواجِ نظم جمعیت کی بے سروسامانی کے مدنظر ضرورت ہے کہ اس طرف بطورِ خاص توجہ کی جائے اور بلا تاخیر اس کی منظوری عطا فرما کر ان قدیم جاں نثاروں کے موجودہ جذبات سے صحیح فائدہ اُٹھایا جائے۔

(مکتوب ۱۰۵ مکاتیب بہادر یار جنگ جلد دوم صفحہ ۹۵ تا ۹۷ ۱۵ / جنوری ۱۹۴۲ء)

یہ نواب صاحب کی کوششوں کا نتیجہ تھا جس کے باعث نظم جمعیت کی بے قاعدگی، قاعدگی میں بدل گئی۔ یعنی تنظیم جدید ہوگئی، تو نظم جمعیت کی تنخواہیں صرف خاص کی بجائے دیوانی سے ملنے لگی۔ پولیس ایکشن کے فوری بعد نظام کی سلطنت گئی، ساتھ ہی جاگیرداروں کی جاگیریں، منصب داروں کے مناصب ختم ہوگئے مگر نظم جمعیت کی دیوانی سے اجرا ہونے والی تنخواہیں اور وظائف آج تک جاری ہیں۔

◆◆◆

www.taemeernews.com

سفر بلادِ اسلامیہ ۱۹۳۱ء

''جب ذاتی و خاندانی فکروں سے نجات ملی تو اس مردِ خدا نے سب سے پہلے اللہ کے گھر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ یہ خیال کس طرح پیدا ہوا، ان کے اپنے الفاظ میں سنئے :

''تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے میں عنبر پیٹھ کے قریب ایک بنگلہ میں ٹھہرا ہوا تھا۔ ایک دن نماز سے ابھی فارغ ہو کر اُٹھا ہی تھا کہ جاگیر کے نائب آئے۔ خوش خوش تھے۔ میں نے سبب پوچھا۔ ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے کہ سارا قرض ادا ہو گیا ہے اور حساب بتلا کر کہا کہ'' آمدنی کی مد میں آج اتنی رقم ہے''۔ میں نے دوگانۂ شکر ادا کیا اور پلٹ کر نائب صاحب سے کہا کہ ہمارے پاسپورٹ کا انتظام کرو۔ بے چارہ ہکا بکا منہ دیکھنے لگا میں نے پوچھا کیوں کیا سوچ رہے ہو۔ کہنے لگا، آپ کے حکم کو سمجھا نہیں۔ میں نے کہا، بندۂ خدا حج کا ارادہ ہے، کعبۃ اللہ جانا چاہتا ہوں۔ وہ گردن جھکائے خاموش تھا اور کبھی کبھی میری صورت دیکھتا جاتا تھا۔ میں نے پوچھا، کیا دیکھ رہے ہو۔ کہنے لگا، سرکار اتنے دنوں کی تکلیف و مصیبت کے بعد اللہ نے یہ دن دکھایا ہے۔ کچھ دنوں تو آرام اُٹھایئے حج کرنا ابھی کیا ضرور ہے، بعد میں بھی تو آپ جا سکتے ہیں۔ میں نے کہا، ٹھیک کہتے ہو لیکن اگر اب نہ جاؤں تو کیا آئندہ میرے زندہ رہنے کی ذمہ داری تم لیتے ہو اور اگر زندہ رہا بھی تو اس دولت کا کیا بھروسہ؟ آدمی سمجھدار تھا، میری یہ گفتگو سن کر چلا گیا اور پاسپورٹ وغیرہ کا انتظام کر دیا''۔ (ہمارا قائد مولوی محمد احمد خاں صاحب صفحہ ۱۱)

مندرجہ بالا بیان سے یہ تاثر ملتا ہے کہ نواب صاحب نے اچانک حج بیت اللہ اور سفر بلادِ اسلامیہ کا قصد فرمایا۔ حالات و واقعات کی روشنی میں ایسا نہیں ہے۔ نواب صاحب نے ایک عرصہ قبل ہی یہ مصمم ارادہ فرما لیا تھا کہ وہ ۱۹۳۱ء میں حج بیت اللہ اور نہ صرف بلادِ اسلامیہ بلکہ یورپ کی سیر بھی فرمائیں گے۔

اگرچہ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ اس وقت تک قرض کی گراں بار ذمہ داریوں سے

www.taemeernews.com

نواب صاحب پوری طرح سبکدوش نہ ہو پائے تھے اور ۱۹۳۱ء ہی میں جاگیر کے نظم ونسق قرض کی گراں بار ذمہ داریوں کی طرف سے اطمینان کا سانس لیا تھا۔

اس طرح ۱۹۳۱ء میں سفر کے ارادے کو اللہ نے پورا کیا۔ اپنے سفر کے ارادے کے بارے میں نواب صاحب ڈاکٹر سید محی الدین زورؔ کو ایک خط میں مطلع فرماتے ہیں :

''یورپ آنے کا قصد مصمم ہے ''انشاءاللہ''۔ اور یقین ہے کہ آپ کے زمانہ قیام ہی میں آسکوں۔ توقع ہے کہ میں اپریل ۱۹۳۱ء میں یہاں سے روانہ ہوکر حج بیت اللہ سے فارغ اور زیارت حرمین کا شرف حاصل کرنے کے بعد اواخر مئی ۱۹۳۱ء تک یورپ پہنچ جاؤں گا اور جولائی میں آپ کے ساتھ اسپین کی سیر کرسکوں گا۔ دُعا فرمایئے کہ خدا میرے ان ارادوں کو کامیابی دے''

(صفحہ ۱۲، ۱۳ خط موسومہ ڈاکٹر زورؔ ۳۰/ ڈسمبر ۱۹۲۹ مکتوبات بہادر یار جنگ مرتبہ نذیر الدین احمد)

اپنے ارادۂ سفر کے بارے میں ایک اور مکتوب میں ڈاکٹر زورؔ کو نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :

''آپ نے ہسپانیہ جانے کے لیے جولائی ۱۹۳۱ء میں جو ارادہ کیا ہے اس سے میں واقف ہوں اور توقع ہے کہ میں جون ۱۹۳۱ء میں وہاں پہنچ سکوں گا اور اُمید ہے کہ واپسی آپ کے ساتھ ہوگی''۔ (صفحہ ۱۳ خط موسومہ ڈاکٹر زورؔ مورخہ ۱۴/ مئی ۱۹۳۰ء مکتوبات بہادر یار جنگ)

والد کے انتقال کے ۸ برس تک جاگیر کی تنظیم کی۔ اپنے ناخن تدبیر سے ساڑھے چار لاکھ کے قرض کی ادائی کے راستے نکالے اور مکمل قرض کی ادائی کے بعد نویں برس مسلمانوں کا یہ عظیم رہنما اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْراً کے مطابق تنگی سے فراغت پاکر ۱۹۳۱ء میں فریضہ حج وآرام گاہِ رسولؐ کی زیارت، خدا کے گھر و بارگاہِ رسولؐ سے سرفرازیوں کے بعد یہ مردِ خدا گاہ وخدامست سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ کے منشاء کی تکمیل میں بلادِ اسلامیہ کے ۷ ماہ کے دورے پر روانہ ہوا۔

۱۹/ ذی قعدہ ۱۳۴۹ھ کو رختِ سفر باندھا اور ۱۹/ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ کو واپسی عمل میں آئی۔

مخفی مبادنواب صاحب کی سیاحت کا زمانہ وہ زمانہ تھا جب کہ بلادِ اسلامیہ میں ہنوز جنگ عظیم کا شدید ردِ عمل جاری تھا اور ان کی سیاسی قسمت گری ہورہی تھی۔ اس وقت براعظم ایشیاء کے

www.taemeernews.com

انتہائی جنوبی گوشہ کا یہ سیاح جس کے قلب کی گہرائیوں میں مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تمنا مچل رہی تھی اور عالم اسلام کے باہمی اتحاد کا تصور اس کے قوائے عمل کو جنبش دے رہا تھا۔ بلادِ اسلامیہ کے چپہ چپہ کو اپنے دیدۂ عبرت نگاہ و چشم بینا سے دیکھ رہا تھا۔

اپنی حکیمانہ نظر سے انھوں نے جو کچھ دیکھا وہ دیدۂ عبرت نگاہ کے لیے دعوتِ فکر تھا۔ شاید قدرت، قیادت کے منصب کے لیے چنے گئے۔ اس مردِ حق کی نگاہ کو چشم بینا کر کے اسے مسلمانوں کے شاندار مستقبل کی ضمانت قبول کرنے کے قابل بنانا چاہتی تھی۔

آپ نے عراق، شام، فلسطین، انگورہ، وسط ایشیا، ایران، ترکی اور افغانستان کے چپہ چپہ کو اپنے دیدۂ عبرت نگاہ سے دیکھا۔ مسلم ممالک کے حال و احوال سے آگاہی کے ساتھ ساتھ مسلم عمائدین، اکابرین، سربراہانِ حکومت، سلاطین، علماء، وزراء، صحافی، ہر مکتبِ فکر کے اصحابِ فکر و نظر سے ملاقاتیں کیں اور نورانی ضابطہ حیات کی روشنی میں مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے بارے میں مشاورت ہوئی۔

آپ نے یوسف حکمت سفیر ترکی، عصمت انونو، غازی نادر شاہ، اُم المصر س زاغلول خانم، امان اللہ خاں، مفتی اعظم سید امین الحسینی، شاہ ابن سعود، مصطفیٰ نحاس پاشا صدر بعث پارٹی، مصطفیٰ المراغی شیخ الجامعہ الازہر، امیر فیصل سے ملاقاتیں فرمائیں اور عالم اسلام کے اجتماعی مسائل اسلامی ممالک کے درمیان اتحاد اور مسلمانوں کے عالم گیر اتحاد (رابطہ عالم اسلامی) کے سلسلے میں مسلمانوں کے درد سے ہر آن دھڑکنے والا دل اور مسلمانوں کی صلاح و فلاح کے لیے مشغول ذہن سفر کے دوران ان اکابرین سے ملاقاتیں کر کے مسلمانوں کی پستی کے اسباب اور ان کی ترقی کی راہوں کے تعین کا جائزہ لیتا رہا۔

''یہاں کے اُمراء و علماء سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اسمٰعیل صدیقی پاشاہ اور وزیر اعظم محمد علی پاشاہ، رئیس الاحرار دستوری پاشاہ، شیخ الازہر شیخ مصطفیٰ المراغی، ڈاکٹر منصور فہمی، ڈاکٹر محمد حسین ہیکل، یہاں کے زعماء اور لیڈر ہیں۔ ان سے اتحاد اور رابطہ عالم اسلامی کے مسائل پر گفتگو ہوئی اور ہو رہی ہے۔ ان سبھوں نے میری دعوتیں کی ہیں اور کل میری طرف سے ان سب کو ایک ٹی پارٹی دی جانے والی ہے، اخبارات کے نمائندے آ رہے ہیں اور انٹرویو لیں گے۔ کل الاہرام کے

www.taemeernews.com

نمائندے نے سوالات کیے تھے۔ آج امریکہ کے اخبار ڈیلی ہیرالڈ کا نمائندہ آیا تھا۔ الفسیا وفد پارٹی کے سب سے بڑے اخبار نے مبالغہ آمیز مقالہ میری آمد پر لکھا ہے۔ علماء اتحاد دینی کے مسائل پر گفتگو کر رہے ہیں اور اُمراء اتحاد سیاسی و معاشرتی مسئلہ میں''۔

(مکتوب موسومہ مولانا تصور مؤرخہ ۲۳/جون ۱۹۳۱ء)

ان کے سفر کا مقصد بھی اسی جذبہ کا آئینہ دار تھا۔ قدرت کی عطا کردہ صلاحیتوں سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے اپنی اصابت رائے، قوت بیاں، اخلاص و دردمندی، تبحر علمی اور زبان دانی سے اسلامی فکر کی اشاعت میں اپنا حصہ ادا کیا۔ ہر مقام پر شایانِ شان استقبال ہوا :

''قاہرہ کے قیام کے دوران مقامی اخبارات میں ''ضیف الکریم'' (مہمان محترم) کے عنوان سے نواب صاحب کے ورود کی اطلاعیں شائع ہوئیں۔ مصری عوام کو ذی حیثیت حیدرآبادی رئیس کے تعلق سے تعارف کرایا گیا۔ ممتاز قائدین سے ملاقات کے بعد آپ سعد زاغلول کی بیگم سے ملاقات کے لیے ان کے مکان پر تشریف لے گئے جن کو مصر میں اُم المصرئین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور سارے ملک میں ان کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ جب وہ ان کے مکان پر ملاقات کے لیے پہنچے تو اُم المصرئین مکان پر نہ تھیں۔ نواب صاحب نے اپنا تعارفی کارڈ چھوڑا اور اس پر اس ہوٹل کا پتہ درج کر دیا جہاں آپ کا قیام تھا۔ دوسرے دن اُم المصرئین خود نواب صاحب سے ملاقات کے لیے آئیں۔ سوء اتفاق سے نواب صاحب ہوٹل میں موجود نہ تھے۔ وہ اپنا کارڈ چھوڑ کر واپس ہوگئیں۔ جب نواب صاحب ہوٹل میں واپس تشریف لائے تو ہوٹل کا مالک ان کے قدموں سے لپٹ گیا اور کہنے لگا کہ ان کے قدموں کا طفیل ہے کہ اُم المصرئین نے اپنی تشریف آوری سے اس کے ہوٹل کو رونق بخشیں''۔

(بحوالہ مکتوب امریکہ مولوی عبدالرحمٰن سعید)

اس سفر بلادِ اسلامیہ میں سوائے مصطفیٰ کمال کے سارے عالم اسلام کے زعمائے ملت سے ملاقاتیں ہوئیں۔ اس خصوص میں نواب صاحب تحریر فرماتے ہیں :

''ایک فوجی افسر مصطفیٰ ارشاد بے نے میرے پاسپورٹ کی تنقیح کی اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا کہ ترکوں کو اہل ہند سے بہت اندیشے ہیں اور ان کو انگریزوں کے

www.taemeernews.com

جاسوس خیال کرتے ہیں''۔
مصطفیٰ صغیر[1] کے واقعہ کو وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتے''۔

(صفحہ ۵۹ سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

ان کی عظیم المرتبت شخصیت کے جو ایمان افروز گہرے نقوش عمائدین اسلام کے قلوب پر مرتسم ہوئے اس کا اندازہ مفتیٔ اعظم فلسطین اور طرابلس کے اللجنۃ التنفیذیہ کے (برقہ) سے ہوتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ

ایں سعادت بزورِ بازو نیست　　تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مجلس شرعی الاسلامی الاعلیٰ
قدس شریف

تار کا پتہ : مجلس اسلامی قدس
پوسٹ بکس ۵۱۷-ٹیلیفون ۱۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین والہٖ وصحبہٖ اجمعین . ولتکن منکم امّۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئك ھم المفلحون .

ترجمہ : ''تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے، اچھی باتوں کی نصیحت کرے اور برائی سے منع کرے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں''۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں خدا کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اس اسلام کی وجہ سے ہمارے دلوں کو جوڑا اور اس نعمت کی وجہ سے ہم سب بھائی بھائی ہو گئے اور درود وسلام بھیجتا ہوں اس کے رسول کریمؐ پر جو سچائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور ان کے آل واصحاب ان کے پیروؤں پر جو ان کی ہدایت کے موافق رہے اس طرح انھوں نے کامیابی

---

[1] مصطفیٰ صغیر ایک ہندوستانی تھا۔ مرادآباد کا رہنے والا تھا۔ ۱۹۱۵ء سے یہ انگریزوں کا تربیت یافتہ جاسوس تھا۔ مصطفیٰ کمال کو قتل کرنے کی ذمہ داری اسے سونپی گئی تھی۔ ایک ترک خاتون سے لمحہ آخر اس راز سے مصطفیٰ کمال کو واقف کروایا۔ بعد تحقیق واقبال جرم پر اس غدار قاتل دار کو جو اپنے آپ کو خلافت کمیٹی بمبئی کا نمائندہ ظاہر کرتا تھا پھانسی دے دی گئی۔

www.taemeernews.com

وفلاح کا راستہ نکالا اور خود اچھی زندگی بسر کی۔ (مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيَاةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ) ترجمہ : جو اچھا کام کرے چاہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم اس کی زندگی اچھی کریں گے اور ان کو اچھا بدلہ عنایت کریں گے جیسا کہ وہ کام کرتے رہے۔

چوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک بنیاد کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے اور جب کوئی حادثہ کسی ایک مسلم فریق پر آئے تو گویا سارے مسلمانوں پر آیا۔ اس لیے ذی تدبیر اصحاب کی ایک جماعت نے اس ملک اور دوسرے اقطاع اسلام کو دیکھیں کہ ایک وسیع دعوتِ اجتماعی کے مقصد سے ایک عام اسلامی موتمر منعقد کی جائے جو بیت المقدس میں ہوگی جس کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور وہاں ملتِ اسلامیہ کے اکابر و زعماء کو تمام اقطاعِ اسلامیہ سے بلایا جائے جن کے اندر غیرت و جوش قوی اور علم و دانائی سے بہرہ ہے جن کی اصابت رائے بصیرت نافذہ پر اعتبار کیا جاسکتا ہے جہاں اماکن مقدسہ اسلامیہ کو اغیار و اجانب کی دست درازیوں اور طمع و ہوس کی ترکتازیوں کو روکنے اور ان کا سدِ باب کرنے اور مسلمانوں کے تعلق سے دوسرے احوال و شیون کی اصلاح کے بارے میں بھی غور و فکر کی جائے۔

چوں کہ جناب کے اندر اسی قسم کی غیرتِ اسلامی اور اصابت رائے اور روشن خیالی کے جوہر ہم پاتے ہیں اس لیے اس موتمر اسلامی عام میں شرکت کی جناب کو دعوت دیتے ہیں جو قریب میں انشاء اللہ قدس شریف میں اور مسجد اقصیٰ کے جوار میں بتاریخ ۲۷/ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۷/ ڈسمبر ۱۹۳۱ء شب معراج کے مبارک موقع کو منعقد کی جائے گی۔

اس لیے اُمید ہے کہ جناب ان اصحابِ علم و دانش کے ساتھ جو صحیح اقدام و عمل کی تجاویز کے پہلوؤں سے بحث کریں گے۔ اپنے قیمتی افکار و مشوروں سے انجمن کو تمشکر فرمائیں گے اُمید ہے کہ اس باہمی تعاونِ فکری کا اچھا اور مبارک اثر ہوگا اور تاریخ جہادِ اسلامی میں اس کا بھی ایک اہم مقام ہوگا۔ آخر میں ہم خدائے عزوجل سے طالبِ دُعا ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اس بھیانک تاریکی میں ہمارے لیے اپنی ہدایت کی شمع روشن کرے۔ خدمتِ اسلامی

www.taemeernews.com

کے لیے ہماری صحیح رہبری فرمائے اور خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے : وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ . ترجمہ : تم نیکی اور پرہیزگاری کے مقصد سے ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور زیادتی کے لیے ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مؤرخہ ۲۲/ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

رئیس مجلس اعلیٰ اسلامی
محمد امین الحسینی

کمیٹی فکر وعمل، برتہ (طرابلس) کا ایک اعلامیہ :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزشتہ چند صدیوں کے تاریخی واقعات کے مطالعہ سے ثابت ہوگیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر جماعتی انتشار اور فرقہ بندیاں جو کتاب اللہ اور سنتِ نبویؐ سے غفلت واعراض کا نتیجہ ہے۔ اسی کی وجہ سے غیر اقوام کو یہ موقع ملا ہے کہ ان کے ایک فرقہ کے بعد دوسرے فرقہ اور ایک گروہ کے بعد دوسرے گروہ کے گلے میں ذلت وحرمان نصیبی کا طوق پہناتے جائیں۔ چوں کہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے ساتھ ہمدردی کے احساسات نہیں رہے اس لیے ایک فریق دوسرے فریق کی مصیبتوں سے بے حس رہنے لگا۔ ایک لمبا عرصہ اس بے حسی کا گزرنے کے بعد خدا نے بعض دردمند قائدین اُمت کو پیدا کیا جو اپنی باعمل قیادت کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر بیداری اور اجتماعی شعور واحساس کی روح پھونکنے لگے اور مسلمانوں کی اس خدمت کے لیے اپنی زندگی کے لمحات کو وقف کردیا۔ اس لیے انھوں نے ان تجویزوں پر غور کرنا شروع کیا جن کے ذریعہ اُمت اسلامیہ کے جسم کے اس ناسور کا علاج کیا جائے۔ انہی باعمل افراد میں سے اس دور میں عزت مآب نواب بہادر یار جنگ ہیں جو ہند کے نامور قائدین میں سے ہیں۔ مختلف بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے آپ دمشق تشریف لائے۔ آپ کی سیاحت کا مقصد اولین بھی رابطہ اسلامیہ کی زنجیر کے لیے کڑیاں پیدا کرنا ہے۔ آپ نے دمشق کے اکابر قائدین سے ملاقاتیں کیں جن میں سے قابل ذکر مجاہد ملت شکری بک القوتلی اور مجاہد ملت بشیر بک السعدادی ہیں۔ ان سے اس اہم مسئلہ پر گفتگو رہی۔ اسی طرح وہ مصر میں عزت مآب احمد زکی پاشاہ اور عزت مآب محمد علی پاشاہ

www.taemeernews.com

سے ملاقات کی اور قدس میں مجلس اسلامی اعلیٰ کے صدر سید امین الحسینی سے ملاقاتیں کیں اور سب کے اتفاق سے حسبِ ذیل تجاویز پاس کیے گئے :

۱- کہ مسلمان آج کل جس پھوٹ اور انتشار کے دور سے گزر رہے ہیں اس کے علاج و تدارک کے لیے ایسے وسائل کی تشکیل کی جائے جو ان کے اندر اتحاد و یکجہتی کے امکانات کو پیدا کریں اور ان کو اجتماعی احساس کی طرف مائل کریں۔

۲- روابطِ ملی کے امکانات کے حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ایک دوسرے کے حالات اور اضطرابات سے واقفیت اور باخبری ہے۔ اور اس کے لیے ایک انجمن کا قیام پیش نظر ہے جس میں مختلف ممالکِ اسلامیہ کے قائدین ارکان بنیں اور اپنے اپنے ملکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اُمم اسلامیہ کی بے چینیوں کے اسباب اور ان کے دور کرنے کی تدابیر سے بحث کریں گے اور ان کے کھوئے ہوئے وقار کی بازگشت کی عملی تجاویز پیش کریں گے۔

۳- اس انجمن کے قیام کے بعد ایک نمائندہ کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو وقت و مقام کا تعین کر کے تمام اقطاعِ اسلامیہ سے باعمل افراد کو مدعو کرے گی اور جو کمیٹی کہ اقدس شریف میں قائم ہوگی اس میں مصر اور فلسطین کے نمائندے شامل رہیں گے اور اس مسئلہ میں تبادلہ خیال کریں گے۔

۴- نواب بہادر یار جنگ اس کمیٹی کے اہم ارکان میں سے ہوں گے جو مصر و فلسطین کے اکابر و زعماء سے وقتاً فوقتاً مراسلت کیا کریں گے۔

۵- نواب بہادر یار جنگ نے اس عمل کے نفاذ کے مقصد سے جن جن شہروں کا دورہ کیا اور وہاں کے جن قابل اصحاب سے گفتگو کر کے ان میں کام کرنے کی ہمت و رغبت پائی ان کے ناموں کی ایک فہرست مرتب کر کے ہمارے پاس روانہ کر دی ہے تاکہ بوقتِ ضرورت ان سے ربط قائم کیا جائے۔

فقط

السعداوی

صدر کمیٹی فکر و عمل (اللجنۃ العملیۃ) برقہ (طرابلس)

www.taemeernews.com

مؤتمر اسلامی عالم

قائم کردہ : بیت المقدس　　مؤرخہ ۱۶/رمضان ۱۳۵۰ھ

۲۷/رجب، ۷/شعبان ۱۳۵۰ھ م ۲۴/جنوری ۱۹۳۲ء

کتب خانۂ لجنۂ تنفیذیہ - پوسٹ بکس ۱۵۷ - ٹیلیفون ۱۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت برادر مکرم! السلام علیکم

مؤتمر اسلامی عالم کے افتتاحی جلسہ میں عالی جناب کے شریک نہ ہو سکنے کا بہت افسوس ہوا جس کی وجہ عالی جناب کے قیمتی اور زرین مشوروں سے استفادہ کا موقع حاصل نہ ہو سکا۔ تاہم اُمید ہے کہ انجمن اپنے مقاصد کی اجرائی میں عالی جناب کے تعاون عمل سے محروم نہ رہے گی۔

آخر میں دُعا ہے کہ خدا آپ کو اور ہم کو امن عالم کے مقصد سے اعلاء کلمہ توحید کے کاموں میں انہماک و دلچسپی کو قائم و دائم رکھے۔

فقط

محمد حسین صدر مؤتمر

نواب صاحب کے سفر نامہ بلادِ اسلامیہ کی اشاعت جولائی ۱۹۶۹ء میں عمل میں آئی۔ نواب صاحب نے دوران سفر اپنی نوٹ بک میں جو تاثرات نقل فرمائے تھے ان کاغذات کی مدد سے یہ سفر نامہ مرتب کیا گیا۔ اسی سفر نامے کے اقتباسات پیش نظر صفحات میں درج ہیں۔ اس طرح یہ نواب صاحب کا خود نوشتہ سفر نامہ ہے۔

سفر سے واپسی کے بعد پہلی تقریر

''ایشیا کدھر سفر کر رہا ہے'' کے زیر عنوان ۲۴/مارچ کو دہلی عربک کالج اجمیری دروازے میں ہوئی۔ اس جلسے کا اہتمام خواجہ حسن نظامی نے فرمایا تھا۔ ہر دو تقریریں اسی سفر سے متعلق دہلی میں ہوئیں۔ اس جلسے میں نواب صاحب کو خواجہ حسن نظامی نے ''ابن بطوطہ'' کا خطاب دیا۔

حیدر آباد میں چار عظیم الشان جلسوں کو جو نواب فیض علی خاں صاحب کی کوٹھی میں منعقد ہوئے تھے نواب صاحب نے مخاطب فرمایا۔ ان تقاریر میں ''تاثرات'' کے زیر عنوان نواب

www.taemeernews.com

صاحب نے بلادِ اسلامیہ کی سیاسی، مذہبی اور معاشرتی حالات کی پوری عکاسی فرمائی تھی۔

سچ تو یہ ہے کہ ''اس سفر کے بعد نواب صاحب کی بصیرت اور آگہی کے حدود وسیع تر ہو گئے اور عالم اسلام کا مستقبل خصوصیت کے ساتھ آپ کی فکر و تدبیر کا نقطۂ منتہی بن گیا۔

(لسان الامت از مولوی عبدالرحمٰن سعید صفحہ ۳۳)

سفر بلادِ اسلامیہ نے انھیں منصب قیادت کی ذمہ داریوں، ہندی مسلمانوں کے مسائل و مصائب، انگریزی سامراج اور ابنائے وطن کی ریشہ دوانیوں کو بھی بین الاقوامی حالات کی روشنی میں سمجھنے کا موقعہ فراہم کیا۔

ان کی عقابی روح بیدار ہوئی، فکر مومن نے ہندی مسلمانوں کے مستقبل کی راہیں متعین کیں اور انھیں منزل آشنا کیا۔

◆◆◆

www.taemeernews.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سفرِ حج

بہادر یار جنگ درِ کعبہ
و
گنبدِ خضرا کی چوکھٹ پر

۱۲/اپریل ۱۹۳۱ء کو بہادر خاں مغل لائن کے جہاز ''رضوانی'' میں بمبئی سے روانہ ہوئے۔ اور ۲۲/ اپریل کو جدہ پہنچے۔ اس جہاز کے مسافروں میں بنگال کے ایک ممتاز رہنما سر عبدالکریم غزنوی بھی تھے، جو اس زمانے میں وائسرائے ہند کی کونسل کے رکن تھے۔ انھوں نے حجاز میں ایک مشاورتی مجلس بنائی تھی جس میں ممتاز مسافروں کو شریک کیا گیا تھا۔ حیدرآباد کا نمائندہ نواب بہادر یار جنگ کو بنایا گیا تھا۔ مجلس نے یہ انتظام بھی کیا کہ ناواقف مسافروں کو مسائل حج سے آگاہ کیا جائے۔ حج کے فلسفہ اور مناسک پر تقریریں کی جائیں اور صبح ناشتہ کے بعد قرآن کا درس دیا جائے۔ روزانہ شام کو جہاز کے مسافر عرشہ پر جمع ہو جاتے تھے اور نواب صاحب حج اور دوسری اسلامی عبادات کے فلسفے اور اسلامی تعلیمات پر تقریریں کرتے تھے۔ کامران سے جہاز جدہ کی طرف روانہ ہوا اور جب یلملم قریب آیا تو مسافروں نے حج و عمرہ کی نیت سے احرام باندھ لیا اور ہر طرف سے نعرۂ تکبیر و توحید کی صدا آنے لگی۔

جدہ

۲۲/اپریل ۱۹۳۱ء کو رضوانی بندرگاہ جدہ میں داخل ہوا۔ جدہ کے ساحل کے قریب سمندر میں دور دور تک بڑے بڑے پہاڑ ہیں جن کی چوٹیاں بعض جگہ سطح آب سے صرف چند انچ نیچے نظر آتی ہیں۔ درمیانی راستہ بہت پر پیچ ہے اور واقف کار رہبر کی امداد کے بغیر جہاز آگے نہیں بڑھ سکتا چوں کہ جدہ پر کوئی گودی نہیں تھی اس لیے جہاز ساحل سے دور ٹھہرتے تھے اور مسافر چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں سوار ہو کر ساحل تک پہنچتے تھے۔ یہ زمانہ حج کا تھا اور ہندستان و مصر سے حاجیوں کے

www.taemeernews.com

کئی جہاز بیک وقت آتے تھے۔اس لیے ساحل تک پہنچنے اور بے شمار کشتیوں سے اُتاری ہوئی چیزوں کے انبار میں اپنا سامان تلاش کرنے میں بہت وقت صرف ہوگیا۔تاہم نواب صاحب نے شہر جدہ کی سیر کے لیے کچھ وقت نکال ہی لیا اور مختلف بازاروں اور محلوں کو دیکھا۔

مکہ معظمہ

رات گئے ذریعہ موٹر مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔اس زمانے میں جدہ اور مکہ کے درمیان کچی سڑک تھی۔اس لیے رفتار بہت سست رہی اور تین بجے رات کو مکہ پہنچے۔وہاں معلم نے جس مکان کا انتظام کیا تھا، اس کی ایک کھڑکی مسجدالحرام کی طرف کھلتی تھی۔ جہاں سے خانۂ کعبہ، مقام ابراہیمؑ اور صحن مسجد نظر آتے تھے۔نواب صاحب کو یہ مکان بہت پسند آیا اور وہیں قیام کیا۔صفا و مروہ کی سعی اور عمرہ سے فراغت تک صبح ہوگئی۔

منیٰ کو روانگی

۸/ذی الحجہ ۲۶/اپریل کو منیٰ روانہ ہوئے جہاں حکومت حیدرآباد کی طرف سے کشادہ اور آرام دہ مکان کا انتظام کیا گیا تھا۔عصر و مغرب کی نماز مسجد خیف میں ادا کی یہ مسجد دامن کوہ میں واقع ہے جہاں حضور رسالت مآب صلعم نے قیام فرمایا تھا۔مسجد بہت وسیع ہے اور اس کا صحن نہایت کشادہ ہے۔وسط میں ایک قبہ بنا ہوا ہے۔جس کو مقام رسول اللہؐ بیان کیا جاتا ہے۔نماز عشاء مسجد کوثر میں پڑھی جو مسجد خیف سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے۔یہ ایک چھوٹی سی مسجد ہے جہاں رسول اکرمؐ پر سورۃ نازل ہوئی تھی۔منیٰ سے متصل نہر زبیدہ گزرتی ہے جو ہارون رشید کی نامور ملکہ زبیدہ کی تعمیر کردہ ہے۔اس پر چھوٹے چھوٹے حوض بنادیئے گئے ہیں جن سے حاجیوں کے لیے پانی فراہم کیا جاتا ہے۔

شاہی سواری

دوسرے روز نواب صاحب منیٰ سے عرفات روانہ ہوئے اور جب مزدلفہ پہنچے تو سینکڑوں موٹریں عرفات کی طرف جاتی ہوئی دیکھیں۔معلوم ہوا کہ شاہی سواری جارہی ہے۔تھوڑی دیر کے بعد دفعتاً گرد و غبار کا طوفان سا اُٹھا اور سینکڑوں اونٹوں کا دل بادل نظر آیا۔تمام اونٹ تازہ اور توانا تھے۔سب پر سواری کی زین کسی ہوئی تھی اور ہر اونٹ پر ایک سوار احرام باندھے گلے میں

www.taemeernews.com

کارتوسوں کی پیٹی ڈالے پیٹھ پر بندوق اور ہاتھ میں بید لیے بیٹھا تھا۔ دس پندرہ سواروں کے بعد سلطان کا اونٹ تھا اور سلطان ابن سعود بھی اسی طرح چمڑے کی زین پر بیٹھے معمولی کپڑے کا احرام باندھے لبیک کہتے جاتے تھے۔ ان کی اس سادگی اور اتباع سنت سے دیکھنے والے بہت متاثر ہوئے۔

میدانِ عرفات

عرفات میں جبل رحمت اور مسجد نمرہ کے درمیان بہت وسیع میدان ہے اور فریضہ حج کی ادائی کے لیے تمام دن یہاں بسر کیا جاتا ہے۔ اس وسیع میدان میں ہر طرف خیمے ہی خیمے نظر آتے تھے۔ عرب کی چلچلاتی دھوپ نے زمین کو تپا دیا تھا سب لوگ پسینہ میں شرابور تھے۔ جسم پر گرد کی تہیں جم گئی تھیں، ہونٹ خشک ہو رہے تھے۔ چہروں سے جسمانی تکلیف کے آثار ہویدا تھے لیکن سب کے دل مسرور تھے کہ اللہ نے یہ مبارک دن بھی دکھلایا اور حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ بعد ظہر دُعائے عرفات پڑھی گئی۔ عصر کے بعد روانگی کی تیاریاں شروع ہوئیں اور مغرب کے بعد یہ وسیع میدان خالی ہونے لگا۔

منیٰ میں قیام

۱۰/ ذی الحجہ کو مزدلفہ سے منیٰ پہنچے۔ جمرہ عقبہ میں رمی جمار کیا۔ اس کے بعد قربانی کے دنبے ذبح کرنے کے لیے مسلخ گئے۔ یہ مقام آبادی سے کچھ فاصلہ پر ہے۔ اس کے اطراف بڑے بڑے گڑھے کھدے ہوئے تھے۔ ایک میدان میں بکروں، دنبوں، مینڈھوں، اونٹوں اور گائیوں کا ہجوم تھا۔ لوگ خریدتے اور ذبح کرتے تھے۔ تھوڑا سا گوشت تو ساتھ لے جاتے تھے اور باقی وہیں چھوڑ دیتے تھے۔ قربانی کی کھالیں حکومت لے لیتی تھی اور کثیر مقدار میں گوشت گڑھوں میں دفن کر دیا جاتا تھا۔ قربانی کا گوشت اس طرح ضائع ہونے پر نواب صاحب کو بہت افسوس ہوا۔ انھوں نے حکومت کو یہ مشورہ دیا کہ اس کو جدید کیمیائی طریقوں سے محفوظ کر کے فروخت کیا جائے اور برآمد بھی کیا جائے۔ تاکہ اہل ملک کو جن کے وسائل معاش بہت محدود ہیں معتد بہ مالی فائدہ حاصل ہو سکے۔

www.taemeernews.com

طوافِ زیارت

۱۱/ ذی الحجہ کونواب صاحب طوافِ زیارت کے لیے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ منیٰ سے مکہ تک یہ سفر گدھوں پر کرنا پڑا اور بہت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ ان پر خوگیریں کسی ہوئی تھیں لیکن رکاب نہ تھے۔ گدھے والا وقفہ وقفہ سے گدھے کی کمر پر لٹھ برساتا اور گدھا بدک کر بے تحاشا دوڑنے لگتا تھا۔ ایسی حالت میں جسمانی توازن کو سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ نواب صاحب کے لیے یہ ایک نیا اور دلچسپ تجربہ تھا اور جو سفر بہت آسان معلوم ہوتا تھا بڑا ہی مشکل ثابت ہوا۔ نواب صاحب جب مکہ پہنچے تو حرم کو تقریباً خالی پایا۔ مکہ کی گلیاں سنسان تھیں۔ دکانوں پر قفل پڑے تھے کیوں کہ سارے دکاندار منیٰ میں تھے۔ طواف سے فارغ ہو کر مکہ سے روانہ ہوئے اور آدھی رات کو منیٰ واپس آئے۔

توحید پاشا اور جمال پاشا

منیٰ میں نواب صاحب، امیر امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان، توحید پاشا اور جمال پاشا سے ملاقات کی۔ توحید پاشا ترکی سابق سلطان عبدالعزیز کے پوتے ہیں اور حج کی غرض سے آئے تھے۔ ترکی سے جلاوطن ہونے کے بعد فرانس میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے بڑی حسرت سے اپنی بے بسی اور بے مصرف زندگی پر اظہارِ افسوس کیا تو ان کو مشورہ دیا کہ وہ مایوس کن حالات میں اپنے اجداد کی طرح عزم و ہمت سے کام لیں اور مسلمانوں کے اتحاد و ترقی کے لیے کوشش کریں۔ جمال پاشا غازی اور انور پاشا کے ماتحت ترکی کی افواج کے جنرل تھے اور جب نواب صاحب سے ملے تو وہ ابن سعود کی افواج کے کمانڈر تھے۔ چوں کہ وہ انگریزی بھی جانتے تھے اس لیے نواب صاحب نے بہت دیر تک ان سے تبادلہ خیال کیا اور انور پاشا کے حالات دریافت کرتے رہے۔

شاہ امان اللہ خاں سے ملاقات

شاہ امان اللہ خاں بھی فریضہ حج ادا کرنے آئے تھے اور نواب صاحب سے بڑے اخلاق و احترام سے پیش آئے۔ نواب صاحب نے اس امان اللہ خاں میں جو تصویر شاہ افغانستان کی حیثیت میں انھوں نے کھینچی دیکھی تھی اور اس غریب الوطن بے یار و مددگار امان اللہ خاں میں زمین

www.taemeernews.com

وآسمان کا فرق پایا۔اب امان اللہ خاں کا افغانی تنومند جسم سوکھ کر آدھا رہ گیا تھا۔ڈاڑھی بڑھی ہوئی تھی، چہرہ سے شاہی رعب داب غائب تھا اور حرکات وسکنات میں عجز ومسکنت نواب صاحب نے امان اللہ خاں سے اپنا تعارف کراتے ہوئے فارسی میں کہا کہ میں اپنے آپ کو افغان کہتے ہوئے اس لیے شرم محسوس کرتا ہوں کہ اس قوم نے اپنے ایک نجات دہندہ مصلح محسن اور ترقی پسند حکمران کو تکلیف دی، جلاوطن کیا اور خود اپنے ملک کو اتنا زبردست نقصان پہنچایا جس کی تلافی ناممکن ہے۔امیر نے جواب دیا کہ میری قوم کو میری اصلاحی تجاویز کے متعلق غلط فہمی ہوئی۔لیکن میں اپنے افغان ہونے پر شرمندہ نہیں ہوں اور یہ سلوک میرے لیے نیا نہیں ہے۔کیوں کہ انھوں نے نہ صرف میرے ساتھ بلکہ میرے والد اور دادا کے ساتھ بھی اسی قسم کا سلوک کیا تھا۔

افغانستان میں بغاوت کے اسباب پر گفتگو کرتے ہوئے نواب صاحب نے جب پوچھا کہ کیا آپ کو یقین ہے کہ جو کچھ ہوا وہ محض پروپگنڈہ کا نتیجہ تھا تو امان اللہ خاں نے جواب دیا کہ یقیناً میری ہر تجویز کو لامذہبیت کا رنگ دے کر پروپگنڈہ کیا گیا اور مجھ پر احکام اسلام سے روگردانی کا الزام رکھا گیا۔حالاں کہ خدا کے فضل سے میں اب بھی راسخ العقیدہ مسلمان ہوں اور انشاء اللہ مرتے دم تک رہوں گا۔میں نے ملک کے انتظامی معاملات نااہل قاضیوں سے چھین کر سرکاری محکموں کو تفویض کیے۔لڑکیوں کی تعلیم کا بندوبست کیا اور اپنی قوم کو مہذب ومتمدن اقوام کے دوش بدوش کھڑا کرنے کی کوشش کی۔لیکن تمام اصلاحات کے خلاف جھوٹا پروپگنڈہ کیا گیا۔پارچہ بافی اور دوسری صنعتوں کے لیے جو مشینیں منگوائی گئیں ان کے متعلق یہ مشہور کیا گیا کہ ان مشینوں میں مردوں کو جلایا جائے گا۔

ان زمانے میں یہ خبریں شائع ہو رہی تھیں کہ امان اللہ خاں اپنے ملک کو واپس جانا چاہتے ہیں۔نواب صاحب نے جب اس کے متعلق دریافت کیا تو امیر نے کہا کہ ان کا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے۔اگرچہ ان کو یہ معلوم ہوا ہے کہ اب ان کی قوم یہ محسوس کرنے لگی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے ملک کے خیر خواہ رہے اور تمام اصلاحی تجاویز نیک نیتی پر مبنی تھے۔اس کے بعد نواب صاحب نے دریافت کیا کہ کیا یہ صحیح ہے کہ نادر خاں نے آپ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ آپ کے لیے تخت حاصل کریں گے اور فی الحال انھوں نے محض قوم کے اصرار پر حکمرانی کی ذمہ داری قبول کی ہے؟ اس

www.taemeernews.com

کے جواب میں امیر امان اللہ خاں نے کہا کہ ہاں نادر خاں نے مجھ سے حلفی وعدہ کیا تھا اور اگر وہ اس کی پابندی کرنا چاہتے تو قوم کو مجھے واپس بلانے پر آمادہ کر سکتے تھے۔

ملکہ ثریا اور امیر کے آئندہ پروگرام کے متعلق نواب صاحب کے استفسار پر امیر نے کہا کہ وہ اس سال حج کے لیے نہ آسکیں لیکن توقع ہے کہ آئندہ سال ضرور آئیں گی۔ ہم نے اٹلی میں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور میں وہیں واپس جاؤں گا میں نے ہر سال حج کا قصد کیا ہے کیوں کہ یہ مسلمانوں کا اہم ترین مذہبی اجتماع ہے جس کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ مختلف اقطاع عالم کے مسلمان ایک دوسرے سے واقف ہوں۔ یہاں کئی لوگوں سے ملاقات ہوئی جن سے واقفیت باعثِ مسرت ہے۔ اور اگر حج کی وجہ سے یہ اجتماع نہ ہوتا تو ایسے ممتاز افراد سے ملاقات کا کوئی امکان نہ تھا۔ اس کے بعد بہت دیر تک امیر نے حیدرآباد کے حالات اور ہندی مسلمانوں کے متعلق گفتگو کی اور اتحاد اسلامی اور مسلمانوں کی معاشرتی اور اقتصادی اصلاح کے لیے نواب صاحب کی تجاویز سے اتفاق کیا۔

جاوی حجاج

منیٰ اور مکہ میں بہادر خاں نے ہندوستان کے علاوہ انڈونیشیا، مصر، شام، ایران اور دوسرے کئی ممالک کے مسلمانوں سے جو حج کے لیے آئے تھے ملاقات کی اور ان ملکوں کے حالات معلوم کیے۔ اس سال صرف انتالیس ہزار حجاج آئے تھے، جن میں اکثریت اہل جاوا کی تھی اور ان میں زیادہ تر نوجوان تھے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوئی کہ جاوی عموماً اس وقت تک شادی نہیں کرتے جب تک فریضہ حج ادا نہ ہو جائے۔ ہر شخص حج کرنے کے بعد اپنے مطوف سے باقاعدہ سند حاصل کرنا تھا اس میں جاوی نام کے علاوہ اس کا عربی نام بھی درج کیا جاتا تھا۔ جاوا سے آنے والے حاجی کافی خوش حال تھے اور ان میں کوئی شخص دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلاتا نظر نہیں آیا لیکن ان کے برعکس ہندوستان کے حاجیوں میں ضعیف العمر افراد کی اکثریت تھی اور ان میں بیشتر لوگ غیر مستطیع ہونے کی وجہ سے عین زمانہ حج میں دوسروں سے امداد طلب کرتے تھے۔

خانۂ کعبہ میں داخلہ

نواب صاحب ۱۲/ تاریخ کو بعد زوال رمی جمار سے فارغ ہوئے اور منیٰ سے مکہ معظمہ

www.taemeernews.com

روانہ ہوگئے ۔ وہاں دو روز تک ملاقاتوں ، زیارتوں اور مدینہ منورہ جانے کے لیے موٹروں اور دوسری ضروریات کے انتظام میں مصروف رہے۔ حاجیوں کے لیے ۱۵/ ذی الحجہ کو خانۂ کعبہ میں داخلہ کا انتظام کیا گیا تھا۔ خانۂ کعبہ کا کلید بردار فی کس تین روپے لے کر داخلہ کی اجازت دیتا تھا۔ لیکن نواب صاحب نے اس طریقہ کو ناپسند کیا۔ آخر یہ طے ہوا کہ باہر نکلنے کے بعد وہ جو مناسب سمجھیں گے انعام دیں گے۔ ایک چھوٹی سی سیڑھی کے ذریعہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ خانۂ کعبہ جیسا کہ باہر سے نظر آتا ہے ایک مربع عمارت ہے جو چاروں دیواروں اور تین چھوٹے چھوٹے ستونوں پر قائم ہے۔ نیچے سنگِ مرمر کا فرش ہے اور دیواروں پر مختلف رنگ کے نقش کے سنگِ مرمر جڑے ہوئے ہیں۔ دیواروں کا بڑا حصہ ایک سرخ ریشمی پردے سے چھپا ہوا ہے جس پر اسماء الٰہی بافت کیے گئے ہیں۔ چھت پر بھی ریشمی کپڑا چڑھا ہوا ہے۔ تینوں ستونوں کے درمیان لکڑی لگا کر ان پر سونے چاندی اور لوہے کی قدیم وضع قندیلیں آویزاں کی گئی تھیں جو زمانہ قدیم کے بادشاہوں نے نذر گزرانی تھیں۔

مدرسہ صولتیہ کا معائنہ

اسی روز شام کو بہادر خاں نے مکہ کے ایک مشہور دینی ادارہ مدرسہ صولتیہ کا معائنہ کیا۔ مولانا رحمت اللہ دہلی کے رہنے والے تھے اور ۱۸۵۷ء کی تحریک کے بعد مکہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ ان کو یہ خیال ہوا کہ مکہ میں جو عالم اسلامی کا دینی مرکز ہے، دینیات کی ایک درس گاہ قائم کی جائے۔ ہندوستان کی ایک متمول خاتون صولت النساء بیگم نے اس ادارے کے قیام کی ذمہ داری قبول کر لی۔ مدرسہ کی قدیم عمارت ان ہی کے سرمایہ سے تعمیر ہوئی۔

سلطان ابن سعود سے ملاقات

۱۶/ ذی الحجہ کو نواب صاحب نے سلطان ابن سعود اور امیر فیصل سے ملاقات کی۔ عربی وقت کے مطابق تین بجے کے قریب سرکاری موٹر میں نواب صاحب سلطان کی جدید قیام گاہ پر پہنچے جو منیٰ کے راستے میں تعمیر کی گئی ہے۔ ایک وسیع کمرے میں جہاں دیواروں سے مشرقی وضع کے کوچ لگے ہوئے تھے اور عمدہ قالین کا فرش تھا، نواب صاحب کو بٹھایا گیا۔ اس وقت سلطان بدوی قبائل کے شیوخ سے ملاقات میں مصروف تھے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے قبیلے کا سردار تھا

www.taemeernews.com

اور دس دس بارہ بارہ ہزار آدمیوں پر حکومت کرتا تھا لیکن ان شیوخ کی ظاہری وضع قطع کچھ ایسی تھی کہ کوئی ان سے مصافحہ کرنا بھی گوارہ نہ کرسکتا تھا۔ جسم اور لباس صفائی سے بے نیاز، برہنہ پا اور گرد وغبار میں اٹے ہوئے۔ لیکن سلطان ان کی پوری پوری تواضع کرنے پر مجبور تھے۔ ورنہ بغاوت کردیتے۔ جب سلطان ان کی ملاقات سے فارغ ہوئے تو پرائیویٹ سکریٹری نواب صاحب کو سلطان کے کمرے میں لے گئے جو نسبتاً زیادہ آراستہ تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی سلطان نے سروقد استادہ ہوکر سلام کا جواب دیا اور اپنے قریب بٹھایا۔ سلطان ابن سعود طویل القامت، چوڑے چکلے اور دوہرے بدن کے انسان تھے۔ چہرے پر رعب اور آنکھوں سے آثار تفکر ظاہر تھے۔ نواب صاحب نے ان سے مختلف مسائل پر گفتگو کی اور ان کی اصابت رائے کے قائل ہوگئے۔ اتحاد اسلامی کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے سلطان نے یہ خیال ظاہر کیا کہ جب تک مسلمان اختلاف عقائد کو دور نہ کردیں نے وہ ایک نہ ہوسکیں گے۔ نواب صاحب نے کہا کہ عقائد کا اختلاف دور کرنا محال ہے اس لیے اتحاد کی بہترین صورت فی الحال یہی ہے کہ ان اختلافات کے باوجود اشتراک اُمور کی حد تک مسلمان متحد ہوجائیں اور اختلافی اُمور میں اُلجھنے سے احتراز کریں۔ ہر شخص کو اپنے عقائد کے مطابق عمل کرنے کی آزادی حاصل رہے لیکن وہ ملی اتحاد اور ملی مفاد کو بہرصورت ملحوظ رکھے۔ سلطان نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ سیاسیات ہند پر گفتگو کرتے ہوئے سلطان نے کہا کہ مسلمانانِ ہند کو ہندوؤں سے شدید خطرات لاحق ہیں اور اگر ہندو راج قائم ہوگیا تو وہ ہندوستان سے مسلمانوں کو فنا کردینے کی پوری کوشش کریں گے۔ مسلمانوں کی کمزور حالت کے پیش نظر یہ ضروری ہے کہ وہ انگریزی حکومت کے خاتمہ سے پہلے ہی اپنی سیاسی تنظیم کرکے قوت و استحکام حاصل کرلیں تاکہ مخالفین کی طاقت اور تنظیم اس کو نقصان نہ پہنچاسکے۔ رخصت ہوتے وقت سلطان نے نواب صاحب کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا کہ میں آپ کے خیالات سے بہت متاثر ہوا ہوں اور اگر آپ سے ملنے کا پھر موقع ملے تو مجھے انتہائی مسرت ہوگی۔

امیر فیصل

سلطان ابن سعود سے رخصت ہوکر نواب صاحب سلطان کے فرزند اور نائب السلطنت

www.taemeernews.com

شہزادہ فیصل سے ملنے گئے جو شریف حسین سابق شریف مکہ کے مکان میں مقیم تھے۔ فیصل ایک بڑے کمرے میں حمزہ شامی وزیر خارجہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا دربار سلطان کی بہ نسبت زیادہ شاندار تھا۔ تقریباً ایک سو مسلح فوجی عہدیدار دونوں جانب فرش پر بیٹھے ہوئے تھے۔ نواب صاحب کے داخل ہوتے ہی شہزادہ اور ان کے ساتھ فوجی عہدیدار کھڑے ہو گئے۔ یہ بہت بارعب منظر تھا۔ فیصل اس وقت ایک نازک اندام نوجوان تھے۔ بہ دورانِ گفتگو نواب صاحب نے کہا کہ اہل حجاز کی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ ملک زراعتی نہیں ہے اور غلہ کی پیداوار نہایت ناکافی ہوتی ہے۔ تجارت بھی ایک رخی یعنی درآمد ہی درآمد ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ زراعت اور تجارت کی ترقی و اصلاح کی کوشش کی جائے صنعت و حرفت کو فروغ دیا جائے اور کارخانے قائم کیے جائیں۔ ورنہ ملک کے افلاس میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ نواب صاحب نے چند صنعتوں کے قیام اور سعودی سکے کی اصلاح و ترویج کے متعلق بھی کچھ تجاویز پیش کیں جن کو نائب السلطنت نے بہت پسند کیا۔

جنت المعلیٰ کی زیارت

۱۷/ ذی الحجہ کو نواب صاحب جنت المعلیٰ کی زیارت کے لیے گئے۔ یہ وہ مشہور قبرستان ہے جس میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت آمنہؓ کے علاوہ حضرت عبدالمطلب اور حضرت عبداللہ وغیرہ اجداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور متعدد جلیل القدر صحابہؓ مدفون ہیں۔ نجدیوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد انسداد بدعت کے طوفان نے سب سے زیادہ اسی قبرستان کو متاثر کیا۔ قبریں مسمار کی گئیں، قبے گرا دیئے گئے۔ حضرت خدیجہؓ اور حضرت آمنہؓ کے مزاروں کو محصور کر دیا گیا تاکہ کوئی زیارت نہ کر سکے۔ قبوں اور مزاروں کے بجائے ہر طرف پتھر اور گارے کے ڈھیر نظر آنے لگے۔ چند قبروں کے صرف نشان باقی رہ گئے۔ ایک بوڑھے فقیر نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کے مزاروں کی نشاندہی کی اور نواب صاحب نے ان قبروں پر بھی فاتحہ پڑھی۔

جنت المعلیٰ سے واپس آتے ہوئے راستے میں مولد رسول اللہؐ دیکھا جس پر کبھی قبہ بنا ہوا تھا۔ لوگ یہاں نفل نماز پڑھتے تھے اور مجالس میلاد منعقد ہوتی تھیں لیکن اب صرف میدان باقی رہ

www.taemeernews.com

گیا ہے۔عمارت کا نام ونشان تک نہیں۔نواب صاحب کو یہ دیکھ کر بڑا رنج ہوا کہ اس مقدس جگہ پر ہر طرف غلاظت پھیلی پڑی تھی۔اس کے بعد نواب صاحب نے حضرت ابوبکرؓ کے گھر کی بھی زیارت کی۔نجدیوں نے اس کو بھی منہدم کر دیا ہے اور صرف کھنڈر باقی رہ گئے ہیں۔

مدینہ کو روانگی

اسی روز عصر کی نماز سے قبل نواب صاحب نے طوافِ وداع کیا اور بعد نماز مغرب مدینہ منورہ کے سفر پر روانہ ہوئے۔جدہ تک سفر ایک چھوٹی موٹر میں طے کیا۔چاندنی رات کھلے میدان اور صاف ہوا میں یہ سفر بڑا ہی پرلطف تھا۔جدہ سے قریب ایک قہوہ خانے میں رات بسر کی اور صبح سویرے جدہ میں نواب صاحب کو ایک اچھی موٹر کار کرایہ پر لی گئی اور عصر کے وقت حیدرآبادی حاجیوں کا قافلہ جدہ سے مدینہ منورہ روانہ ہوا۔موٹریں سمندر کے کنارے کنارے نہایت صاف اور مسطح میدان میں پوری رفتار سے دوڑنے لگیں۔دربارِ رسالت میں حاضری کے دل خوش کن تصور سے دل مسرت سے معمور ہو گئے اور مدینہ کے یہ مسافر اپنی خوش بختی پر ناز کرنے لگے۔

درمیانی منزلیں

عربی وقت کے مطابق تین بجے رات کو ذہبان پہنچے۔مدینہ کے راستے میں ہر بیس پچیس گز کے فاصلے پر کھجور کے پتے اور گھاس کے چھپر ڈال کر بڑے بڑے وسیع قہوہ خانے قائم کیے گئے ہیں۔جہاں حجاج اور عازمین مدینہ تکان دور کرتے ہیں۔ان میں جو مقامات سمندر سے قریب ہیں وہاں تلی ہوئی مچھلی اور زندہ اور تلے ہوئے فاختے مل جاتے ہیں۔چائے اور قہوہ کا بھی انتظام ہوتا اور بان سے بنی ہوئی کرسی نما چارپائیاں بھی کرائے پر ملتی ہیں۔ذہبان سے روانہ ہوئے تو راستے میں نشیب وفراز اور ریگ کا سلسلہ شروع ہوا۔رات کو طول نامی ایک مقام پر پہنچے اور یہیں رات بسر کی۔طول سے نکل کر نہایت خراب راستے سے دوچار ہوئے۔دوپہر کو رابغ پہنچے جو ایک چھوٹی سی بندرگاہ ہے اور جہاں کبھی کبھی چھوٹی تجارتی کشتیاں آجاتی ہیں۔تھوڑی دیر کے بعد شدید دھوپ میں آگے روانہ ہوئے اور رات کو بیر ابن حسان پہنچے۔راستہ بہت خراب اور تکلیف دہ تھا۔کئی مرتبہ موٹر ریت میں پھنستی اور بمشکل تمام نکالی گئی۔دوسرے روز بیر ابن حسان سے بجد روانہ ہوئے۔یہ تمام راستہ مدینہ تک پہاڑی ہے۔بڑی بڑی پہاڑیوں کا پیچ در پیچ سلسلہ

www.taemeernews.com

ہے جن کے درمیان وادیاں اور میدان ہیں جو مدینہ منورہ تک چلا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو یہ محسوس ہوتا ہے کہ چاروں طرف پہاڑ ہیں اور موٹر کے لیے آگے کوئی راستہ نہیں لیکن کسی چھوٹی سی گھاٹی سے اُترنے یا کسی پہاڑ کا چکر کاٹنے کے بعد میلوں وسیع میدان نظر آتا ہے جس میں کہیں ببول کے درخت اور کہیں جھاڑیاں دکھائی دیتی ہیں۔ ان پہاڑوں میں عربوں کی چھوٹی چھوٹی بستیاں آباد ہیں پہاڑ کے دامن میں کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے پتھروں کو جمع کر کے دیواری بنالی گئی ہے جس سے بہتا ہوا پانی روک لیا جاتا ہے اور باجرہ اور جوار کی کاشت ہوتی ہے۔

مدینہ کے راستہ میں پیدل سفر کرنے والے عاشقانِ رسول نے نواب صاحب کو بہت متاثر کیا۔ ان میں زیادہ تعداد افغانوں کی ہے۔ مختصر سا بستر کمر سے لٹکا ہوا، کاندھے پر پانی کی مشک، ہاتھ میں بھاری بھرکم عصا، عرب کی تپتی ہوئی ریگ پر نہایت اطمینان سے سفر کر رہے تھے۔ اور موسم کی خرابی تنگ دستی اور دور دراز سفر کی مشکلات ان کی نظر میں کوئی اہمیت نہیں رکھتی تھیں۔

عربوں کا افلاس

اس سفر میں نواب صاحب نے عربوں کی فلاکت و افلاس کے بعض عجیب و غریب مناظر دیکھے۔ ہر جگہ موٹر رُکتے ہی بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں سب ہر طرف سے گھیر لیتے یا سید الحاج اور حج مقبول، زیارت مقبول کی صدائیں آتیں۔ چھوٹے بچے مسکین مسکین کہہ کر چیختے اور لڑکیاں ناچ ناچ کر گاتیں فاطمہ، فاطمہ بنت النبیؐ۔ بیر ابن حسان میں کھانے کے بعد دسترخوان جھاڑا گیا تو بدوی لڑکیاں زمین پر سے چاول کے دانے چن چن کر کھانے لگیں۔ اس منظر سے نواب صاحب اس قدر متاثر ہوئے کہ پورا ناشتہ ان لوگوں میں تقسیم کروادیا۔ دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں بھی نیم برہنہ بچے اور سیاہ برقعوں میں لپٹی ہوئی بدوی عورتیں بھیک مانگنے کے لیے جمع ہو جاتیں۔ مدینہ میں اور خود حرم شریف میں بھی خیرات مانگنے والوں کی کمی نہ تھی۔ نواب صاحب اربابِ اقتدار کو فلاکت زدہ عوام کی قابل رحم حالت پر متوجہ کیا اور کہا کہ یہ افلاس ملک و ملت کے لیے بہت مضر ثابت ہوگا۔ اگر حرمین شریفین میں غیر مسلموں کا داخلہ ممنوع نہ ہوتا تو عیسائی مبلغ مسلمانوں کے افلاس سے فائدہ اُٹھا کر اپنے اثرات جما لیتے اور مسلمانوں پر بہت برا اثر پڑتا۔ اگرچہ مشنریوں کے خطرہ سے یہ سرزمین محفوظ ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ افلاس سے پیدا ہونے والی

www.taemeernews.com

دوسری خرابیوں سے یہ ملک محفوظ رہے گا۔

مدینہ میں ورود

مسجد سے روانہ ہونے کے بعد موٹر ایک پہاڑ پر چڑھی تو مسجد نبوی کے سفید سفید بلند مینار اور ان کے درمیان سبز نورانی گنبد نظر آنے لگا۔ نواب صاحب کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور زبان پر السلام علیک یارسول اللہ کا ورد شروع ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد سرسبز نخلستانوں کا سلسلہ شروع ہوا اور مدینہ کے قریب پہنچے تو بیرونِ شہر ان عمارتوں کے کھنڈر نظر آئے جو گزشتہ ربع صدی کے انقلاب کی یاد تازہ کر دیتے تھے۔ ترکوں کے عہدِ حکومت کی عالی شان مگر مسمار شدہ عمارتوں، حجاز ریلوے کے ویران اسٹیشن، ٹوٹے ہوئے ڈبوں اور اکھڑی ہوئی پٹریوں کو دیکھ کر شریف حسین کی کارستانیاں نظر آنے لگیں۔ مدینہ منورہ پہنچتے ہی نواب صاحب نے بارگاہ سرورِ کونین پر سلام عرض کیا اور خدا کا شکر بجالائے کہ ایک بھٹکے ہوئے غلام کو اپنے آقا کے آستانے پر حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔

صحابہ کرام کی مسجدیں

مدینہ طیبہ میں نواب صاحب کے وقت کا بڑا حصہ مسجد نبوی میں گزرتا تھا اور باقی ماندہ وقت دوسرے مقدس مقامات کی زیارت اور ملاقاتوں میں صرف ہوتا۔ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ میں کئی اور مسجدیں بھی غیر معمولی اہمیت رکھتی ہیں۔ ۲۱/ ذی الحجہ کو عصر کے بعد نواب صاحب مدینہ طیبہ کی گلیوں میں چہل قدمی کے لیے نکلے۔ پہلے انھوں نے مسجد نبوی کے مغربی جانب تقریباً چار فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں بعد ہجرت حضورؐ نے نماز پڑھی تھی اور ابر نے آپ پر سایہ کیا تھا۔ یہ جگہ محفوظ تھی اور لوگ یہاں پر نفل نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ سلطان عبدالمجید نے وہاں ایک عالی شان مسجد بنادی۔ اہل مدینہ عید کی نماز اسی مسجد میں ادا کرتے ہیں۔ مسجد عمامہ سے قریب ہی مساجد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ واقع ہیں۔ ان مساجد کے متعلق نواب صاحب کا خیال تھا کہ مسجد نبوی کی موجودگی میں ان صحابہ کرام نے الگ الگ مسجدیں نہ بنوائی ہوں گی بلکہ یہ ان حضرات کے مکان ہوں گے جو عرصہ تک خالی اور محفوظ تھے اور سلطان عبدالمجید نے ان مکانوں کو مسجدوں کی شکل دے دی۔ سلطان عبدالمجید بہت خوش عقیدہ تھے اور

www.taemeernews.com

انھوں نے مدینہ طیبہ میں اپنی کئی تعمیری یادگاریں چھوڑی ہیں۔ چنانچہ مذکورہ بالا مساجد کے علاوہ خودحرم نبوی کی تعمیر واضافہ اور بابِ مجیدی بھی ان کی یادگار ہیں۔

جنت البقیع کی زیارت

۲۲/ ذی الحجہ کو صبح سویرے بارگاہ حضرت خاتم النبیینؐ پر سلام عرض کرنے کے بعد نواب صاحب جنت البقیع کی زیارت کو گئے جو روضۂ اقدس سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ تیرہ سو برس پہلے آل واصحابِ رسول، تابعین وتبع تابعین، اولیاء اللہ، اقطاب واوتاد ہزاروں بلکہ لاکھوں کی تعداد میں مدفون ہیں۔

نواب صاحب نے اس قبرستان میں ازواج مطہرات حضرت ابراہیم ابن رسول اللہؐ، حضرت فاطمہ، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت اُم کلثوم، حضرت حسن، حضرت عثمان، حضرت زین العابدین، حضرت باقر، حضرت جعفر صادق، حضرت امام مالک اور دوسرے کئی بزرگانِ دین کے مزاروں پر حاضری دی۔ نجدیوں نے جنت البقیع میں بھی تمام قبے گرادیئے۔ قبریں توڑ دیں اور چھوٹے پتھر جما کر صرف چند قبروں کے نشان باقی رکھے۔ اس مشہور ومعروف قبرستان پر ہل چلائے ہوئے کھیت کا گمان ہوتا تھا اور اس حسرت ناک منظر کا نواب صاحب کے دل پر بہت اثر ہوا۔ جنت البقیع میں عورتوں کے داخلے کی ممانعت کردی گئی تھی اور پولیس کے سپاہی اس امر کی نگرانی کرتے تھے کہ زائرین نہ تو قبر کو ہاتھ لگائیں نہ بوسہ دیں اور نہ عقیدت مندی کے ساتھ سر جھکائیں۔

نہر زرقاء اور باغات کی سیر

اسی روز شام کو نواب صاحب نے مدینہ کے اطراف باغات کی سیر کی جن کا سلسلہ میلوں تک چلا گیا تھا۔ ان باغوں میں کھجور، انگور اور انجیر کے علاوہ گلاب اور ترکاریوں کی کاشت بھی ہوتی تھی۔ مدینہ طیبہ کو نہر زرقاء سیراب کرتی ہے جس کا پانی لذت، لطافت، شیرینی اور صفائی کے لیے مشہور ہے۔ اس نہر کے انتظام کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو عوام کے چندہ سے مفوضہ کام انجام دیتی تھی۔ اس کمیٹی نے پانی کے پمپ لگوائے تھے اور شہر کے اکثر مقامات پر نل بھی نصب کیے تھے تاکہ اہل شہر بہ تعداد کثیر استفادہ کرسکیں۔ اس کام کی تکمیل کے لیے حیدرآباد سے بھی چندہ

www.taemeernews.com

روانہ کیا گیا تھا۔

مزار سیدنا حمزہؓ و مسجد قبلتین

نواب صاحب مسجد قبا، مزار سیدنا حمزہؓ اور جبل احد کی زیارت کرنا چاہتے تھے لیکن دو روز سے بخار میں مبتلا تھے۔ شہر کے اندر موٹروں کا داخلہ ممنوع تھا، اس لیے امیر مدینہ سے موٹر میں جانے کی اجازت حاصل کی گئی۔ عصر کے وقت حضرت حمزہؓ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ پہلے اس مزار پر بھی بہت بڑا قبہ تھا جو نجدیوں نے توڑ ڈالا۔ ماہ رجب میں یہاں بڑا میلہ لگتا تھا۔ اب اس کو بھی مسدود کر دیا گیا ہے۔ حضرت حمزہؓ کا مزار جبل احد کے دامن میں ہے جس کو جبل الجنت کہا گیا ہے یہاں سے نواب صاحب مسجد قبلتین گئے جو ایک ٹیلے پر واقع ہے۔ یہی چھوٹی سی مسجد وہ تاریخی مقام ہے جہاں تحویل قبلہ کا حکم صادر ہوا تھا۔ ایک چھوٹی سی دیوار کے ذریعہ بیت المقدس کی سمت ظاہر کی گئی ہے جس میں محراب بھی بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد کے متعلق نواب صاحب کا خیال تھا کہ مقام کی صحت تو ثابت ہے لیکن یہ علامتیں بعد کو بنائی گئی ہیں۔

مسجد قبا

مسجد قبلتین دیکھنے کے بعد نواب صاحب مسجد قبا کی جانب روانہ ہوئے۔ قبا وہ مقام ہے جہاں حضورؐ نے ہجرت کے بعد کچھ دن قیام فرمایا تھا اور یہاں کی مسجد زمانہ اسلام کی سب سے پہلی مسجد ہے۔ قرن اول میں قبا اچھی بستی تھی جہاں صحابہ کرام کے مکانات بھی تھے۔ یہ مسجد نہایت وسیع اور طویل و عریض ہے۔ مشرقی حصہ میں ایک محراب ہے جس کو محراب طاقۃ الکشف کہتے ہیں۔ یہاں حضورؐ پر خانۂ کعبہ کا انکشاف ہوا تھا۔ وسط مسجد میں بھی ایک محراب ہے اور یہ وہ مقام ہے جہاں اس مسجد کی تعظیم میں آیات نازل ہوئی تھیں۔ مسجد میں ایک چوکھنڈی ہے جس کو ''برک الناقہ'' کہتے ہیں یعنی وہ جگہ جہاں رسول اللہ صلعم کی اُونٹنی بیٹھ گئی تھی۔ مغربی گوشے میں ایک قبہ ہے جس کو مقامِ علیؓ کہتے ہیں اور اس سے قریب بھی ایک قبہ ہے جو ''بیر قطام'' کے نام سے مشہور ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہی نہر زرقاء کا منبع ہے جس سے سارا مدینہ سیراب ہوتا ہے۔

مولانا عبدالباقی فرنگی محلی کا مدرسہ

سربرآوردہ لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ مدینہ میں بھی جاری رہا۔ ۲۵/ذی الحجہ کو نماز فجر

www.taemeernews.com

کے بعد نواب صاحب اپنے چند علم دوست احباب کے ساتھ مولانا عبدالباقی صاحب فرنگی محلی سے ملنے گئے جو قدیم وضع کے متبحر عالم مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے استاد و قرابت دار تھے۔ چالیس سال سے مدینہ طیبہ میں مقیم تھے اور وہاں ایک مدرسہ قائم کیا جو بہت مشہور ہوا۔ حیدرآباد سے اس مدرسہ کو بھی ماہانہ امداد ملتی تھی۔ جب نواب صاحب پہنچے تو مسلم شریف کا درس ہو رہا تھا۔ ترکی، کاشغر، بخارا، افغانستان اور ہندوستان تقریباً تمام اقطاع عالم کے طلباء جمع تھے۔ ان میں بعض فارغ التحصیل علماء تھے جو مدینۃ الرسول میں حدیث پڑھنے کی سعادت حاصل کرنے کے لیے آئے تھے۔ درس ختم ہونے کے بعد نواب صاحب نے دیر تک مختلف موضوعات پر مولانا عبدالباقی سے گفتگو کی اور اہل مدینہ کے متعلق معلومات حاصل کیں۔

امیر مدینہ سے ملاقات

اسی روز بعد مغرب امیر مدینہ سے ملاقات کے لیے گئے جو ضعیف العمر اور قدیم وضع کے تھے۔ بڑے اخلاق سے پیش آئے اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے۔ اس وقت ایک مصری اور ایک ہندوستانی عالم کا مقدمہ پیش تھا جن میں شدید تکرار ہو گئی تھی۔ امیر نے اختلافی مسئلہ کا نہایت معقول تصفیہ کیا۔ لیکن ہندوستانی مولوی نے جن کا تعلق اہل حدیث سے ہے نہایت غلط رویہ اختیار کیا جس سے امیر کو بھی تکلیف ہوئی اور نواب صاحب کو بھی۔ اس ملاقات کا مقصد حرمین کی تمدنی و معاشرتی حالت، گداگری کے انسداد کی مناسب تدابیر اور مدینہ طیبہ خصوصاً جنت البقیع میں نجدیوں کے طرزِ عمل اور اس کے مذہبی و سیاسی ردِ عمل کے متعلق گفتگو کرنا تھا۔ لیکن علماء کے قضیہ نے ایسی بدمزگی پیدا کر دی تھی کہ یہ گفتگو مناسب نہ معلوم ہوئی اور نواب صاحب تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کر کے واپس آ گئے۔ دو تین روز کے بعد دوسری ملاقات میں بعض اصلاحی و دینی مسائل پر گفتگو شروع ہوئی۔ اس موقعہ پر شیخ الواعظین القضاۃ ایک نجدی عالم بھی موجود تھے۔ لیکن اس مجلس کا رنگ بھی کچھ ایسا تھا کہ یہ سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا۔

مدینہ طیبہ سے واپسی

۲۸/ذی الحجہ کو بعد نماز عصر نواب صاحب نے بارگاہِ رسالت میں سلام وداع عرض کیا اور مغرب سے مدینہ طیبہ سے جدہ روانہ ہوئے۔ رات جدہ میں بسر کی۔ جب منورہ پہنچے تو ریت کے

www.taemeernews.com

زبردست طوفان سے سابقہ پڑا۔تند و تیز ہوا ریت اُڑا رہی تھی۔چھوٹے چھوٹے نئے ٹیلے صاف ہوکر میدان بن گئے تھے اور جہاں ریت جمع ہو جاتی وہاں نئے ٹیلے بن جاتے تھے۔موٹروں کی رفتار تیز کر کے طوفان سے آگے نکلنے کی پوری کوشش کی لیکن رابغ پہنچنے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔۳۰/ ذی الحجہ کو جدہ پہنچے۔نواب صاحب کے رفقائے سفر دوسری محرم کو جدہ سے بمبئی روانہ ہوئے اور دو دن کے بعد نواب صاحب مصر کے لیے ''بلاقی'' نامی جہاز میں جدہ سے بیروت روانہ ہو گئے۔

(بحوالہ ''بہادر یار جنگ کا سفر نامہ بلاد اسلامیہ'' ۱۹۳۱ء مرتبہ نذیر الدین احمد سابق میونسپل کونسلر حیدرآباد جولائی ۱۹۶۹ء)

چاند کا دیوتا

بعلبک قدیم رومی زمانے کا شہر اور پرفضا مقام ہے۔مختصر آبادی، دونوں جانب برف سے ڈھکے ہوئے سرسبز پہاڑ۔

رومیوں نے یہاں پہلی صدی عیسوی میں جیوپٹر کا اور دوسری و تیسری صدی میں یاکوس (چاند کے دیوتا) کا مندر بنایا جو نہایت عظیم الشان تعمیر ہے۔اس کے لیے پتھر مصر کے مقام سوان سے منگوایا گیا تھا۔اس کے ستونوں کی لمبائی ۲۱ فٹ اور قطر ۸۰ سنٹی میٹر ہے۔مندر میں داخل ہوتے ہی دیوڑھی ملتی ہے جس کے دونوں طرف سپاہیوں کے لیے برآمدے بنے ہوئے ہیں جس کی ہر جانب عمارت اور چھوٹی بڑی کمانیں ہیں جن میں جیوپٹر کی مورتیں رکھی ہوئی تھیں۔تیس سال میں جرمنوں نے اس کی کھدائی کی اور آثار برآمد کیے اور جتنی مورتیں دستیاب ہوئیں اپنے ساتھ لے گئے۔اُمفی تھیٹر سے آگے بڑھ کر قربان گاہ ہے جس کو پانچویں صدی عیسوی میں مسیحیوں نے گرجا بنایا۔قربان گاہ کے عقب میں عظیم الشان خانقاہ تھی جس کے چھ ستون اب تک موجود ہیں۔ان ستونوں کی بلندی جس میں تین پتھر استعمال ہوئے ہیں۔ساڑھے انیس گز اور قطر ۷ فٹ ہے۔ کارنس پر بہترین نقش اب تک موجود ہے۔عربوں نے جب اس کو فتح کیا تو بت توڑ دیئے اور اس مندر سے قلعہ کا کام لیا۔یاکوس کے مندر کی مغربی جانب ساتویں صدی عیسوی میں تعمیر شدہ مسجد اب تک باقی ہے۔

جیوپٹر کے مندر میں آثار بہت برآمد ہوئے لیکن یاکوس کے مندر میں کچھ بھی آثار پائے نہیں گئے۔جیوپٹر کا مندر ایک مستطیلی عمارت ہے جس کے اطراف ۶ فٹ قطر اور ساڑھے سولہ گز

www.taemeernews.com

طول کے ستونوں اور منقش پتھروں کی چھت کا ایک نہایت خوبصورت اور شاندار برآمدہ ہے۔ ہیکل کے اندرونی جانب قمرقی وضع کے ایسے ہی بڑے بڑے ستون ہیں۔ ہیکل کی چھت گر گئی لیکن داخلہ کا عظیم الشان دروازہ جس کے اطراف سنگ مرمر کے نہایت نازک نقوش بنے ہوئے ہیں، اس کی اندرونی جانب مجسموں کے رکھنے کی کمانیں اور دیواریں اب تک باقی ہیں۔

داخلہ کی سیڑھیوں کے پاس جنوبی جانب عربی وضع کی ایک بہترین کمان ہے جس کے اندر قلعہ کی ضروریات کے لحاظ سے غار بنے ہیں۔

مندر کے مینار کو بلند کرنے کے لیے گولکنڈہ کی قطب شاہی گنبدوں کی طرح نیچے وسیع تہہ خانے اور کمانی وسیع راستے بنائے گئے ہیں۔

ان مندروں کے معائنہ کا ٹکٹ اور گائیڈ کی فیس ایک ایک لیرا سوری مقرر ہے یاکوس کے مندر کے بیرونی دروازہ کے جنوبی جانب وینس کا ایک چھوٹا سا مندر ہے جو یاکوس کے مندر کے ساتھ تعمیر ہوا تھا لیکن بعد میں اس کو بیزنطیوں نے کلب بنا دیا۔ (صفحہ ۱۷تا۱۹)

حضرت خالد بن ولید کی مزار مبارک

صبح بعلبک کے کھنڈر دیکھے۔ ۲ بجے حمص پہنچا شام کو حمص کی زیارتیں کیں۔ حمص کی آب و ہوا خنکی اور صفائی کے اعتبار سے بہت مشہور ہے۔ یہاں کے باشندوں میں جذبہ ایمان ہے۔ مسلمان غریب اور اکثر پابند صوم وصلوٰۃ ہیں، تہذیب یورپ سے بہت کم متاثر ہیں۔

میں پریشان تھا کہ یہاں کی زیارت گاہیں کس سے معلوم کروں۔ ہوٹل والے نے کہہ دیا کہ یہاں صرف خالد بن ولیدؓ کا مزار ہے۔ میدان یرموک کی زیارت اور حضرت عکرمہؓ ابن ابی جہل کے مزار پر فاتحہ پڑھنے کے لیے میرا دل بے تاب تھا۔ راستے میں احمد سعید نام کے ایک نورانی صورت جواں سال بزرگ نظر آئے، بڑھ کر ان سے سوال کیا، ساتھ چل کر زیارت سے مشرف کرانے پر آمادہ ہوگئے۔ ایک موٹر لے لی اور دو گھنٹے تک زیارتیں کیں۔ مولانا احمد سعید صاحب نے رات کا کھانا بھی گھر لے جا کر اپنے ساتھ کھلایا۔ جامع خالد بن ولید کو ڈھا کر جو ملک الظاہر نے بنائی تھی سلطان عبدالحمید نے نئی تعمیر کرائی ہے۔ شاندار عمارت ہے۔ اس کے مینار دور دور سے نظر آتے ہیں۔ مسجد کے شمال مغربی گوشہ میں ایک چھوٹا خوبصورت گنبد ہے۔ اس میں

www.taemeernews.com

حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان کے فرزند حضرت عبدالرحمن کا مزار شمال مشرقی کونے میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کا مزار ہے۔ مسجد میں قالینوں کا فرش ہے اور خدام مقرر ہیں۔ حمص کے شمال کی جانب بہت فاصلہ پر انگور کے کھیت ہیں۔ ایک بوسیدہ چوکھنڈی کے اندر حضرت عکرمہؓ ابن ابی جہل اور باب ترکمان کے پاس جس کے آثار ابھی باقی ہیں حضرت وحیہ کلبیؓ کا مزار ہے۔

نوٹ : حضرت سعد ابن ابی وقاصؓ اور حضرت وحیہ کلبیؓ کی زیارت مقام مزہ دمشق میں بھی بنائی گئی تھی۔ (صفحہ ۱۹)

سورج گھڑی

صبح ۷ بجے موٹر پر حمص سے روانہ ہوا۔ ساڑھے آٹھ بجے حماء پہنچا۔ چھوٹا سا مقام ہے۔ قدیم وضع کی آبادی ہے۔ نہر عاصی کے کنارے بڑی بڑی پن چکیاں نہایت خوش منظر ہیں۔ صرف تھوڑی دیر یہاں قیام رہا، پھر حلب کی جانب روانہ ہوا۔ حمص سے حلب پہنچا۔ جدید طرز کا بہت وسیع اور بڑا شہر ہے۔ لیکن مسجد زکریا اور اس کے قریب میں قدیم آبادی ہے۔

مسجد زکریا بہت وسیع مسجد ہے۔ اس کا صرف ایک مینار ہے۔ ۶۸۴ھ میں بنائی گئی تھی۔ اس کے ایک دروازہ پر لکھا ہے کہ ۷۴۰ھ میں اس کی تجدید کی گئی تھی لیکن موجودہ عمارت جدید ہے۔ منبر کے بازو حضرت زکریا علیہ السلام کا مزار بتایا جاتا ہے۔

۹۹۶ھ میں ابو محمد مصطفیٰ ابن میر حسین الحسینی جو حلب کا حاکم عدل تھا اس میں اضافہ کیا۔ پھر ۱۱۶۰ھ میں سلطان محمود خاں ولد سلطان عبدالحمید خاں نے بعض حصے بڑھائے۔ صحن میں اوقات نماز معلوم کرنے کے لیے ایک سورج گھڑی رکھی ہوئی ہے جس میں علم ہیئت کے لحاظ سے مذہب امام شافعی و امام ابوحنیفہ کے بموجب سایہ کی حالت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ گھڑی ۱۲۹۸ھ میں جمیل پاشاہ حاکم حلب کے حکم سے بنائی گئی تھی۔ (صفحہ ۲۲۰تا۲۲۲)

مخروطی مینار

مشائخین اور علماء سے نفرت تمام جہاں کے مسلمانوں کو اسلام سے بدظن کر رہی ہے۔ یہی حال ترکوں کا ہوا اور یہی مصریوں اور شامیوں کا ہے۔ ہندوستانی علماء کے لیے عبرت و بصیرت کا موقع ہے۔

www.taemeernews.com

دکتور عبدالرحمن الکیالی سے بھی ملاقات ہوئی ۔ بہت اخلاق سے ملے ۔ جدید تعلیم یافتہ ہیں مگر ان کے کمرے میں تفسیر و حدیث کی کتابیں دوسرے فنون سے زیادہ نہیں ۔ ان سے رابطہ اسلامیہ کے مسئلہ میں گفتگو ہوئی ۔ شہرت اور انجمن سازی کے مخالف ہیں ۔ ان کی رائے ہے کہ رابطہ اسلامیہ کا کام پوشیدہ اور آہستہ آہستہ کیا جائے ، انھوں نے مجھے ساتھ لے جا کر حلب کے بعض آثار قدیمہ دکھائے ۔ دکتور عبدالرحمن الکیالی کے ساتھ مدرسہ عثمانیہ کا معائنہ کیا ۔ ۱۱۵۱ھ میں اس کی بناء پڑی ہے ۔ اس میں دینی مدرسہ اب تک قائم ہے ۔ شیخ مدرسہ اور علماء سے ملاقات ہوئی اور مختلف مذہبی اور اجتماعی مسائل پر گفتگو کی ۔ مدرسہ خسرویہ کے معائنہ کے لیے گیا لیکن بند تھا ۔ آج سالگرہ جمہوریہ فرانسویہ کی تعطیل ہے ۔ ہر مدرسہ میں ایک عالیشان مسجد یا ہر مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ ہے ، میں اس کو عہد عروجِ اسلامی کی خصوصیت سمجھتا ہوں ۔ محلہ فردوس میں حنیفہ خاتون بنت ملک العادل والدہ سلطان ملک العزیز ابن ملک الظاہر کی بنائی ہوئی مسجد دیکھی جو سلطان الملک الناصر صلاح الدین کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ہے ۔ مسجد کے سائبان منہدم ہو گئے ہیں ۔ لیکن اندرونی حصہ جوں کا توں باقی ہے خصوصاً محراب لاجواب ہے ۔ میں نے فن تعمیر کے نقطۂ نظر سے ایسا محراب سارے ملک شام میں کہیں نہیں دیکھا ۔ محرب پر ''عمل حیاہ بن عنان'' کندہ ہے ۔

حلب اور شام کی مسجدوں میں مینار سے زمانۂ تعمیر پہچانا جا سکتا ہے ۔ جن مساجد کے مینار مربع ہیں ، وہ ترکوں اور چرسیونی سے قبل کی تعمیر ہے اور جن کے مینار مخروطی ہیں وہ ترکوں کے زمانے کی اور سدسی شکل چوکسوں کے زمانہ کی تعمیر ہے ۔

پانچ بجے جمیل بک جنید ابراہیم پاشاہ آئے تھے ۔ اپنے ساتھ قلعہ کی سیر کے لیے لے گئے جو وسط شہر میں واقع ہے اور ایک مصنوعی پہاڑی پر جس کے اطراف گہری خندق بنائی گئی ہے ۔ قلعہ کا صرف ایک راستہ ہے جو تین پیچ در پیچ دروازوں سے ہو کر گزرتا ہے ۔ دروازوں پر شاہی علامت کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں ۔ ایک گنبد ، حمام ، مساجد اور تہہ خانوں کے آثار باقی ہیں ۔ ایک مسجد پر سنہ تعمیر ۵۶۳ھ درج ہے اور دوسری ملک الظاہر نے بنائی تھی ۔ اول الذکر اب تک محفوظ ہے ۔ لیکن اس کا بہترین منقش محراب یورپ کے عجائب خانوں کی زینت بنا ہوا ہے ۔ دوسری جس کا اُونچا مینار باقی ہے بالکل منہدم ہو گئی ہے ۔ (صفحہ ۲۲ تا ۲۴)

www.taemeernews.com

ہوٹل خدیویہ میں میرے ساتھ شیخ عجم عرب کے بدوی قبائل کے ایک بہت بڑے سردار ٹھہرے ہوئے تھے۔ ان کا قبیلہ بنی تغلب کی شاخ ہے۔ مالکی المذہب ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں ان کے ہم قبیلہ شمالی عرب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کا کوئی خاص مستقر نہیں ہے۔ گرمیوں میں شام کے اطراف آجاتے ہیں اور سردیوں میں جنوب میں اُتر جاتے ہیں۔ شیخ گو بدوی قبائل کا سردار ہے لیکن مہذب اور تعلیم یافتہ ہے۔ اپنے حدود میں پورا مختار ہے۔ ہر قسم کے مقدمات کا تصفیہ صرف اس کی زبان کرتی ہے۔ میرے سوال پر کہا، ہم آزاد پیدا ہوئے۔ حر جئیں گے اور حر مریں گے۔ مجھے رخصت کرتے اسٹیشن تک آئے تھے۔

(صفحہ ۲۴ تا ۲۵ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

نجاری کا بے مثل نمونہ

مدرسہ حلویہ دیکھا اور اس کے محراب کی زیارت کی جو لکڑی کا بنا ہوا ہے اور صنعت نجاری کا بے مثل نمونہ ہے۔ یہ محراب بیزنطین کے آثار سے ہے لیکن اس کی تجدید ہوتی رہی ہے۔ ۶۴۳ھ میں سلطان ابوالمظفر یوسف بن ناصر کے زمانہ میں اس کی تجدید ہوئی تھی۔ اس محراب پر سیپ کا کام تھا جو اب باقی نہیں رہا۔ صانع کا نام ابی الحسین محمد ابن الحرانی ہے۔

سلطان عبدالحمید کے زمانہ میں اس مسجد و مدرسہ کی تجدید ہوئی۔ اس مسجد کے اصل بانی مجوس ہیں۔ رومانیوں نے گرجا بنایا اور اب مسجد ہے۔

زمانہ تجدید کی طرف جارہا ہے اور کوئی اس تجدد کو معتدل اور مطابق احکام اسلامی بنانے والا نہیں ہے۔ اس لیے تجدد باعثِ ضرر ہورہا ہے جیسا کہ ترکوں کا ہوا۔

دن کا کھانا دکتور عبدالرحمٰن الکیالی کے ساتھ کھایا۔ شام کے چار بجے حسین بک ابراہیم پاشاہ کے یہاں گیا اور ان کا مکان دیکھا جو دراصل ملک جانبولاد ملک چرکسی کا بنایا ہوا ہے جو سلطان سلیم کا ہم عصر تھا۔ تعمیر قدیم عربی وضع کی ہے۔ مکان چومحلہ ہے۔ خط کوفی اور پرانی چینی کے بہترین نمونے دیکھے۔

شیخ عبدالجلیل الورامدیر اوقاف حلب سے ملاقات دمشق میں شیخ تاج الدین رئیس الوزرہ کے یہاں ہوئی تھی آج ان سے ملنے گیا تھا وہ اپنے ساتھ شیخ مرتونی والی حلب کے یہاں لے گئے

www.taemeernews.com

تعلیم یافتہ اور باخبر جوان آدمی ہیں۔ شام کو بازدید کے لیے ہوٹل آئے تھے اور مجھے اپنے ساتھ اسٹیشن لے گئے۔ اسٹیشن پر دکتور عبدالرحمٰن الکیالی، استاد عبدالجلیل الورا جمیل بک ابراہیم پاشاہ اور بعض اخبار کے ایڈیٹر رخصت کرنے آئے تھے۔ (صفحہ ۲۴ تا ۲۵)

رومی ٹوپی

طربوش (رومی ٹوپی) کے مرکز میں میری طربوش کو ہر جگہ حیرت کی نگاہوں سے دیکھا جارہا ہے۔ میرا لباس بھی تماشہ بنا ہوا ہے۔ آج صبح سے ایک اطالوی جوان کا ساتھ ہوگیا ہے جو ترکی کے کسی علاقے میں رومی ٹوپی کا بیوپار کرتا ہے اور اب استنبول جارہا ہے۔

(صفحہ ۲۷ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

میزبانِ رسولؐ

قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے قرن اولیٰ کی پہلی یادگار یعنی میزبانِ رسولؐ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی زیارت کی۔ جو قسطنطنیہ کے مغربی جانب ایک وسیع احاطہ میں واقع ہے۔ اب یہ پورا حصہ گورستان بن گیا ہے۔ سامنے عظیم الشان مسجد ہے۔ ایک گنبد میزبانِ رسولؐ کی آرام گاہ ہے۔ دروازے حکومت کی طرف سے مقفل ہیں۔ صرف ایک درجہ کے پاس چھوٹا سا روشن دان ہے جہاں سے گنبد کا اندرونی حصہ اور قبر نظر آتی ہے۔ یہیں سے عاشقانِ میزبان رسولؐ شوق دیدار پورا کرتے ہیں اور فاتحہ پڑھتے ہیں۔

(صفحہ ۲۷ تا ۲۸ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

سفید دیوار سیاہ نقوش

مسجد رستم پاشاہ تختہ قلعہ میں واقع ہے۔ یہ شخص سلطان سلیمان کا داماد اور وزیر تھا۔ مسجد ایا صوفیہ کی وضع کی گنبدار ہے۔ اطراف برآمدے ہیں لیکن دیواریں سب چینی کے ٹائل سے پٹی ہوئی ہیں جو سولہویں صدی عیسوی کی ترکی صنعت کی بہترین یادگار ہیں۔ آیاتِ قرآنی بھی مختلف ٹائل جوڑ کر بہترین خط میں بنائی گئی ہیں۔ ٹائل کا نقش بے نظیر ہے مصلیوں کی تعداد روزانہ سوسوا سو بتائی گئی۔ سلطان محمد فاتح کی عالی شان مسجد محلہ فاتح میں واقع ہے جس کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ پہلے یونانی رومانی گرجا تھا جس کو فاتح نے مسجد بنایا۔ اس مسجد کے پیچھے اسی مسجد کا بنانے والا

www.taemeernews.com

ایک چھوٹے سے خوبصورت گنبد میں آرام کر رہا ہے۔ مسجد کی سفید دیواروں پر سیاہ نقوش ہیں۔ اس لیے انگریز اس کو بلاک اینڈ وائٹ ماسک (BLACK & WHITE MOSQUE) کہتے ہیں۔ ایک گوشہ میں ایک ملا صاحب بیٹھے بچوں کو قرآن عربی زبان میں پڑھا رہے تھے۔ مگر ہمارے یہاں کے اکثر مدرسین کی طرح عربی زبان نہیں جانتے تھے۔ برآمدہ اور خانقاہ کے حصے خراب ہو رہے ہیں۔ مسجد کی دوسری جانب فاتح کا بنایا ہوا بڑا مدرسہ ہے جو اب صرف اقامت خانہ رہ گیا ہے اور طلباء مدرسہ الفنون میں تعلیم پاتے ہیں جہاں الٰہیات کا بھی ایک شعبہ ہے۔

(صفحہ ۲۹)

سور کا گوشت

دوپہر کے کھانے میں راشد نامی ترک بیرا نے سور کا گوشت پیش کیا۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا تو مسلمان ہے تو کہا الحمدللہ اور جب میں نے اس کو ڈانٹا تو کہا کہ بعض مسلمان یہاں کھاتے ہیں اس لیے میں نے پیش کیا۔ (صفحہ ۲۷ سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

قرآن مجید کے نادر نمونے

سلطان بیگم کی مسجد سمندر کے کنارے نہایت خوش منظر مقام پر واقع ہے۔ مسجد میں بیرونی صحن، فوارہ اور احاطہ کے علاوہ یہ خصوصیت رکھی گئی ہے کہ صرف ایک وسیع گنبد کسی ستون کے بغیر صرف دیواروں کے سہارے کھڑا ہے۔ اسی مسجد کے عقب میں سلطان سلیم اور سلطان مجید اول کی قبور ہیں۔

رومی کولے (سات برج) یہ وہ مقام ہے جو سلاطین بیزنطیہ نے شہر قسطنطنیہ میں داخلہ کے لیے ایک کمان یا دروازہ طریقہ پر بنایا تھا۔ (۱۷۰۰) برس قبل کی یہ عمارت قریب الانہدام، لیکن اب تک باقی ہے۔ اس کے تین برج تھے۔ سلاطین ترکیہ نے ۴ برج کا اضافہ کیا اور اس کو باقی تینوں جانب سے گھیر کر سیاسی مجرمین کے لیے قید خانہ بنا دیا۔ ہر برج میں کئی کمرے ہیں جس میں قیدی رکھے جاتے تھے۔ اب یہ جگہ ویران ہے۔ ایک برج میں وہ جگہ دکھائی گئی جہاں قیدیوں کو قتل کر کے ایک بے تھاہ کنویں میں ڈال دیا جاتا تھا۔

بعد طعام تین بجے اوقاف اسلامیہ (آثار اسلامیہ) کے مستحف کی زیارت کی۔ ایک کمرہ

www.taemeernews.com

میں قرآن شریف کے ایسے نادرالوجود نمونے جمع ہیں جن کی زیارت کے بعد میں اپنی آنکھوں پر فخر کرنے لگا۔ شاہنامہ، مثنوی مولانائے روم، بوستان، کیمیائے سعادت وغیرہ کے بعض بیش بہا نسخے دیکھے۔ خط نستعلیق قرآن شریف رکھنے کے منقش سیسہ کے کام کے صندوق اور اصلی خطاطی کے بعض بہترین نمونے۔ وہ چار قرآن بھی دیکھے جن کی نسبت مشہور ہے کہ ان میں سے ہر ایک خلفائے راشدہ کے قلم کا تحریر کیا ہوا ہے۔ رسم الخط وہی ہے جس میں رسولؐ کے مکتوب تحریر کیے گئے تھے۔ یہ قرآن اُونٹ کے چمڑے پر لکھے ہوئے ہیں اور شیشہ کی الماری میں بند ہیں۔

ایک اور کمرے میں سلاطین سلف کے لباس اور ان کے استعمال کی مرصع کار چیزیں رکھی ہیں جس میں قابل ذکر جہاد کا لباس ہے جس پر قرآن لکھا ہوا ہے۔

حضرت رسالت مآب کے موئے مبارک ایک مرصع شیشی میں محفوظ ہیں۔ تیسرے کمرے میں اور چیزوں کے ساتھ روضۂ رسولؐ کی قدیم جالی محفوظ ہے۔ اسی طرح خانۂ کعبہ کی کنجی، مرصع شمع دان، قدیم قالین، منقش گلاب پاش، طلائی سیلا بچی، آفتابے۔ یہ مصحف حقیقت میں سلطان سلیمان کی عظیم الشان مسجد کے حوالی میں واقع ہے۔ اس مسجد کے اطراف میں سولہویں صدی عیسوی میں ایک مہتم بالشان مدرسہ تھا جس کی عمارتیں اب تک باقی ہیں۔

جامع سلطان سلیمان کا استنبول کی دو تین بڑی مساجد میں شمار ہے۔ سامنے وسیع صحن اس کے اطراف کشادہ برآمدے ہیں۔ وسط صحن میں حوض ہے۔ مسجد ترکی وضع کی ہے درمیانی گنبد بہت بڑا اور بعض کا خیال ہے کہ اطراف کے گنبد چھوٹے چار ستون بہت ہیں جو مصر سے لائے گئے ہیں۔ اس مسجد میں جانبِ قبلہ جو کھڑکیاں لگی ہیں مسجد اقصیٰ کی کھڑکیوں سے مشابہ ہیں اور رنگ برنگ کے شیشوں کی ترتیب کے لحاظ سے قابل دید ہیں۔ اس وسیع مسجد کے وسط میں صرف دو ضعیف اور ایک گوشہ میں ایک بوڑھی عورت مصروف عبادت نظر آئی۔ مسجد کے اطراف برآمدے اور عقب میں بانی مسجد کا مزار اور قبرستان کے اطراف کشادہ صحن ہے۔ چار بلند مینار ہیں جن میں سے پہلے دو میناروں کی دو دو منزلیں ہیں اور پچھلے دو میناروں کی تین تین، اس طرح چار مینار اور دس منزل مراد یہ ہے کہ سلطان سلیمان سلاطین عثمانیہ میں دسواں اور سلاطین قسطنطنیہ میں چوتھا سلطان تھا۔ اس مسجد سے قریب ہی جامعہ استنبول کے کتب خانہ میں سلاطین ترکیہ اور خصوصاً

www.taemeernews.com

سلطان عبدالحمید خاں کے کتب خانے کے بعض نوادرات دیکھے۔ایک تسبیح دیکھی جو سلاطین عجم نے عبدالحمید ثانی کو دی تھی جس کے ہر دانہ پر اسماء الٰہی سے ایک اسم کندہ ہے۔دانے گو الماس سے مشابہ ہیں مگر الماس نہیں ہے اور کانچ کے معلوم ہوتے ہیں۔سونے کی لاکٹوں میں بہت سے چھوٹے حمائل ہیں جو حرم ہائے سلطانی پہنا کرتی تھیں۔سونے کے پتروں کی دونوں جانب دلائل الخیرات لکھی ہوئی ہیں اور اس پر مرصع کار جلد ہے جن پر زمرد، الماس اور یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔بعض جلدیں ایسی بھی دیکھیں جو موتیوں اور سیپ سے بنائی گئی ہیں۔ریشم پر لکھے ہوئے قرآن شریف بھی دیکھے۔کتابیں یا جواہر ترکوں نے نہیں بیچے۔خزائن اوراق کا ایک حصہ بلغاریہ کو فروخت کیا گیا، اس علم کے بغیر کہ اس میں بعض بیش بہا اور لاقیمت دستاویزات ہیں۔

استنبول کا سب سے بڑا بازار تنگ گلیوں کا ایک سلسلہ پیچ در پیچ ہے جس کو بھول بھلیاں کہا جائے تو بے جا نہیں۔ہر چیز کی فروخت کے لیے الگ الگ حصے قائم کیے گئے ہیں۔قدیم اشیاء ایک طرف فروخت ہوتی ہیں۔بازار میں مسقف اور اتنے وسیع کہ پھرتے پھرتے تھکان محسوس ہونے لگتی ہے۔گلیاں سیدھی اور خوبصورت۔اسی بازار کی ایک جانب ہراج خانے ہیں۔جامع نورعثمان دیکھی جس کی تعمیر کو (۱۵۰) سال گزر چکے ہیں۔محمود اول اور عثمان ثالث نے اس کو بنوایا تھا لیکن یہ استنبول کی جدید مسجد کہلاتی ہے جو ترکی وضع کی بہت بڑی ہے۔میں جس وقت مسجد میں پہنچا تو نماز عصر کا وقت تھا۔ترک وضو کر کے آتے اور ٹوپیوں کو الٹا کر نماز کے لیے کھڑے ہو جاتے تقریباً (۷۵) اشخاص کی جماعت ہوئی۔اس میں جوان بوڑھے سب شامل تھے۔محل دولمہ باغچہ بنا کر وہ سلطان عبدالمجید کے کنارے ایک بلند پہاڑی قہوہ خانہ میں بیٹھ کر خود ایک شیشہ لیمنڈ پیا اور اپنے موٹر ڈرائیور احسان کے لیے ایک شیشہ بیر منگوایا اور اس سے باتیں کیں۔مسلمان ہونے کا دعویدار ہے اور کہتا ہے کہ اگر شراب کا نشہ فتنہ پیدا نہ کرے اور لڑائی جھگڑا نہ ہو بلکہ خفیف سرور رہے تو حرام نہیں ہے۔کمال پاشاہ کا مداح اور سلاطین کا شاکی ہے کہ سلاطین نے سارے ملک کا پیسہ اپنی ضروریات میں صرف کر دیا۔کمال پاشاہ کے پاس صرف ایک موٹر ہے، ایک بیوی رکھتا ہے، دوسری نکاح کو ناجائز سمجھتا ہے حالاں کہ پانچ سال سے کوئی اولاد نہیں ہوئی ہے۔

دولمہ باغچہ کو حیرت سے دیکھ رہا ہوں۔یہ وہی مقام ہے جہاں مغرب کا مرد بیٹھ کر وحدت

www.taemeernews.com

اسلامی کی تجاویز سوچتا تھا۔ نہایت دلکش منظر ہے۔ سامنے تھوڑے فاصلے پر سیدھے جانب بحر مارمورہ اور دوسری جانب باسفورس میں چھوٹے بڑے جہاز کھڑے ہیں سارے استنبول بلکہ ملک ترکیہ میں میرے سوا ترکی ٹوپی والا کوئی نہیں ہے کیوں کہ ان کے لیے یہ ٹوپی ۳ ماہ کے قید کا باعث ہوتی ہے۔ جدھر جاتا ہوں خصوصاً نوعمر لڑکیاں تعجب سے دیکھتی اور دوسروں کو دکھاتی ہیں۔ ٹوپی تو پہلے ہی سے تماشہ بنی ہوئی تھی شیروانی اور پاجامہ اس پر مستزاد ہے۔

موٹر کا کرایہ صبح نو بجے سے شام ۶ بجے تک دس گنی عثمانی اور اتنے ہی وقت کے لیے گائیڈ کی فیس ۶ گنی (ایک گنی عثمانی=ایک روپیہ ۵ آنہ ۴ پائی کلدار) ادا کرنی پڑی۔ ہوٹل سے متصل آج محمد نامی ایک سیلون کے باشندہ کی دوکان دیکھی، نوجوان ہیں اور ہندوستانی سامان بیچتے ہیں۔ اُردو نہیں جانتے، کچھ دیر ان کے پاس بیٹھا رہا۔ انھوں نے توفیق نام کے ایک صاحب سے ملایا جو ہندوستان کا سفر کر چکے ہیں۔ میرے ترجمان بننے پر راضی ہیں۔ عربی، فارسی، کچھ اُردو اور انگریزی جانتے ہیں۔ (صفحہ ۳۰ تا ۳۴ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

جمال الدین افغانی

عبدالرحمٰن ہند بعد توفیق لے بھی آئے تھے۔ دیر تک گفتگو کرتے رہے۔ اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے :

۱) ترکی میں افلاس روز افزوں ہے، ترکوں کی بہت بڑی تعداد نانِ شبینہ کی محتاج ہے۔

۲) ترکوں کی اکثریت موجودہ حکومت کو ناپسند کرتی ہے۔

۳) لاطینی حروف کے اجراء کے بعد سے اب تک کوئی علمی فنی کتاب درسی کتب کے سوا ترکی زبان میں طبع نہیں ہوئی۔

محی الدین بک والی گورنر (قسطنطنیہ) سے بھی ملاقات کی۔ توفیق بک ساتھ تھے۔ بہت اخلاق سے ملے۔ رسمی گفتگو کے بعد خود ہی اسلامیت کا تذکرہ چھیڑا۔ کہنے لگے یورپ ہماری تہذیب اور لباس کی وجہ سے ہم کو حقارت کی نظر سے دیکھتا تھا اس لیے ہم نے اس کی تہذیب اختیار کر لی۔ اب اس میں اور ہم میں کوئی فرق نہیں۔ ہم دل سے مسلمان ہیں اور ہم اپنی اولاد کی تربیت بھی اسلامی طریقہ پر کریں گے۔

www.taemeernews.com

ترکی قبرستان کی عجیب کیفیت ہے۔ ہر قبر پر دو بڑے بڑے پتھر نصب ہیں۔ ان پتھروں پر مرحوم کا نام اور واقعات حیات درج ہیں۔ اگر مرد ہے تو جس قسم کی ٹوپی یا عمامہ باندھا کرتا تھا اس کا نقش قبر پر بنا ہوا ہے۔ جدید قبروں پر نام لاطینی زبان میں کندہ ہیں اور بعض پر تصویریں آویزاں ہیں۔ جمال الدین افغانی کی قبر (بشکتاش ماچکا) کی بھی زیارت کی جسے چارلس کرائن نامی ایک امریکن سیاح نے ۱۹۲۶ء میں تعمیر کرائی ہے۔ مزایک کا کام بھی ہے۔ منبر ومحراب کا اضافہ کرکے اس کو مسجد بنالیا گیا ہے۔ یہاں ایک ترکی عالم ایک عربی کتاب سامنے رکھے ترکی زبان میں وعظ کررہے تھے۔ سامعین میں چند بوڑھے، چند عورتیں اور ایک دو جوان تھے۔

محراب کے بائیں جانب منبر کے مقابلہ میں بادشاہ کے لیے ایک جگہ ذرا بلندی پر نماز کے لیے محفوظ کی گئی ہے جو ترکوں کی تعمیر ہے۔ مضبوط آہنی دروازوں سے داخل ہوتے ہیں۔ دونوں طرف دو پتھر کی بہت بڑی صراحیاں رکھی ہیں جو دراصل چشمے ہیں جس میں ٹونٹیاں لگادی ہیں۔ یہاں مصلی وضو کرسکتے ہیں۔ سیدھی جانب ایک دارالمطالعہ اور اس سے متصل ایک کتب خانہ ہے جس میں ایک لاکھ سے زیادہ دینی کتابیں جمع ہیں۔ فہرست موجود ہے۔ ایک ستون پر منبر سے مغربی جانب سلطان محمد فاتح کے خون آلود پنجے کا (سفید) نشان دکھایا گیا ہے جو سطح زمین سے تقریباً پانچ گز بلند ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے گھوڑا اُڑا کر یہ نشان کیا تھا۔ مقابل کے ستون پر گھوڑے کی ٹاپ کا نشان بھی ہے۔ میں اس کو زیب داستان تصور کرتا ہوں۔ مسجد کے اطراف وسیع احاطہ ہے۔ عمارت بہت مضبوط اور اس کے مینار غلط کے پل سے نظر آتے ہیں۔

اس سے بہت قریب مارمورہ کے ساحل پر مختصر اور خوش نما باغ ہے جس کو گل خانہ باغیچہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے ایک بلند مقام پر رومیوں کے زمانے کے کچھ آثار پائے گئے۔

(صفحہ ۳۵ تا ۳۷ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

پتھر کی صراحیاں

مسجد والدہ سلطان (نئی جامع) دیکھی۔ دیواروں پر چینی کا کام ہے۔ خوبصورت دریچے اور وسیع احاطہ ہے۔ بیان کیا گیا ہے کہ وسط شہر میں واقع ہونے کی وجہ سے ہر وقت مصلیوں سے معمور رہتی ہے۔

www.taemeernews.com

جامع، زمین دوز مسجد بہت قدیم اور وسیع عمارت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رومیوں نے کسی فوجی ضرورت کے لیے بنائی تھی۔ بعد میں اس کو مسجد کی شکل دے دی گئی اور ایک محراب و منبر قائم کر دیا گیا، غلط میں واقع ہے۔ بیان کیا گیا کہ اس مسجد میں حضرت سفیان بن عینیہؒ، عمرو ابن العاصؓ ایک اور صحابی مدفون ہیں لیکن مجھے باور نہ آیا۔

سلطان احمد کی عالی شان مسجد دیکھی۔ وسیع احاطہ اور اس میں چاروں طرف وسیع برآمدے ہیں اور اندر کشادہ صحن ہے، بیچ میں خوبصورت فوارہ ہے۔ دروازہ بہت شاندار ہے۔ بیزنطینی وضع کی وسیع عالی شان مسجد ہے۔ قبلہ کی جانب والی کھڑکیوں سے سمندر کا فرحت بخش منظر نظر آتا ہے۔ اس مسجد کے سامنے ایک مختصر سا پارک ہے جس میں رومی عہد کے تین بڑے ستون کھڑے ہیں۔ ایک ستون پتھر کا ہے جس پر ہیروگلافک خط میں کچھ لکھا ہے۔ دوسرا بہت بلند ہے لیکن اس کی بندش چونے اور پتھر کی ہے۔ تیسرا ستون پرنجی یا آہنی ہے۔ قریب ہی میں وہ فوارہ ہے جو جرمنی کے قیصر ولیم نے ترکوں کی محبت کی یادگار میں بنوایا تھا۔

کچھ آگے استنبول کی وہ عظیم الشان مسجد واقع ہے جس کے انداز پر بعد میں تمام مسجدیں تعمیر ہوئی ہیں۔ جو بیزنطینیوں کے فن تعمیر کی یادگار ہے جس پر صرف میناروں کا اضافہ کر کے ترکوں نے بعد میں اسی نمونہ پر سب کی سب مسجدیں بنائیں یعنی مسجد ایا صوفیا پر جس پر کئی سال تک کئی ہزار مزدوروں نے بنایا۔ (صفحہ ۳۵ تا ۳۷ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

زمین دوز عظیم الشان حوض

میسرے تان سرائے یا باسی لیکا لسٹرن دیکھا۔ ایک زمین دوز عظیم الشان حوض، جس کی چھت ۳۳۶ پتھر کے عظیم الشان ستونوں پر کھڑی ہے اور جس کا رقبہ ۴۶۲/۲۳۱ فٹ ہے۔ رومی شہنشاہوں نے محاصرہ کے زمانہ میں پانی محفوظ رکھنے کے لیے تعمیر کیا تھا۔ اندر ایک چھوٹی کشتی پڑی ہے جس میں بیٹھ کر پھر سکتے ہیں۔ حوض برقی روشنی سے منور ہے۔

ایک چھوٹے سے ترکی ہوٹل میں کھانا کھایا۔ پھر مستحف عسکری کا معائنہ کیا۔ توب کالو سرائے کے بالمقابل ایک قدیم رومانی گرجے میں جس کی قدامت اس کے ایک ایک کونے سے ظاہر ہے اور جس پر اب تک رومی تحریریں موجود ہیں۔ ترکی عسکری نمائش گاہ قائم کی گئی ہے۔ مختلف

www.taemeernews.com

قوموں، ایرانیوں، بلغاریوں، رومانیوں، آسٹریلین، جرمنوں، فرانسیسیوں اور انگریزوں سے گزشتہ چھ سو سال کے عرصہ میں ترکوں نے جو ہتھیار چھینے اس کے نمونے سلیقے سے جمائے گئے ہیں۔ جگہ جگہ مشہور ترکی لڑائیوں کی تصویریں لگی ہیں اور خصوصاً ترکی کے مشہور جرنلوں اور سپاہیوں کی تصویریں ان کے لباس و اسلحہ کے ساتھ محفوظ رکھی گئی ہیں۔ سلطان محمد فاتح اور سکندر اعظم کے اسلحے بھی محفوظ ہیں۔ وہ زنجیر جو پندرھویں صدی میں مسلمانوں کے سیل رواں کو روکنے کے لیے غلط سے توب کاتو بک سمندر میں گولڈن ہارن کی حفاظت کے لیے رومیوں نے باندھی تھی اور وہ جھنڈا جو سمرنا سے یونانیوں کے اخراج کے وقت مصطفیٰ کمال کے ساتھ تھا، زمانۂ قدیم و عہدِ جدید کی بہترین یادگاریں ہیں۔ ینی چری جو سولہویں اور سترھویں صدی میں ترکوں کی مشہور فوج تھی اس کے لباس کو ظاہر کرنے کے لیے کئی مجسمے بنا کر رکھے گئے ہیں۔ ان کی بڑی بڑی پگڑیوں کو دیکھ کر مغربی خواتین ہنس رہی تھیں اور منہ چڑا رہی تھیں۔ میں نے بگڑ کر کہا، ان ہی بھونڈی صورت والوں کے نام سے تمہارے اجداد رعشہ براندام ہو جاتے تھے۔ یہ سن کر جھینپ گئیں۔ اسی دن توب کالو سرائے میں جو سلطان عبدالعزیز کے زمانے تک سلاطین ترکیہ کی قیام گاہ تھی، سلاطین کی نشست گاہیں، ان کی بیٹھک، دربار ہال، سفراء سے ملنے کا کمرہ، ساحل سمندر والی سیر گاہ، رمضان میں افطار کے وقت بیٹھنے کا چبوترہ، (بغداد سرائے) محلات بیگموں کے کھانے سونے اور بیٹھنے کے کمرے، حمام اور سنگھار خانے دیکھے۔ خواجہ سراؤں کے بیٹھنے کی جگہ دیکھی۔ ایک وسیع کمرے میں شاہی ہتھیار سلیقہ سے ترتیب دیئے گئے ہیں (کئی کمروں میں شاہی محلات کی قدیم چینی جو ایک خزانے سے کم قیمت نہیں رکھی محفوظ ہے)

ایک اور کمرے میں شاہ اسماعیل صفوی کا وہ تخت رکھا گیا ہے جو ہندوستان سے ایران اور ایران سے ترکستان لایا گیا تھا۔ تخت پر جو تختی لگی ہے اس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

(صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

''صنعت ہند عجیب صنعت است''

مرمریں صندوق اور لاشیں

چاندی پر میناکاری، اس میں موتیوں کے حلقے اور ہر حلقے کے درمیان یاقوت یا زمرد

www.taemeernews.com

جڑے ہوئے ہیں جو نہیان بنی ہیں اس پر سب یاقوت جڑے ہیں۔ گدے ٹکے ہیں پاؤں رکھنے چوکی بھی ایسی ہی بنی ہے۔ سلاطین ترک کا ایک تخت بھی دوسرے کمرے میں ہے۔ جو سونے کے پتر سے پٹا ہوا اور کہیں کہیں اس میں قیمتی پتھر جڑے ہیں۔ سلاطین سلف کے لباس اور دستار وطرہ کو ظاہر کرنے کے لیے متعدد مجسمے کھڑے کیے گئے ہیں۔ جس سے دستار میں تبدیلی کے مدارج معلوم ہوتے ہیں۔ سلاطین کی چھڑیاں، گھڑیاں، فرش، قلمدان، آئینے، بچوں کے جھولے، لباس اور اسی قسم کی سینکڑوں چیزیں جو جواہرات اور موتیوں سے پٹی ہوئی ہیں کمروں میں سلیقے سے جمائی گئی ہیں۔ ہر شخص ایک لیرا عثمانی دے کر ان سب چیزوں کا نظارہ کرسکتا ہے۔

عجائب خانہ عتیق کی سیر کی۔ رومیوں کی بت تراشی کے اچھے نمونے جمع ہیں، خصوصاً وہ مرمریں صندوق جن میں ان کی نعشیں محفوظ ہیں۔ ایک دو کمروں میں شاہی محلات کی چینی کے لاجواب نمونے بھی ہیں۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سکندر اعظم کی نعش کا صندوق بھی یہیں ہے۔ اسی عجائب خانہ کے دوسرے حصہ میں ترکی سلاطین کے آثار ہیں۔ مساجد قدیم کے بعض منبر، ترکی مصنوعی چینی، قالین، تانبے اور پیتل کے برتن دروازے وغیرہ وغیرہ۔

(صفحہ ۴۰ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

کہروبا کی تسبیح

۷/ربیع الاول ۱۳۵۰ھ م ۲۳/ جولائی ۱۹۳۱ء پنجشنبہ حسین بدرالدین کے ہاں دعوت تھی۔ ایشیا کی جانب باسفورس کی دوسری طرف ''کسکلی'' نامی ایک پرفضا مقام پر چھوٹے سے بنگلے میں رہتے ہیں۔ سلطان عبدالحمید کے مقرب تھے اور ''بالا'' کے درجے پر ممتاز، جو بادشاہ سے بھی بڑا ہوتا ہے۔ ساری عمر شادی نہیں کی۔ موجودہ حکومت سے بہت خائف ہیں۔ کسی سیاسی معاملہ میں گفتگو کرنا اور سننا گوارہ نہیں کرتے۔ مجھے ایک کہروبائی تسبیح تحفۃً دی۔ ان کے گھر کے عقبی حصے میں ایک بلند پہاڑ ''چملی حا'' واقع ہے۔ کھانے کے بعد پہاڑ چڑھ کر اطراف عجیب وغریب مناظر دیکھے جو صرف قسطنطنیہ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (صفحہ ۴۲)

ہم مسلمان ہیں

فلوریا گئے۔ استنبول کے جنوب مغربی جانب ایک ساحلی پرفضا موضع ہے۔ ساحل سمندر

www.taemeernews.com

بہت بڑا اور اچھا۔ آج جمعہ کا دن تھا۔ لوکل ٹرین میں بھر بھر کر لوگ نہانے کے لیے آرہے تھے۔ غیر اقوام نے ترکوں کو اپنی بداخلاقی سے متاثر کرنے کی جو صورتیں پیدا کی ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے۔ یہودی، ارمنی، یونانی، روسی، اطالوی عورت مرد تقریباً عریاں ایک دوسرے سے بے حیائی کے ساتھ چمٹتے، کھیلتے اور لیٹتے تھے۔ سمندر میں نہاتے اور ریت میں آکر خوب لوٹتے۔ اس میں ترک مرد تو کم شامل تھے لیکن عورتیں ہرگز نہ تھیں۔ اگر کوئی اپنے ساتھ کسی عورت کو لایا بھی تو وہ دور سے کھڑی شرماتی نگاہوں سے ان حرکتوں کو دیکھتی تھی۔ سمندر کے کنارے کئی ہوٹل اور کرایہ کے چھوٹے چھوٹے کمرے نہانے والوں کی استراحت کے لیے بنے ہیں۔ کچھ فاصلہ پر ایک چشمہ کے کنارے بلند درختوں کا ایک سایہ دار کنج ہے۔ اکثر ترک خاندان اجنبیوں سے ملے جلے یہاں سجادوں پر بیٹھے ہوا خوری کر رہے تھے۔ بعض جھولوں پر جھول رہے تھے۔ ریلوے اسٹیشن یہاں سے بہت قریب ہے۔ تقریباً ہر گھنٹہ کے فصل سے گاڑی چلتی ہے یہاں سے ہم ''سان سیقانو'' نامی ایک مقام پر آئے جس کو ایک ترکی روسی معاہدہ کا مقام ہونے کی وجہ سے تاریخی اہمیت حاصل ہے۔ پرفضا اور خوش منظر مقام ہے۔ یہاں اکثر مردانی اور یونانی رہتے ہیں۔ ترکوں کی کوٹھیاں بھی ہیں۔ عباس صاحب بھی اپنے دیسی لباس میں تھے۔ ہمارا لباس بہت تعجب سے دیکھا گیا۔ ایک چھوٹی کردی لڑکی نے ہم کو عرب سمجھ کر بڑی شوخی سے مخاطب کیا۔ رات کو ''توپ کاہو'' والے قہوہ خانے میں گانا سنا۔ ایک ترکی خاندان ہمارے ساتھ بیٹھا تھا۔ میں نے لڑکی سے سوال کیا، کیا تم مسلمان ہو؟ جواب اثبات میں ملا۔ جب وہ جانے لگے تو ایک لڑکی نے کہا استنبول چل نکلا ہے۔ اس کے ظاہر پر قیاس نہ کرو ہم مسلمان ہیں۔

(صفحہ ۴۲، ۴۳ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

مسجد بایزید

قصر یلاز کی عبدالحمیدی مسجد دیکھی۔ چھوٹی مگر خوبصورت ہے۔ اس وقت بند تھی۔ باہر سے دیکھی۔ ۱۳۰۳ھ میں بنی ہے۔

قصر یلاز کے اطراف چکر لگائے۔ دیکھنے کی اجازت نہ ملی۔

محمود خاں کی بنائی ہوئی مسجد دیکھی جو ۱۲۴۱ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔ وہی بیزنطینی وضع، مینار

www.taemeernews.com

خوبصورت لیکن حفاظت کا انتظام نہیں ہے۔ جگہ جگہ منہدم ہوگئی ہے۔ ترکی میں چینی کے کارخانے بہت قدیم ہیں۔ ہر قسم کی ٹائیل اور گلدان وغیرہ تیار ہوتے ہیں، ٹائیل میں نہایت خوش خط آیات وغیرہ لکھے جاتے ہیں اور نقش کیا جاتا ہے۔ لوز عثمانیہ مسجد سے متصل اس کا ایک کارخانہ دیکھا۔

بڑے مسقف بازار سے تسبیح اور دوسرے تحائف خریدے۔

دارالفنون کے سامنے بایزید کی مسجد دیکھی۔ ظہر کا وقت تھا، نماز ہو رہی تھی۔ نمازیوں کی تعداد کافی تھی۔ والدہ عبدالعزیز خاں کی خوبصورت چھوٹی سی مسجد (اق سرائے) دیکھی۔ نہایت دیدہ زیب، خوبصورت، اندرونی حصہ میں نقاشی کا بہترین کام ہے۔ مسجد محراب، منبر بھی بہت خوبصورت ہیں۔ سگریٹ سازی کا بہت مشہور کارخانہ دیکھا جہاں کئی طرح کے سگریٹ تیار ہوتے ہیں جن کے لیے ترکی تمباکو اور یورپی کاغذ استعمال کیا جاتا ہے۔ صرف مشینری پر مرد ہیں، باقی سب کام عورتیں کرتی ہیں۔ کئی سو عورتوں کو مشغول پایا۔ غازی کمال پاشاہ کے لیے بطور خاص سگریٹ تیار ہوتے ہیں جو اوروں کے ہاتھ فروخت نہیں کیے جاتے۔ یہاں کے کارخانوں، بنکوں اور دکانوں میں ترکی عورتیں مردوں کے دوش بہ دوش آزادی کے ساتھ کام کرتی ہیں۔

(صفحہ ۴۴، ۴۵ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

عجائب خانہ

آج استنبول کے بحری عجائب خانہ کے معائنہ کے لیے گیا۔ سمندر کے کنارے ایک وسیع عمارت میں جہاں پہلے وزارت بحری کا دفتر تھا عجائب خانہ قائم کیا جا رہا ہے۔ ابھی تو سامان کی ترتیب کا کام جاری ہے۔ عوام کے لیے کھولا نہیں گیا لیکن میری اطلاع پر کمانڈر فواد بے نے بہ کمال اخلاق بلایا اور قہوہ سے تواضع کی اور جو چیزیں باہر رکھی تھیں دکھائیں۔ کیوں کہ کمرے بند ہیں اور ان کی کنجیاں وزارت بحری کے دفتر میں محفوظ ہیں۔ قدیم کشتیوں کے مکمل نمونے، قدیم ترکی کشتیوں کے ناموں کے لیبل، جہازوں کے لنگر اور اس قسم کی دوسری چیزیں باہر رکھی ہوئی تھیں۔ وہ مقام دیکھا جہاں بحر مارمورا میں ایک نہر ''آب شیریں'' آکر ملی ہے اور گولڈن ہارن کا آخری حصہ ہے۔ یہاں سلاطین قدیم کی ایک عالی شان کوٹھی اور وسیع باغ بھی ہے۔

(صفحہ ۴۶ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

www.taemeernews.com

مینار روشن محراب غائب

مغرب کے قریب ایک نہایت خوش منظر قہوہ خانہ میں چائے پی۔ عین مغرب کے وقت توپوں کی گرج سنائی دینے لگی۔ معلوم ہوا کہ آج ربیع المنور کی بارھویں رات ہے۔ میلاد النبی کی یاد میں سلامی دی گئی ہے۔ پھر دیکھا کہ تمام مساجد کے مینار روشن کر دیئے گئے ہیں۔ خیال ہوا کہ یقیناً مساجد میں چہل پہل ہوگی۔ مسجد اباصوفیہ میں میں گیا کہ مغرب کی نماز وہیں ادا کروں۔ مگر یہ دیکھ کر سخت تکلیف ہوئی کہ مینار تو روشن ہیں لیکن اس عظیم الشان مسجد کے دروازے کے قریب دو تین قمقمے روشن ہیں اور خود محراب و منبر کے پاس تاریکی ہے۔ ایک خدا کا بندہ کسی گوشہ میں بیٹھا ہوا ترتیل سے قرآن پاک تلاوت کر رہا تھا۔ ایک بڑھیا اور دو تین غریب ترک نماز پڑھ رہے تھے۔ مغرب کی جماعت ہو چکی تھی۔ ہم نے یہاں مغرب پڑھی، پھر مسجد سلطان احمد کا راستہ لیا۔ اس کے صرف دو تین میناروں پر روشنی تھی لیکن دروازہ بند تھا۔ ایک اور مسجد میں جو عورتوں کی مسجد کہلاتی ہے نماز عشاء پڑھی۔ ایک ترکی قہوہ خانہ میں کھانا کھایا اور گیارہ بجے ہوٹل لوٹا۔ میرے کمرے کی ایک کھڑکی گولڈن ہارن کی طرف کھلتی ہے۔ اس میں سے سلطان محمد فاتح، سلطان سلیمان کی مسجد کی روشنی کا منظر بہت پرلطف تھا۔ اتفاق سے کل کی تاریخ ترکوں کے حاکمیت ملیہ کے اعلان کی تاریخ تھی۔ یہ تاریخ عیسوی حساب سے ۲۸/ جولائی ہے۔ اس سال عید میلاد کے ساتھ واقع ہوگئی۔ یہ وہ دن ہے جب کہ سلطان حمید الدین کے انتقال کے بعد ترکوں نے سلطان عبدالمجید (موجودہ معزول سلطان) کو صرف خلیفہ کی حیثیت سے تخت پر بٹھایا اور سلطان کے سارے اختیارات سلب کر کے مجلس ملیہ کے حوالے کر دیئے تھے اور ملت کی حاکمیت (خودمختاری) کا اعلان کیا تھا۔ اسی تقریب میں آج رات کو تمام سرکاری دفاتر، بینک وغیرہ پر روشنی کی گئی تھی اور ہر ترک کے اپنے مکان پر حسب استطاعت بڑی اور چھوٹی سرخ ہلالی جھنڈیاں لہرا رہی تھیں۔

شب برأت، شب معراج وغیرہ جیسی مقدس راتوں کو ترک ''قندیل کی راتیں'' کہتے ہیں۔ میں نے امتحاناً چند ترک نوجوانوں اور لڑکوں سے مساجد پر روشنی کی وجہ پوچھی تو جواب ملا کہ آج قندیل کی رات ہے۔ (صفحہ ۴۶تا۴۷)

www.taemeernews.com

غیرت مند ترکوں کی اولاد

کل مسجد ابا صوفیہ سے ہم نکلنے لگے تو چند چھوٹے بچوں کو میں نے دیکھا کہ مجھے دیکھ کر حیرت اور خوف کے مشترک جذبات کے ساتھ بھاگ جاتے ہیں۔ جب میں باہر آیا تو ایک چھوٹی لڑکی کو میں نے چند ہیاسٹر دینے چاہے۔ لڑکی گو پانچ چھ برس کی تھی لیکن کسی شریف اور غیور ترک کی اولاد معلوم ہوتی تھی، اس نے پیسے لینے سے انکار کر دیا اور صاف الفاظ میں کہا کہ میں مانگنے والوں میں نہیں ہوں۔ جب میں نے از راہِ محبت اس کو پیسے لینے پر مجبور کیا تو رو پڑی اور کہنے لگی۔ ''اے چاچا تو نے مجھے ذلیل سمجھا۔ میں صرف نماز پڑھنے آئی تھی، میں مانگنے والی نہیں ہوں''۔ میں اس واقعہ سے دیر تک متاثر رہا۔ (صفحہ ۴۸)

بروسہ

بروسہ کو رومی شہنشاہ نے آباد کیا تھا۔ گیارھویں صدی عیسوی میں عثمان خاں اول بانی خاندان عثمانیہ نے فتح کی۔ بارھویں صدی میں پھر رومی اس پر قابض ہو گئے۔ تیرھویں صدی میں پھر ترکوں نے لے لیا جو اب تک ان کے ہی قبضہ میں ہے۔ چودھویں صدی میں قسطنطنیہ فتح کر کے محمد فاتح نے استنبول کو دارالسلطنت قرار دیا۔ بروسہ نیچی اُونچی فضا و خوش منظر پہاڑیوں پر آباد ہے۔ راستے ناہموار ہیں۔ اب ان کی تعمیر ہو رہی ہے۔ ریشم کی پیداوار کے لیے مشہور ہے. یہاں کے قدرتی چشمے بہت مشہور ہیں۔ بعد امتحان ڈاکٹروں نے اکثر بیماریوں کے لیے مفید بتایا ہے۔ میں نے بھی امتحاناً ایک حمام میں آج علاجی عمل کیا جو وجع مفاصل کے علاج کے لیے مشہور ہے۔ (۸۰) درجہ گرم پانی میں جو وسیع حمام کے کئی چھوٹے چھوٹے حوضوں میں بھرا رہتا ہے سر اُونچا رکھ کر (۲۰) منٹ تک بیٹھے رہیں۔ اس قدر پسینہ نکلا کہ میں اسی میں نہا گیا اور حوض سے نکلنے کے بعد نشہ کی سی کیفیت طاری ہوئی۔ قدم زمین پر نہ ٹکتے تھے۔ دیر تک اُوڑھے بیٹھا رہا۔

(صفحہ ۴۹ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

سبز مسجد

عجائب خانہ کی سیر کی۔ ایک قدیم مدرسہ میں روسیوں، یونانیوں اور ترکوں کے آثار خطاطی، سلطان مراد کا عمامہ، عام اور خاص استعمال کے عمامے محفوظ کیے گئے ہیں۔ امیر سلطان

www.taemeernews.com

یعنی سلطان سلیم فاتح مصر کی مسجد اور مقبرہ دیکھا۔ مسجد بہت خوبصورت ہے۔ صحن اور حوض مختصر لیکن دیدہ زیب ہیں۔ محراب ان دو تین محرابوں میں سے ایک ہے جن کی دُنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ خطاطی کے بعض لاجواب نمونے دیکھے۔ مقبرہ مقفل ہے۔ باہر ہی سے فاتحہ پڑھی۔

سبز مسجد (بمثل جامع) کی زیارت کی جو سلطان محمد علی کی بنائی ہوئی ہے۔ سنگ مرمر کا بنا ہوا پیش دالان محرابی وضع کا عالی شان مرمر میں دروازہ جس کے اطراف خطِ کوفی ونسق میں دوہری تحریریں منقوش ہیں، جن سے نقاشی کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔ مسجد نہایت خوبصورت ہے اور اس کے اندر دیدہ زیب حوض بنا ہوا ہے۔ مسجد میں سبز چینی کا کام ہے اس لیے اس کو سبز مسجد کہتے ہیں۔ سبز چینی کا بے نظیر محراب ہے۔ یہاں کے مینار اُونچے اور شاندار تو ہیں لیکن سلطان احمد یا سلطان سلیمان کی استنبول والی مساجد کے میناروں والی بات نہیں ہے البتہ محراب سب عمدہ ہیں۔

اس مسجد کے عقب میں اس کے بانی سلطان محمد حلبی ابن بایزید ابن بامراد کی قبر پر عالی شان گنبد تعمیر کیا گیا ہے۔ گنبد پر بھی سبز چینی کا کام ہے۔ دروازہ پر اور اس کے اندر خوبصورت محراب بنے ہیں۔ سلطان کے پائیں اس کی بیوی اور تین لڑکیوں کی قبور ہیں۔ اس کی سیدھی جانب اس کے دو بیٹوں محمود اور مصطفیٰ کی ہیں اور بائیں جانب اس کے بیٹے یوسف کی قبر ہے۔

ریشم نکالنے اور اس سے کپڑا تیار کرنے کا کارخانہ دیکھا۔ اس کا نام ''ترک جاپان ویونگ فیکٹری'' ہے کیوں کہ بعض جاپانی اس کے حصہ دار ہیں۔ بہت اچھا کپڑا بنایا اور رنگا جاتا ہے۔ یہاں کی بڑی مسجد (علو جامع) دیکھی۔ نہایت شاندار مسجد ہے۔ محراب بہت اچھا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ پورا محراب سونے کا بنا ہے۔ محراب کے اطراف بے نظیر چینی اور خطاطی کے جو نمونے یہاں دیکھے کہیں نہ دیکھے تھے۔ بروسہ کا چھوٹا سا مسقف بازار دیکھا۔

سلطان عثمان اول بانی خاندان عثمانیہ اور سلطان احمد خاں کے مقبرے دیکھے۔ یہ سب مقفل ہیں۔ موجودہ حکومت شاید یہ چاہتی ہے کہ دُنیا ان سلاطین کو بھول جائے۔ سلطان مراد بن محمد بایزید کی مسجد سادہ اور پرکار ہے۔ البتہ محراب رنگین ہے۔ یہ ۸۰۳ھ میں تعمیر ہوئی ہے۔ بروسہ کی مساجد کا طرز تعمیر بیزنطینی نہیں بلکہ قدیم مشرقی ہے۔ گلبرگہ شریف اور چاپانیر شریف کی مساجد کی طرح ہیں۔ اس مسجد کے قریب ہی ایک گنبد میں سلطان مصطفیٰ ابن سلطان محمد فاتح، سلطان

www.taemeernews.com

عبداللہ بن سلطان بایزید ثانی، سلطان احمد ملی وغیرہ سلاطین کی قبریں ہیں۔ اسی کے بازو ایک اور چھوٹے صاف ستھرے گنبد میں سلطان مراد ثانی کی قبر واقع ہے۔ اس سے متصل ایک کمرہ میں سلطان علاءالدین بن سلطان مراد، سلطان احمد بن سلطان مراد اور کوچک سلطان احمد بن سلطان مراد کی قبریں ہیں۔

گنبدوں کے سامنے کے سایہ بان عموماً لکڑی کے مگر خوش نما ہوتے ہیں۔ ایک اور گنبد میں سلطان احمد بن سلطان بایزید اور سلطان مصطفیٰ بن سلطان سلیمان اور چند شہزادوں کی قبریں ہیں۔ کئی اور گنبد اس کے اطراف پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ حصہ پورے کا پورا شاہی خاندان کا قبرستان ہے۔ بروسہ کے باشندے مغربی طرز معاشرت سے ابھی پوری طرح متاثر نہیں ہوئے ہیں۔ عورتیں باہر نکلتی ہیں لیکن عموماً شرعی پردہ کے ساتھ صرف منہ کھلا رہتا ہے۔ برقعے بھی ٹخنوں تک ہوتے ہیں۔ ریشم کے کارخانوں میں بھی لڑکیاں کام کر رہی تھیں لیکن پورے لباس میں، یہاں تک کہ سر اور گردن تک کساوے بندھے ہوئے تھے۔ مکانات عموماً سفالی ہوتے ہیں۔ جن کی وضع قطع حیدرآبادی سفالی سے مشابہ ہے۔ تین تین منزلہ عمارتیں صرف لکڑی کی ہوتی ہیں۔ دیوار میں بھی چوبی تختوں کی بنائی جاتی ہیں لیکن آتش گیری کا خطرہ اتنا بڑھ گیا ہے کہ اب لکڑی کا استعمال ترک کیا جا رہا ہے اور پتھر کے پختہ مکان تعمیر ہو رہے ہیں۔ آبادی زیادہ تر مسلمانوں کی ہے۔ کچھ یہودی بھی آباد ہیں۔

چار بجے حمام کیا اور پانچ بجے موٹر پر یالوا روانہ ہوا۔ یہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ یہاں خوش فضا سرسبز وادیاں ہیں، کھیتوں سے ترک عورتیں اور مرد کام کر کے گھروں کو پلٹ رہے تھے۔ میرے لباس کو مختلف لوگ مختلف نظر سے دیکھتے ہیں۔ ضعیف العمر مشرقی پسندیدہ نظروں سے مسکراتے ہوئے، ادھیڑ عمر کی عورتیں اور مرد تعجب و حیرت کی نگاہ سے جیسی اجنبی چیز کے لیے ہوا کرتی ہے۔ نوجوان استحقار و تضحیک کی نظر سے، مجھے تعجب اور خوف کے ملے جلے جذبات کے ساتھ، لیکن مرعوب سب ہوئے ہیں۔ جدھر گزر جاتا ہوں یہ یقین کرتے ہیں کہ کوئی بڑا شخص ہے جو زمانے کے رو کے خلاف اپنی روش پر قائم ہے۔ ہر طرف گردنیں جھکتی اور سلام ہوتے ہیں۔

مغرب کے وقت ہم یالوا کے مختصر گاؤں اور بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ یہاں کا ساحل بہت اچھا

www.taemeernews.com

اور وسیع ہے۔اس گاؤں سے تقریباً تھوڑے سے فاصلہ پر وہ خوش فضا اور سرسبز پہاڑیاں واقع ہیں جن کو استنبول کی جنت کہا جائے تو بے جا نہیں ہے۔ ہوا میں خاصی سردی معلوم ہوتی ہے۔اُونچے کئی پہاڑوں پر اب مصطفیٰ کمال پاشاہ کی توجہ سے بنگلے اور ہوٹلیں بننے لگے ہیں۔ یہاں کا ایک چشمہ بھی ہے جس کا پانی مشہور ہے کہ مفید صحت ہے۔

بیزنطینیوں نے اس پر گنبدی قسم کے حمام تیار کروائے تھے جو مرورِ زمانہ سے منہدم ہونے کے قریب تھے۔غازی مصطفیٰ کمال پاشاہ کی توجہ سے اب یہ جگہ آباد ہوتی جارہی ہے۔سڑک یالوا سے یہاں تک پختہ سڑک بن گئی ہے۔جدید ہوٹل قائم ہورہے ہیں۔بیوک رول آرام دہ پرتکلف، سب سے بڑا اور سب سے مہنگا ہوٹل ہے۔ایک دن کے قیام وطعام کا معاوضہ (۱۶) لیرے ترکی یعنی ۲۱ روپے کلدار ہوتا ہے۔رات کو چاندنی میں ان پہاڑیوں پر بڑے لطف سے گزری۔

(صفحہ ۴۹تا۵۰ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

غازی پاشاہ

غازی پاشاہ آج کل یہیں یالوا میں مقیم ہیں۔میرا ارادہ تھا کہ ان سے ملاقات کروں مگر یہاں مجھے جو رہبر ملے وہ بزدل اور کمزور تھے، اس لیے میں اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکا۔ واقعہ دراصل یہ ہے کہ ترک ہندوستانیوں کی طرف سے مشکوک ہیں اور ہر ہندوستانی مسلمان کو انگریزوں کا جاسوس سمجھتے ہیں۔بعض ہندوستانیوں نے کیا بھی ایسا ہی۔مثلاً مصطفیٰ صغیر کا واقعہ ہر شخص کی زبان پر ہے اس لیے وہ یہاں مجھے کسی سے ملاتے گھبراتے ہیں۔

(صفحہ ۵۴ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

عصمت پاشاہ سے ملاقات

9 بجے انگورا پہنچے۔یونانیوں کے زمانے کا قدیم شہر ہے۔ایک پہاڑ پر قدیم گڑھی کے آثار باقی ہیں۔ایک یونانی گرجے کی دیواریں بھی کھڑی ہیں اور اس کے صحن میں جو پتھر جمع ہیں ان کے دیکھنے سے بعض اسوری اور نقشی آثار بھی نظر آئے۔اسی گرجے کے بازو یہاں کی سب سے بڑی اور قدیم مسجد بھی ہے جو ۱۱۲۶ھ میں بنی ہے قدیم آبادی بالکل ہندوستان کے قدیم دیہاتوں سے مشابہ ہے۔کویلو کے پست مکان، تنگ گلیاں، پرانی وضع کا لباس، ٹھگی ہوئی بوڑھی

www.taemeernews.com

عورتیں، قدیم وضع کے تنگ اور گنجان بازار وغیرہ اسی قدیم آبادی کے مشرقی وجنوبی جانب نئی آبادی بسائی جارہی ہے جس کو نین شہر کہتے ہیں۔ اسٹیشن کے آگے چلتے ہی انقرہ پلاس ہوٹل واقع ہے اور اسی میں میرا قیام ہے۔ اس کے بالمقابل پارلیمنٹ کا دومنزلہ کم رو اور مختصر سا مکان ہے۔ آگے چوراہے میں مصطفےٰ کمال پاشاہ کا گھوڑے پر سوار مجسمہ کھڑا ہے اور بائیں جانب ترکی بینک ہے۔ اس کے پیچھے وزارت مالیہ اور وزارت عالیہ کی عمارتیں ہیں۔ مجسمے سے پرانی بستی کی جانب آگے بڑھو تو وزارت عامہ وغیرہ کے دفتر واقع ہیں۔ مجسمے سے سیدھی جانب زراعتی بینک کی عظیم الشان عمارت ہے، اس کے بازو عثمانی بینک (روتومان بینک) کی جدید عمارت بنی ہے۔ آگے ایک بلند ٹیلہ پر ایک عالی شان مکان ہے جس کو میرے گائیڈ نے نوجوان ترکوں کی تفریح گاہ بتایا اور میں نے اس کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ کلب ہے، اس میں ایک تھیٹر بھی۔ آسانی سے پانی حاصل کرنے کی تجاویز زیرغور ہیں۔ یہاں اور استنبول میں لیمنڈ اور سوڈے کی طرح ہر چشمے کا میٹھا پانی لیبل کے ساتھ شیشوں میں محفوظ کر کے فروحت کیا جاتا ہے۔

اسمبلی ہال یا پارلیمنٹ ہاوز سے متصل ایک مختصر پارک بنا ہوا ہے، جہاں تفریح کے لیے ہر روز شام کو لوگ جمع ہوتے ہیں۔ پارلیمنٹ کی عمارت کے ایک برآمدہ میں شام کو بینڈ بجتا ہے اور مغرب تک خوب چہل پہل رہتی ہے۔ ہوٹل سے اسٹیشن کو جو سڑک جاتی ہے وہ بہت خوشنما ہے۔ بعد مغرب اسی پر چہل قدمی کی۔ (صفحہ ۵۶ تا ۵۷)

پارلیمنٹ ہاوز

پارلیمنٹ ہاوز کا معائنہ کیا۔ دروازے میں داخل ہونے کے بعد ایک گیلری ملتی ہے۔ اس سے آگے ایک وسیع ہال ہے جس میں ترکی کی مجلس ملیہ کبیر کا اجلاس ہوتا ہے۔ وزیٹرس گیلری کا ایک حصہ غازی مصطفےٰ کمال کی نشست کے لیے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اُوپر کی منزل میں غازی کی نشست اور وزراء سے مشاورت کے کمرے ہیں اور باقی حصہ دفتری ضروریات کے لیے وقف ہے۔ ایک مختصر عمارت میں عجائب خانہ بھی قائم کیا گیا ہے۔ ایک کمرہ میں امریکی ریڈانڈیز کا لباس، شکار کے آلات اور بعض اور آثار رکھے ہیں۔ دوسرے تین کمروں میں اناطولیہ کے قدیم کاشت کاری کے آلات، یہاں کے قدیم باشندوں کے لباس وغیرہ ہیں اور دو کمرے یہاں کی

www.taemeernews.com

سب سے قدیم قوم ہیئت کے آثار سے بھرے ہوئے ہیں جس کا بڑا حصہ مٹی کے برتن، ہڈی، پتھر یا لوہے کے بعض ہتھیاروں پر مشتمل ہے۔ اس قوم کے متعلق غازی کا خیال ہے کہ دُنیا کی سب سے قدیم متمدن قوم تھی اور بعض ترک اس قوم کی نسل سے ہیں۔ بنا ہوا ہے۔ اس عمارت سے متصل عجائب خانہ ہے جو آج بند تھا۔ اسے ہم نہ دیکھ سکے۔ میوزیم کے سامنے غازی کا ایک اور گھوڑے والا مجسمہ ہے۔ اس کے آگے پتھر سے بنی ہوئی نہایت وسیع سڑک گئی ہے جس کے درمیانی حصہ میں چمن بندی ہے اور اس سڑک کے اطراف دور تک سرکاری اور غیر سرکاری عمارتوں کا سلسلہ چلا گیا ہے، وزارتِ عریبہ اور جرمن سفارت خانوں کی عمارتیں بہت شاندار ہیں۔

انگریزوں نے بھی ایک ٹیلہ پر اپنا چھوٹا سا سفارت خانہ بنایا ہے۔ استنبول میں ان کا سفارت خانہ بہت شاندار ہے۔ عصمت پاشاہ اور وزیر اعظم کے مختصر سے مکان کو دیکھ کر حیرت ہوئی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ گھر ہی پر ہیں۔ کارڈ دیکھتے ہی بلا لیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ تک ملاقات رہی۔ میرے گائیڈ نے ترجمانی کی۔ تھوڑی سی انگریزی سمجھ لیتے ہیں اور کچھ عربی بھی۔ مختلف مسائل زیر بحث رہے۔ کافی سے میری تواضع کی۔ کاظم پاشاہ صدر پارلیمنٹ اور مصطفیٰ کمال پاشاہ صدر جمہوریت کے مکانات بھی نہایت مختصر اور حسبِ ضرورت ہیں۔ البتہ صدر جمہوریت کے لیے ایک ٹیلہ پر حکومت کی طرف سے ایک شاندار عمارت زیر تعمیر ہے۔ مدرسوں کی عمارتیں شاندار اور خوبصورت ہیں۔ عمارتوں کا طرز یورپی ہے۔ دیواریں پتھر کی اور چھتیں عموماً ٹائیل کی ہیں جس کو ہمارے یہاں انگریزی ''سفال'' کہتے ہیں۔ انگورہ سیاسی نقطۂ نظر سے کتنا ہی اہم کیوں نہ ہو لیکن ترکی حکومت کا شاندار دارالحکومت بننے کے لیے اس کو کم از کم نصف صدی درکار ہے۔

استنبول میں تو وحشت سی ہونے لگتی ہے۔ شہر کی آرائش کا کام اب شروع ہوا ہے۔ توقع ہے کہ تھوڑے دنوں میں اس کی دلچسپیوں میں اضافہ ہو جائے گا۔ یہاں میٹھے پانی کا سوال بہت اہم ہو گیا ہے۔ اس وقت جو پانی ہے وہ پینے کے قابل نہیں ہے۔ اطراف کی پہاڑیوں میں چشمے ہیں جہاں سے پانی شہر میں پہنچایا جاتا ہے۔

شہر سے الگ ریل کی پٹری کے دوسری جانب ایک عالی شان عمارت (سہ منزلہ) مدرسہ

www.taemeernews.com

تعلیم المعلمین (نارمل اسکول) کی نظر آئی۔ میجر فواد بے نے نہایت الطاف سے اس کا معائنہ کرایا۔ یہاں معلمین کو صرف فنون طبعیات، کیمیا اور ریاضی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ حدادی اور نجاری کا کام بھی سکھایا جاتا ہے۔ ہر فن کی تعلیم کے علاحدہ کمرے جدید آلات سے آراستہ ہیں۔

(صفحہ ۵۷ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

ترکی ٹوپی

ایک فوجی افسر مصطفےٰ ارشاد بے نے میرے پاسپورٹ کی تنقیح کی اور دیر تک باتیں کرتا رہا۔ یہ معلوم کر کے سخت رنج ہوا کہ ترکوں کو اہل ہند سے بہت اندیشے ہیں اور ان کو انگریزوں کے جاسوس خیال کرتے ہیں۔ مصطفےٰ صغیر کے واقعے کو وہ کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتے۔ آج ارشاد بے نے بھی جو تھوڑی تھوڑی عربی بول سکتے ہیں واقعہ کو دہرایا۔ میں نے پوری صفائی کے ساتھ ترکی کی موجودہ حالت کے متعلق رائے زنی کی۔ مصطفےٰ ارشاد بے نے میری رائے سے اتفاق کیا، ترکی ٹوپی کو حیرت کے ساتھ دیکھا اور میرے سوال پر جواب دیا کہ چوں کہ ہمارے صدر نے اس کو برا کہا اور اس کا استعمال جرم قرار دیا گیا ہے اس لیے اسے ہم برا سمجھتے ہیں لیکن یہی ٹوپی مرغوب ہے اتنا کہنے کے بعد بھی جب ان سے نہ رہا گیا تو تھوڑی دیر کے لیے انھوں نے میری ٹوپی اوڑھ لی۔

(صفحہ ۵۹)

دجلہ کا کنارہ

ایک پل لکڑی اور لوہے کا انگریزوں نے بنایا تھا، جو طغیانی میں بہہ گیا۔ دونوں کناروں پر اب تک آثار باقی ہیں۔ یہاں مکانوں کی تعمیر میں پتھر، اینٹ یا خالص مٹی استعمال نہیں کی جاتی بلکہ پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں کو مٹی میں ملا کر دیواریں بنائی جاتی ہیں۔ نینوا کے کھنڈروں میں بھی تعمیر کا یہی انداز پایا جاتا ہے۔ موصل کے قریب سنگِ مرمر کی کانیں ہیں۔ نینوا کے کھنڈر دجلہ کے دوسرے کنارے پر ایک تودہ خاک سے زیادہ نہیں ہیں۔ کہیں کہیں کھدائی ہوئی ہے اور جو کچھ برآمد ہوا وہ امریکہ و یورپ کے عجائب خانوں کی زینت ہے۔ نینوا کے کھنڈروں کے بالمقابل ایک ٹیکری پر ہی حضرت یونس علیہ السلام کے مزار کی نشان دہی کی گئی۔ ایک قدیم مسجد بھی ہے اور کچھ جدید آبادی بھی ہو رہی ہے۔ قراسرائے دجلہ کے موصلی کنارے پر شاہی محلات کے آثار کا نام

www.taemeernews.com

ہے، جس میں سے اب صرف دو محراب نما کمانیں لبِ دجلہ باقی رہ گئیں ہیں۔ایک پر بہترین عربی خط میں ذیل کی عبارت پڑھی گئی : " الدنیا والدین عضدالاسلام والمسلمین وتاج الملوك والسلاطین " لیکن کسی بادشاہ کا نام نہ ملا۔ یہ عبارت بھی اب محو ہونے کے قریب ہے اس سے متصل ٹیلہ پر مجس اور دوسرے شاہی امکنہ کے کھنڈر ہیں۔

نوجوان سوٹ اور کشتی نما ٹوپی پہنتے ہیں جو عموماً امیر فیصل پہنا کرتے تھے۔عرب عموماً لمبا کرتا، عبا اور سر کے لیے احرام وعقال استعمال کرتے ہیں۔ دجلہ کے کنارے ہر عمر کے عرب برہنہ جسم سے نہاتے پائے گئے۔

مدائن دجلہ کے کنارے واقع ہے۔اس کے کھنڈروں میں اب صرف طاق وکرسی باقی رہ گیا ہے۔اینٹ مٹی کی عمارت افقی منقش دیوار اور اس کے پیچھے نسبتاً ایک بلند دیوار پر آثار ہیں۔ ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو منزلہ کمانی عمارتیں بھی اس سے ملحق تھیں۔اس دیوار کے بازو وہ مشہور طاق ہے جس کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ساڑھے اکیس فٹ بلندی اور ۸۲ فٹ عرض کے ساتھ کس طرح ڈیڑھ ہزار سال سے یہ طاق قائم ہے۔اب جگہ جگہ شگاف پیدا ہو گئے ہیں۔اس سے قریب ہی ایک چھوٹا سا قریہ ہے اور اس میں حضرت سلمان فارسیؓ کا مزارِ اقدس ایک وسیع احاطہ اور مسجد کے کنارے واقع ہے۔اس نسبت سے یہ قریہ ''سلمان پاک'' کہلاتا ہے۔اس سے تھوڑے فاصلے پر چھوٹے سے احاطے کی دو بالمقابل کوٹھریوں میں دو صحابیوں کے مزار ہیں۔اس میں سے ایک حضرت عبداللہ بن جابر الانصاریؓ ہیں۔ میں نے زیارت کا شرف حاصل کیا۔ دجلہ کے کنارے نماز مغرب پڑھی۔(صفحہ ۶۶ تا ۷۱)

حضرت دانیال کا مقبرہ

حضرت جرجیس، حضرت شیث، حضرت دانیال علیہم السلام کے مقبروں کی زیارت کی۔ امام ابراہیمؒ، امام یحییٰؒ، امام محسنؒ وغیرہ بزرگانِ دین کے روضہ پر بھی حاضر ہوا۔

(صفحہ ۶۶ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

امیر فیصل

عراق کے ۹۹ فیصدی لوگ امیر فیصل سے ناخوش اور زبان سے نہیں مگر دل میں ان کو

www.taemeernews.com

گالیاں دیتے ہیں۔ وجہ انگریزوں کی طرف داری ہے۔ نوری پاشاہ موجودہ رئیس الوزراء معمولی شخص ہے، رائے عامہ اس کو پسند نہیں کرتی اور اس کی سابقہ زندگی بہت داغدار ہے۔ جعفر پاشاہ عسکری سب سے چلتا پرزہ ہے اور وزیر اعظم کا نسبتی بھائی ہے اور بہنوئی بھی۔ اعلیٰ عہدوں پر اکثر ان ہی کے رشتہ دار مامور ہیں۔ یہاں کے شریف اور بزرگ خاندان نقیب (اولاد حضرت غوث اعظمؒ) اور ہاشمی ہیں۔ انگریزوں نے سنیوں اور جعفریوں (شیعوں) میں شدید اختلافات پیدا کر دیئے ہیں۔ دونوں برابر کی قوت اور ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔ مسلمانوں کی عام اخلاقی حالت بہت خراب ہے۔ بوڑھے، بچے سب شراب اور عرق (فواکہ کی روح جو شراب سے بڑھ کر تیز) بناتے ہیں بیچتے ہیں اور پیتے ہیں۔ (صفحہ ۶۸ بہادر یار جنگ کا سفر نامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

حضرت غوث پاکؒ کا گنبدِ مبارک

گاڑی باب الشیخ کے بغدادی اسٹیشن پر ٹھیری۔ دور سے حضرت غوث پاکؒ کا سبز چینی سے مڑھا ہوا گنبد نظر آ رہا تھا۔ ہماری موٹر مزار پر سے گزری۔ کارلٹن ہوٹل جا کر قیام و طعام کے لیے روزانہ (مے) کلدار کا خرچ ہے، پہنچ کر حمام اور ناشتہ سے فارغ ہوا۔ پھر سید محمود نقیب صاحب کے پاس گیا جو حضرت غوث پاکؒ کی اولاد میں اس وقت کے سب سے بڑے صاحب بزرگ ہیں۔ خصوصاً تاریخ اور ادب میں ان کو ید طولیٰ حاصل ہے۔ ایک آنکھ میں موتیا، وجیہہ چہرہ، خشخشی سفید داڑھی، عمر ستر یا اس سے متجاوز، سہج سہج سے کلام کرتے ہیں۔ حیدر آباد کے متعلق دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ افغانستان کی قدیم و جدید تاریخ اس تفصیل و وضاحت سے بیان کی کہ میں حیران رہ گیا۔ اپنا مہمان بنانا چاہتے تھے مگر میں نے معذرت کر لی۔ باہر آ کر روضۂ اقدس پر حاضری دی۔ وسیع مسجد کے ایک حصہ میں اسی سبز گنبد کے نیچے ایک وسیع حجرہ میں چاندی کے جالی کے اندر بھورا بلند مرقد، اندر زرین غلاف ہے۔ کمرہ سادہ جو ہر قسم کی آرائش و زیبائش سے یکسر معرا مسجد کے دو وسیع حصے ہیں۔ ایک کو مصلیٰ حنفی اور دوسرے مصلیٰ کو شافعی کہتے ہیں۔ حنفی خوش نما چینی مڑھا ہوا منبر و محراب ہے۔ باہر کی جانب سبز گنبد کے نیچے ایک سیاہ چینی کے حلقہ میں سفید خط سے آیت الکرسی منقوش ہے۔ دوپہر اپنے بند کمرے میں بجلی کے پنکھے کے نیچے بسر کی۔ شام کو پانچ بجے موٹر پر مدائن کا قصد کیا۔ یہ مقام بغداد کے جنوب مغرب میں تقریباً ۲۰ میل کے فاصلہ پر واقع

www.taemeernews.com

ہے۔ سڑک نہایت صاف اور جس کے اکثر حصے ڈانبر سے پختہ کیے گئے ہیں۔ ایسے میدانوں سے گزری ہے جو خاموش سمندر کی طرح حدِ نظر تک پھیلے ہوئے ہیں۔ سڑک کے کنارے کنارے ایک نہر گئی ہے اور دونوں طرف دور تک ترکاریوں کے کھیت ہیں۔ اسی جانب انگریز فوجوں کی چھاونیاں اور طیران گاہ بنے ہوئے ہیں۔

(صفحہ ۶۹ تا ۷۰ بہادر یار جنگ کا سفر نامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

بغداد کی گلیاں

پہلے حضرت غوث پاکؒ کی بارگاہ پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی پھر باب الشیخ سے آگے حضرت عمر شیخ شہاب الدین بانی سلسلہ سہروردیہ کے مزار پر حاضر ہو کر فاتحہ پڑھی۔ ایک وسیع احاطہ اور مسجد کے کنارے مندر کی وضع کے مخروطی گنبد کے نیچے مزار ہے۔ ایسا ہی گنبد زبیدہ خاتون زوجہ ہارون رشید کے مزار پر بنا ہے۔ یہاں سے آگے بڑھ کر وہ مقام آیا جو حضرت امام اعظمؒ کی وجہ سے الاعظمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں حضرت صعاد بن مسلم کی زیارت کی جو غوث پاک کے شیوخ میں سے ہیں۔ حضرت امام اعظمؒ کا مزار ایک مسجد کے عقب میں ہلکے زرد رنگ کے ایک وسیع احاطے میں دو مقفل حجروں کے پرے واقع ہے۔ کلید بردار اطلاع کے آدھ گھنٹہ بعد برآمد ہوئے اور دونوں دروازے کھولے۔ مزار اقدس کے ایک جالی دار منقش احاطہ میں واقع ہے جس پر اسمائے الٰہی کندہ ہیں۔ اس احاطہ پر ایک چھت گری اور اس پر ایک بڑی اور سفید چھوٹی نقرئی قندیلیں آویزاں ہیں۔ احاطہ کے ایک گوشہ میں چاندی کے چار بڑے شمع دان رکھے ہوئے ہیں۔ گنبد حضرت غوث پاکؒ کی گنبد کی طرح سبز چینی کا ہے۔ مسجد کے مینار پر بھی سبز چینی سے نقش بنے ہوئے ہیں۔ گنبد اور مسجد دونوں سلطان سلیم کے عہد کی یادگار ہیں۔ یہاں کے انتظام کے جملہ اخراجات محکمہ اوقاف سے ادا کیے جاتے ہیں اور اوقاف کی جانب سے گنبد کے عقب میں ایک مدرسہ بھی قائم ہے جو ''کلیہ امام الاعظم'' کے نام سے موسوم ہے جس میں فقہ حنفی کے ساتھ تفسیر حدیث، کلام و منطق کی بھی تعلیم دی جاتی ہے ڈیڑھ دو سو سے زیادہ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔ الاعظمیہ ہی میں کچھ فاصلہ پر حضرت ابوبکر شبلی اور اس سے کچھ فاصلہ پر حضرت مشیر الحامی اکابر اولیاء اللہ کے مزار ہیں۔ لیکن جب میں حاضر ہوا تو یہ سب مقامات مقفل تھے۔ باہر سے فاتحہ پڑھی۔

www.taemeernews.com

یہاں سے ہم نے دجلہ کا جسر القدیم عبور کیا جو کشتیوں پر تختے جوڑ کر بنایا گیا ہے اور کاظمین پہنچے۔ایک چھوٹی سی بستی ہے، بازار سارے مسقف ہیں۔

سب سے اہم یہ کہ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ اور حضرت امام محمد جوادؒ، جنید موسیٰ کاظمؒ کے روضے یہیں واقع ہیں۔ سات دروازوں کا ایک وسیع احاطہ ہے جس کے چاروں طرف چھوٹی چھوٹی کوٹھریوں کے کمان دار خانقاہیں بنی ہیں جن پر چینی کا کام کیا گیا ہے۔ وسیع صحن کے وسط میں روضہ کی عمارت واقع ہے۔اس میں ایک خوبصورت فوارہ بھی ہے۔ دونوں بزرگوں کے مزاروں پر دوسنہری گنبد اور چار خوبصورت مینار بنے ہوئے ہیں جو دور سے بہت بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ بلند ستونوں پر کشادہ برآمدہ ہے۔اس کے اندر کئی وسیع کمرے ہیں۔ درمیانی حصہ میں چاندی کے منقش پنجرے میں دونوں بزرگوں کے مزار ہیں۔ روضہ پر باہر کی طرف چینی کا اور اندر چھت اور دیواروں پر جگمگاتے کانچ کا کام بنا ہوا ہے جو بہت ہی نظر فریب ہے۔

احاطہ صحن ناصر الدین شاہ قاچار کے چچا فرہاد مرزا معتمد الدولہ کا اور رقبہ و مسجد شاہ اسمٰعیل صفوی کی تعمیر کردہ ہے مگر سلطان سلیم فاتح بغداد نے اس کی تکمیل کی، اس کے انتظام کے مصارف محکمہ اوقاف سے ادا کیے جاتے ہیں۔ اب اس کی حالت روضہ کی بہ نسبت زیادہ خراب اور خستہ ہوگئی ہے۔ بوریئے کا فرش ہے۔ خدام کی بہت کثرت ہے۔اس طرح چمٹتے ہیں کہ زیارت کا بھی موقع نہیں دیتے اور سقے ان کے علاوہ ہیں۔

اس روضہ سے متصل ہی حضرت امام ابو یوسف مشہور امام فقہ اور شاگرد حضرت امام عظمؒ کا مزار ایک مسجد کے گوشے میں واقع ہے، زیارت کی۔

کاظمین سے روانہ ہوکر مقام ( ) پہنچے اور حضرت مسقطیؒ اور حضرت جنید بغدادیؒ کی زیارت کی، جن کے مزار ایک ہی حجرے میں واقع ہیں۔ یہاں سے پچاس قدم کے فاصلے پر حضرت یوشع پیغمبر علیہ السلام کا مزار دکھایا گیا۔اس سے قریب حضرت بہلول دانا اور ابراہیم کے مزاروں پر حاضری دی۔ یہ سب قبریں اینٹ کی بنی ہوئی ہیں۔ سادہ اور بلا آرائش گنبدوں میں اور لکڑی کے پرانے بوسیدہ احاطہ میں واقع ہیں۔

اب مقام ( ) پر پہنچے اور شیخ معروف الکرخیؒ کی زیارت کی جو ایک مسجدہ کے گوشے

www.taemeernews.com

میں واقع ہے۔ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر زبیدہ خاتون اور منصور کے مزار ہیں۔ اس سے کچھ دور حضرت صالح ابن غوث اعظمؒ کے مزار پر حاضری دی۔ خدام دروازے کھولنے کی اُجرت بڑی سختی سے وصول کرتے ہیں لیکن مزاروں پر جاروب کشی بھی نہیں کرتے۔

(صفحہ ۷۱تا۷۴ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

روضۂ حضرت امام علی نقی

سامرہ روانہ ہوا۔ بغداد سے جانب شمال ۸۶ میل کے فاصلے پر دجلہ کے کنارے قدیم شہر مٹ گیا ہے۔ جدید شہر کے اطراف ایک ہندی عورت نے فصیل اُٹھا کر اہل شہر کو بدویوں کے دست برد سے بچالیا۔ یہاں جو کچھ آبادی ہوگئی ہے وہ حضرت امام علی نقی و امام حسن عسکری کے روضہ کی برکت ہے۔ خدام سب سنی ہیں۔ میں موٹر کشتی کے ذریعہ دجلہ عبور کیا اور ساڑھے دس بجے مقبرہ کے احاطہ میں داخل ہوا۔ وہی وسیع احاطہ، اطراف میں خانقاہ، وسط میں ایرانی وضع کا روضہ، سنہری گنبد اور برآمدہ، اندرونی حصہ میں جگمگاتی چینی کا کام، سنگ مرمر کا فرش، دو سنہری مینار، چاندی کے پنجروں میں ائمہ موصوف کے علاوہ والد محمد ابن حسن (جن کو شیعہ امام مہدی آخرالزماں کہتے ہیں) اور حلیہ خاتون کا مزار ہے۔ اسی احاطہ میں تھوڑے فاصلہ پر ایک تہہ خانے میں وہ غار ہے جس میں محمد بن حسن بارھویں امام کے غائب ہونے کی روایت مشہور ہے۔ مگر فی الحال غار کے دہانہ پر پتھر رکھے ہوئے ہیں اور چھوٹا سا نشان باقی ہے۔ اس غار کے اُوپر ایک عالی شان مسجد ہے جس کے قبہ پر چینی مڑھی ہوئی ہے۔ سامرہ قدیم کے آثار جدید شہر سے کچھ دور واقع ہیں جن میں صرف دو چیزیں باقی رہ گئی ہیں۔ ایک جامع مسجد کا احاطہ اور اسی کے عجیب وغریب مینار اور دوسرے بیت الخلاء (المعتصم باللہ) کے محل کے تین کمانیں۔ احاطہ سے جامع مسجد کی وسعت کا پتہ چلتا ہے۔ اینٹ اور چونے کی مضبوط دیواریں ہیں جن کا عرض ڈھائی گز ہے۔ مینار ٹھوس اور اُوپر جانے کا راستہ باہر سے بہت بلند اور نمایاں ہے۔ بیت الخلیفہ دجلہ کے کنارے تھا لیکن اب دجلہ وہاں سے بہت دور رہ گیا ہے۔ درمیانی کمان وسیع اور بلند ہے۔ بازو کی دو کمانوں میں دو کمرے بنائے گئے ہیں۔ دریا کے کنارے ایک چبوترا ہے۔ اطراف دور دور تک گری ہوئی دیواروں کے کھنڈر ہیں۔ مزدوران کی اینٹیں نکال کر بیچتے ہیں۔ جب ایک بوڑھے مزدور سے میں

www.taemeernews.com

نے کہا اللہ رے تیری بہادری کہ بیت الخلیفہ کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو ہنسنے لگا۔

(صفحہ ۷۴تا۷۵ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

سید الشہداء کی شہادت گاہ

فرات کے کنارے چھوٹا سا شہر جو سید الشہداء کی شہادت گاہ ہونے کی وجہ سے نجف کے بعد عراق کا محترم ترین شہر ہے۔ ہوٹل شاطی الفرات میں سامان رکھا اور ابن رسول کی بارگاہ پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ اس کا احاطہ نہایت وسیع ہے جس میں اطراف چینی کے منقش خانقاہیں بنی ہوئی ہیں۔ مقبرہ کی عمارت نہایت عالیشان ہے جس سے مسجد کا بھی کام لیا جاتا ہے۔ برآمدہ میں قبہ پر میناروں پر سنہری کام ہے اور اندرونی تمام حصہ کانچ کے کام کی وجہ سے جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔ چاندی کی جالی (پنجرہ) میں مزار اقدس کے باز و شہزادگان علی اکبر و علی اصغر کے مزار ہیں۔

اس سے ذرا ہٹ کر حضرت امام قاسم اور باقی تمام شہداء کے مزار (یا گنج شہداء) واقع ہے مزار اقدس کی دوسری جانب سفید سنگ مرمر کے محراب میں ایک سیاہ پتھر جڑا ہوا ہے جس کے متعلق میرے خادم عبدالامیر نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا مقام پیدائش ہے۔ اس سے متصل ایک دوسرے دالان میں حبیب ابن مظاہر کا مزار ہے۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر تہہ خانے میں اس مقام کی زیارت کرائی گئی جہاں سید الشہداء گھوڑے پر سے گر کر شہید ہوئے۔ اس کو سنگ مرمر کے ایک چبوترے اور چاندی کی جالی سے محفوظ کر دیا گیا ہے۔ ایک اور دالان حضرت سید ابراہیم ابن حضرت امام موسیٰ کاظم کا مزار ہے۔ آج جمعہ کی رات تھی اس لیے تمام رات مقبرہ کھلا رہا اور زائرین کی آہ و بکا کے نالوں سے گونجتا رہا۔ مقبرہ کا جو حصہ مزاروں سے بچا ہوا ہے اس سے مسجد کا کام لیا جاتا ہے لیکن عموماً شیعہ حضرات روضۂ اقدس کو سامنے لے کر نماز پڑھتے ہیں۔ جابجا بجلی کے پنکھے لگے ہیں۔ یہاں کئی ہندوستانی نظر آئے۔ سقے سبیل پلانے کو، خادم جیب خالی کرنے کو اور تاجر فیروزہ اور تسبیح بیچنے کو ہر وقت حاضر رہتے ہیں۔

(صفحہ ۷۸تا۷۹ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

کانچ کی جگمگاتی ہوئی خانقاہ

نماز فجر کے بعد بارگاہ سید الشہداء پر حاضری دی۔ اس سے قریب ہی حضرت عباس

www.taemeernews.com

علمبردار کے مزار اقدس پر حاضر ہوا۔ یہ بھی شاندار روضہ ہے۔ چینی مڑھا ہوا گنبد، سنہری مینار، سنہری برآمدہ، وسیع صحن اور کانچ سے جگمگاتی ہوئی خانقاہ ہے۔ مقبرہ اس میں صرف حضرت عباس کا مزار ہے اور ایک گوشہ میں وہ جگہ محفوظ کر دی گئی ہے۔ جہاں آپ شہید ہو کر گر پڑے تھے۔ روضۂ سید الشہداء سے کچھ فاصلہ پر میں نے وہ مقام بھی دیکھا جس کو خیمہ گاہ بھی کہتے ہیں۔ یہ کھجوروں کے ایک چھوٹے سے باغ میں واقع ہے۔ کربلا میں امام حسین کے زمانۂ قیام میں جس ترتیب سے خیمے نصب کیے گئے تھے اسی ترتیب سے تاریخی روایات کے مطابق خیمہ نما قبے بنا دیے گئے ہیں۔ زائرین یہاں بھی حاضر ہو کر فاتحہ پڑھتے ہیں۔

روضۂ اقدس سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر حضرت حر کا مزار ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ شہید ہو کر یہیں گر پڑے تھے۔ اینٹ کے مختصر سے احاطہ میں چھوٹا چینی سے مڑھا ہوا گنبد جس کی عمارت نہایت سادہ ہے مسیب کے راستے میں روضۂ مبارک سے دو تین میل کے فاصلے پر فرزندانِ مسلم اور حضرت عون کے مزار بھی ہیں۔ مغرب کے قریب نجف پہنچا۔ کربلا میں سنی خادم سید ہاشم صاحب کا نام بھول جانے کی وجہ سے ایک اور خادم عبدالامیر کی خدمات حاصل کی تھیں۔ لیکن نجف میں سنی خادم سید عبداللطیف صاحب کے پاس قیام کیا۔ دو سال سے ان کا خاندان یہاں مقیم ہے۔ نقیب صاحب روضۂ غوث پاکؒ نے انھیں سنی زائرین کی خدمت کے لیے متعین کیا ہے۔ عبداللطیف صاحب نہایت خلیق اور صاحبِ علم بزرگ ہیں۔ شیر خدا کے روضۂ کا سنہری گنبد صحرا میں دور سے نظر آ رہا تھا۔ نجف چھوٹی سی بستی ہے جس کو فصیل سے محصور کیا گیا ہے۔ نجدی قبائل سے حفاظت کے لیے ایک ایرانی امیر نے اس کو تعمیر کیا تھا۔ آبادی تقریباً پچاس ہزار ہے۔ نجف اور کربلا میں ایرانیوں کی کثرت ہے اور تجارت پر ان ہی کا قبضہ ہے۔

طربوش کے اطراف سبز عمامے باندھے ہوئے خادم فقط خیرات پر زندگی گزارتے ہیں۔

(صفحہ ۷۹ تا ۸۰)

روضۂ امیر المومنینؓ

روضۂ امیر المومنین کا احاطہ وسیع ہے۔ خانقاہیں دو منزلہ اور چینی سے منقش ہیں۔ مقبرہ بہت بلند ہے۔ قبہ اور مینار کا رنگ سنہری ہے۔ اندر کی جانب آئینہ کاری کی گئی ہے۔ اگرچہ یہ مقبرہ

www.taemeernews.com

صفویوں نے تعمیر کرایا ہے لیکن ترکی سلاطین خصوصاً عبدالحمید ثانی نے اس طرف بہت توجہ کی اور وقتاً فوقتاً اس کی ترمیم پر روپیہ صرف کیا۔ کئی دروازے چاندی کے ہیں اور مزار اقدس چاندی ہی کے پنجرے میں واقع ہے۔ اس کے ایک گوشہ میں ہمیں کھڑا کر کے حضرت آدم ونوح علیہما السلام پر بھی سلام پڑھا گیا کیوں کہ یہاں ان انبیاء کے مدفون ہونے کی روایت مشہور ہے۔

مقبرہ کی ایک جانب خزانہ کی کوٹھریاں ہیں جن میں وہ تمام ہدایا اور تحائف محفوظ ہیں جو وقتاً فوقتاً مختلف سلاطین وامراء نے اس دربار میں روانہ کیے۔ یہ سب کوٹھریاں مقفل ہیں اور ان کی کنجیاں حکومت کے قبضہ میں ہیں۔ مقبرہ کے عقب میں اہل سنت کی ایک وسیع مسجد ہے لیکن مصلیوں کے فقدان کی وجہ سے بند پڑی ہے۔ پچاس ہزار کی آبادی میں صرف پچاس سنی ہیں اور وہ بھی بے نمازی۔ احاطہ اور خانقاہ کے بعض حجروں میں ایرانی اور ہندوستانی اکابر کی مزاریں ہیں جن کی نعشیں صرف تدفین کی غرض سے یہاں روانہ کی گئی تھیں۔ ایک حجرے میں نواب رامپور کا مزار بھی دیکھا جہاں قرآن خوانی ہو رہی تھی۔ قبر بہت آراستہ ہے۔

روضہ کے اطراف مسقف بازاروں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ اگر بازار مسقف نہ ہوں تو عراق میں شاید دن کے وقت باہر نکلنا دشوار ہو جائے۔

تربوز نجف ہی کی پیداوار ہے۔ عنبر بو اور نہایت ہی خوش ذائقہ ہیں۔ کربلا لوا ہے اور نجف اس کے تحت۔ کربلا وسیع شہر ہے لیکن اس کی آبادی نجف سے کم ہے۔ نجف کوفہ کا قبرستان تھا۔ ایک زمانہ میں بہت بڑا شہر تھا جس کے ستر دروازے تھے۔ حضرت حسینؓ نے خوارج کے ڈر سے ستر دروازوں سے حضرت علیؓ کی میت کے ستر صندوق نکالے تاکہ صحیح مقام معین نہ ہو سکے لیکن اصل میت نجف ہی کے قبرستان میں دفن کی گئی۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ہارون رشید نجف کے میدانوں میں شکار کھیل رہا تھا اس کا ہرن مزار شیر خدا پر آ کر سو گیا اور ادھر ہارون کا گھوڑا رک گیا۔ جب اس نے وجہ دریافت کی تو لوگوں نے ڈرتے ڈرتے کہا تمہارے ابن عم (حضرت علیؓ) کا مزار ہے۔ جب ہارون نے وہاں کی جگہ صاف کرائی تو حضرت حسینؓ کے ہاتھ کی تحریر کردہ پتھر کی تختی برآمد ہوئی جس پر یہ جملہ کندہ تھا :

هذا قبر علی ابن ابی طالب .

www.taemeernews.com

ہارون نے اس پر چھوٹا سا قبہ بنایا جس کو عضد الدولہ ویلمی نے وسعت دی۔ سلطان سلیم فاتح عراق نے اس پر مزید اضافہ کیا۔ موجودہ عمارت شاہ عباس صفوی کی تعمیر کردہ ہے جس میں ترکی سلاطین نے وقتاً فوقتاً اضافے کیے ہیں۔ (صفحہ ۸۱ تا ۸۲)

بارگاہِ حضرت علیؓ

بارگاہ پر حاضر ہوا۔ پھر شہر سے باہر وسیع اور دور تک پھیلے ہوئے قبرستان کے ایک قبہ میں حضرت ہود اور حضرت صالح علیہما السلام کا مرقد (ایک ہی مزار، ایک چھوٹے قبہ میں) پر حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ کربلا میں بھی دیکھا اور یہاں بھی روضہ میں اور قبریں سطح زمین کے برابر ہیں، ان پر کتبے لگے ہیں اور لوگ ان پر سے چلتے پھرتے ہیں۔

کوفہ نجف اشرف کے شمال میں تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ قدیم کوفہ اُجڑ چکا ہے، اس کے آثار میں صرف عظیم الشان مسجد کا احاطہ میری دیکھی ہوئی مسجدوں میں سب سے زیادہ وسیع احاطہ اور سب سے بڑی مسجد تھی۔ اس پر قبے بنے ہوئے تھے لیکن اب قبے ٹوٹ گئے یا توڑ دیئے گئے ہیں اور صرف چاروں طرف دو یا ڈھائی گز چوڑی کمانوں کا ایک سلسلہ چلا گیا ہے۔ ان ہی میں سے مغربی حصہ میں وہ محراب محفوظ ہے جہاں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر حملہ کیا گیا تھا۔ وہ حصہ بھی محفوظ ہیں جہاں آپ نفل نمازیں پڑھتے تھے۔ جنوب مشرقی کوفے میں محمد المختار کا مزار ہے جس نے حضرت امام حسینؓ کے انتقام کے لیے بنی اُمیہ سے لڑائیاں کیں۔ مشرقی جانب ایک دروازہ کے باہر حضرت مسلم بن عقیلؓ اور دوسری جانب حضرت ہانی بن عروہؓ کا مزار ہے اور دونوں مزاروں پر دو گنبد ہیں۔ حضرت مسلم کے مزار پر چاندی کا شجرہ ہے۔ صحن مسجد میں متعدد محراب جا بجا بنے ہیں اور ہر ایک محراب ایک جلیل القدر نبی سے منسوب ہے۔ مقام ابراہیمؑ، مقام محمدؐ، مقام عیسیٰؑ وغیرہ۔ ایک کنویں کی نسبت کہا جاتا ہے کہ طوفان نوحؑ کے موقع پر اسی سے پانی اُبل رہا تھا۔ مسجد کے آگے کچھ فاصلہ پر حضرت خدیجہ بنت علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ایک چھوٹے سے قبہ میں ہے اور کوفہ اس مسجد سے دو تین فرلانگ کے فاصلہ پر دریائے فرات کے کنارے آباد ہے بیان کیا جاتا ہے کہ یہاں حضرت یونس علیہ السلام کا مزار ہے۔

مقام صنیل میں مغرب ہوئی۔ یہاں حضرت یہودا ابن یعقوب (ذوالکفلؑ) کا مزار ایک

www.taemeernews.com

مخروطی قبہ (جو زبیدہ خاتون کی مزار کے قبہ سے مشابہ ہے) نیچے ہے۔ اس کے متولی اب تک یہودی ہیں۔ ناجی اور عہد مزہرا نامی دو مجاوروں نے میرے لیے روضہ کھولا۔ سبز غلاف اور ایک تختی جس پر عراقی زبان میں سنہری حروف کندہ ہیں مزار پر آویزاں تھی۔ قبہ سے قریب ایک بلند مینار ہے لیکن سمجھ میں نہیں آیا کہ کیوں بنا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ اس کے قریب کوئی مسجد واقع ہو۔

(صفحہ ۸۲تا۸۴ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

بابل کے کھنڈر

نوغارد یکھنے میں آئے۔ ان سے گزر کر ایک کنواں ملا۔ اس کے بعد وسیع محل بلند اینٹ کی دیواریں، کشادہ ہال اور کوٹھریاں دیکھیں۔ دیواروں پر اینٹ سے اُبھری ہوئی مختلف جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ کچھ دور چل کر ایک ہیکل کے آثار دیکھے جس میں ایک ٹوٹا ہوا بت بنا ہوا تھا، جس کا جسم شیر سے مشابہ تھا۔ اس کے ٹوٹے ہوئے سر پر مجھے ہاتھی کے سر کا گمان ہو رہا تھا اور پاؤں میں ایک انسانی شکل کو دبائے کھڑا تھا۔ یہاں پختہ اینٹ سے بنی ہوئی سڑکوں کے نشان پائے جاتے ہیں۔ مختلف کتبے برآمد ہوئے ہیں جن سے مختلف مقامات کے اسماء کا پتہ چلتا ہے۔ اینٹ چونے کی بجائے ڈانبر سے جوڑی گئی ہیں۔ اب بھی کھدائی جاری ہے۔ ایک جرمن فرم نے اس کام کا ٹھیکہ لیا ہے۔ موسم گرما کی وجہ سے کام بند ہے۔ بادشاہ کے محلات فرات کے پل اور مندروں کا سراغ مل چکا ہے۔ سب عمارتیں پختہ اینٹوں کی ہیں۔ یہ مقام حلہ سے مغربی جانب تین میل کے فاصلے پر ہے۔

حلہ سے سات میل کے فاصلے پر مغربی جانب اس کے کھنڈر برآمد ہوئے ہیں، جو بابل سے قبل پایہ تخت تھا۔ اس کی دیواریں کچی اور یعنی بغیر جلی ہوئی اینٹوں سے تعمیر کی گئی ہیں دو تین جگہ کھدائی ہوئی ہے جس سے مقام کی قدامت کا پتہ چلا ہے۔ ایک بلندی پر پختہ اینٹوں سے بنا ہوا ایک مندر برآمد ہوا ہے لیکن اس کے تہہ خانوں کو کھولنے کی ابھی کوشش نہیں کی گئی۔ حلہ کے جنوب میں چار پانچ میل کے فاصلے پر ایک اونچے ٹیلے پر ایک مینار دور سے نظر آتا ہے۔ اس کو برس نمرود کہتے ہیں۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ ابراہیمؑ کے خدا کو مارنے کے لیے نمرود نے یہ مینار تعمیر کرایا تھا لیکن مصری محققین کا خیال ہے کہ یہ معبود بنو کا مندر ہے۔ میں دوسری رائے سے متفق ہوں۔ کیوں

www.taemeernews.com

کہ اُوپر چڑھ کر دیکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ جو مینار دور سے نظر آتا ہے وہ حقیقت میں بلند دیوار کا منہدم شدہ ایک حصہ ہے۔ پختہ اینٹ کی عمارت کے اطراف میں شکستہ دیوار کی اینٹوں کا ڈھیر لگا ہے۔ شمالی اور جنوبی جانب کھدائی ہوئی ہے اور کچی اور پختہ اینٹ کے کٹے حجرے اور مکان برآمد ہوئے ہیں جو یقیناً اسی مندر کے ملحقات ہیں۔ جس ٹیلے پر دیوار واقع ہے وہ بھی قدرتی نہیں بلکہ مصنوعی معلوم ہوتا ہے اور یقین ہے کہ اس کے پیچھے بھی عمارت اور تہہ خانے ہوں گے۔ اس مینار یا دیوار کے بالمقابل ایک چھوٹا سا گنبد ہے جس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام (قبر یا قیام گاہ) بیان کیا جاتا ہے۔

بابل کے کھنڈروں سے متصل حضرت عمر ابن علی کرم اللہ وجہہ کا مزار ایک قبہ میں ہے جو اپنے والد کے ساتھ جنگ یزوالا میں زخمی ہوئے اور یہیں رحلت فرمائی اور دفن کیے گئے۔

(صفحہ ۸۵ تا ۸۶ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

سابق شاہ حجاز

ملک علی سابق شاہ حجاز و برادر ملک فیصل شاہ عراق سے ملنے کے لیے ان کی قیام گاہ کو گیا جو دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع ہے لیکن ہوا یہ کہ ملک فیصل قصر میں نہیں تھے (یہاں محاورہ میں بلاط کہتے ہیں یعنی سنگ مرمر کا کمرہ جو ان کی ملاقات گاہ ہے)۔ قصر الملوکی کی کوٹھی کے باہر کھجوروں کے باغ کے وسط میں انگریزی وضع کا ایک منزلہ چھوٹا سا بنگلہ (ممکن ہے اندر دور کچھ اور مکانات ہوں) ایک کمرہ میں میں ٹھہرایا گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک مغرور عراقی سکریٹری نے جلالت الملک کی یاد فرمائی کی اطلاع دی۔ ایک گول کمرے میں جو فرش سے معرا تھا جس میں صرف چند کرسیاں سلیقے سے رکھی ہوئی تھیں اور دو تین کمسٹ تصاویر سے آراستہ تھے۔ ملک علی کھڑے انتظار کر رہے تھے۔ اپنی عادت کے مطابق نہایت خندہ پیشانی سے معانقہ کیا۔ دست بوسی کے بعد مزاج پرسی کی اور دیر تک میرے سفر ترکی و شام کے حالات اور عراق کی موجودہ سیاست کے متعلق گفتگو کرتے رہے۔ ان سے یہ سن کر تعجب ہوا کہ اسلامی سلطنت ترکیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینے والے شریف حسین کا جانشین ملک فیصل یورپ جاتے ہوئے ترکی میں محض اس لیے قیام کیا تھا کہ اطراف کے اسلامی سلطنتوں سے رشتہ اتحاد و مودت قائم کرے۔ انھوں نے فرمایا کہ ایران سے

www.taemeernews.com

بھی تعلقات اچھے ہیں اور توقع ظاہر کی کہ آئندہ سال ہم غصبۃ الامم میں نشست حاصل کرلیں۔ تقریباً نصف گھنٹہ تک اس ملاقات کا سلسلہ جاری رہا۔قہوہ سے تواضع کی گئی۔

(صفحہ ۵۸ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

ایران کی سیر

بازار دیکھے۔ایرانیوں کا عام لباس پتلون ہے اور جس طرح عراقی کوٹ پتلون پر چیدارہ (فیصل کی ایجاد کردہ کشتی نما ٹوپی) استعمال کرتے ہیں۔اسی طرح ایرانی پہلوی ٹوپی پہنتے ہیں۔ مدراسی برہمنوں کی مخملی مقوب کی ٹوپی کی طرح جس کے سامنے ایک آفتابی لگی ہوتی ہے جس میں کتھرے کا موڑ ہوتا ہے۔ پہلوی ٹوپی میں بھی سلایا جاتا ہے۔ پہاڑیوں کا جو سلسلہ خانقین سے شروع ہوا تھا وہ تھوڑے تھوڑے فصل سے ہمدان تک برابر قائم ہے۔ایران میں ریل نہیں ہے۔ موٹروں کا بھی کوئی باقاعدہ انتظام نہیں ہے شہر میں ۲۰، ۲۵ گیاریج ہوتے ہیں جو مسافروں کے وقت اور پیسے پر من مانے ڈاکے ڈالتے ہیں۔ یہاں کے مسلمانوں کی اخلاقی پستی نہایت افسوس ناک ہے۔ایک مسلمان ڈرائیور کو جب کہ قصر شیریں سے کرمان شاہ آتے ہوئے راستے میں اس کا پٹرول ختم ہوگیا، یہ کہتے سنا کہ مسلمان کی دکان سے پٹرول خریدنے کا نتیجہ ہے۔اگر میں نے کسی یہودی کی دکان سے خریدا ہوتا تو (۳) ٹن پٹرول کی مقدار ہمدان تک کام دے سکتی تھی۔اس کے علاوہ ایک نوجوان عیسائی کو دوران گفتگو میں حقارتاً یہ کہتے سن کر کہ دس سال قبل میں سگریٹ اور شراب کا عادی نہ تھا لیکن جب سے یہاں کے مسلمانوں کی سوسائٹی نصیب ہوئی ہے ان لعنتوں میں گرفتار ہوگیا ہوں شرم وحیاء کے مارے میں زمین میں گڑ گیا۔

امریکہ اور انگلستان کے مشنریز مسیحیت کی اور روس کے مبلغ ایران میں بالشویزم کی تحریک کا پرچار کررہی ہیں۔گو حکومت ایران نے ان پر پابندیاں عائد کی ہیں مگر ان کی تبلیغی مصروفیات میں حارج نہیں ہیں۔

انگریزوں اور روسیوں کی مخالفت نے ایران کو ہر قسم کی ترقی سے محروم کررکھا ہے خصوصاً اقتصادی حالت بہت خراب ہے۔رضا شاہ سے ملک کا تین چوتھائی حصہ ناخوش ہے۔موجودہ معاشرتی آزادی کو نوجوان عیاشی کی سہولت کے پیش نظر پسند کرتے ہیں۔اس کے علاوہ ان کے

www.taemeernews.com

پاس اس حسن وقبح کا کوئی اور معیار نہیں ہے۔

ایران اور عراق کے مغربی حصہ میں ترکی عام طور پر سمجھی اور بولی جاتی ہے۔ فارسی کے ساتھ مخلوط کر دیا ہے۔ ایرانی (ک) کا تلفظ (ج) سے کرتے ہیں اور کلب کو جلب اور کبیر کو جبیر کہتے ہیں۔ (ق) کا تلفظ عموماً (غ) سے کرتے ہیں اور قرآن کو غران کہتے ہیں۔ اس سے عراقی بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ (صفحہ ۹۹ تا ۱۰۰ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

شہرنو

طہران میں سب سے پہلے میں جس چیز سے واقف ہوا وہ ''شہرنو'' ہے جو دروازہ قزوین کے باہر آباد کیا گیا ہے۔ تقریباً چندی خانہ کے دو ہزار مکانات ہیں۔ جن میں سب فاحشہ عورتیں رہتی ہیں۔ ایرانی ان کے ساتھ شام کے وقت بازاروں میں آزادی کے ساتھ گشت لگاتے ہیں۔ یہ تو شہرنو کا منظر ہے۔ اندرون شہر بھی اسی طرح کے متعدد خیاباں (محلے) اس کے لیے مخصوص ہیں

طہران بڑا اور نہایت آراستہ شہر ہے۔ گزشتہ دس سال میں اس میں بہت بڑا انقلاب رونما ہو گیا ہے۔ نئی کشادہ سڑکیں ان کے دونوں طرف ایک ہی وضع کے دو منزلہ مکان کشادہ اور خوبصورت چوراہے خصوصاً حسن آباد کا چوراہا جس کے چاروں طرف ایک ہی وضع کی خوبصورت دو منزلہ عمارتیں بنی ہیں، نہایت خوش منظر ہے۔ (صفحہ ۱۰۳ تا ۱۰۴)

چراغِ برق

طہران کے جنوب میں ملک رے کے کھنڈروں کے جنوبی حصہ میں حکومت کی جانب سے کھدائی ہو رہی ہے اور آثار برآمد ہو رہے ہیں۔ چشمہ علی کے کنارے فتح علی شاہ کی تصویر اس کے اپنے بیٹوں، دو حبشی غلاموں، دو وزیر اور ایک میر شکاری کے ساتھ ایک بلند چٹان پر کندہ ہے۔

مسجد ماشاء اللہ چھوٹی سی مسجد ہے جس کے ایک کونے میں اینٹوں کی جوڑ پر چھوٹے چھوٹے گڑھے پیدا ہو گئے ہیں۔ لوگ ان گڑھوں میں چھوٹے پتھر رکھتے ہیں اور مشہور ہے کہ جس نیت سے پتھر رکھا جاتا ہے اگر اس میں کامیابی ہوتی ہو تو وہ اس میں جم جاتا ہے ورنہ گر جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ محض لغویت اور توہم پرستی ہے۔ اس پر فضا باغ کے وسط میں برج یزید کے نام سے ایک عظیم الشان قمرتی برج ہے جو اینٹ اور چونے سے بنا ہے۔ دور سے سنگ بستہ عمارت

www.taemeernews.com

معلوم ہوتی ہے۔ وجہ تسمیہ معلوم نہ ہوسکی۔ میرے گائیڈ نے بتایا کہ بطور یادگار طغرل ثالث نے یہ برج بنایا تھا۔ برج کا قطر تقریباً دس گز ہے۔ چھت امتدادِ زمانہ کی نذر ہوچکی ہے۔ دیوار کا جسم اتنا دبیز ہے کہ اندر ہی اندر پوری بلندی تک زینے چلے گئے ہیں لیکن تناسب میں فرق نہیں آیا۔ نہایت مستحکم عمارت ہے۔ مشہور ہے کہ چونے میں انڈے کی زردی ملا کر بنائی گئی ہے۔

کئی امام زادگان کے مقبرے یہاں واقع ہیں جس میں سب سے مشہور شاہ عبدالعظیم کا مقبرہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ امام علی رضا کے بھتیجے ہیں۔ ناصرالدین شاہ قاچار کے روضہ کی طرز پر تعمیر کرایا ہے۔ کربلا کاظمین اور سامرہ کے روضوں کے طرز پر تعمیر کرایا ہے۔ وہی وسیع احاطہ چومحلہ خانقاہیں، ہری گنبد، چھت اور دیواروں کے اندرونی حصوں میں آئینہ کا کام اور مزار پر نقرہ کی پنجرہ ہے۔

ناصرالدین شاہ قاچار جس کو اس روضہ میں ایک شخص نے قتل کیا تھا، ایک طرف ہال میں دفن ہے۔ قبر پر اس کا ایک مرمری مجسمہ رکھا گیا ہے اور اسی کمرہ میں کئی مجتہدین دفن ہیں جن کی قبروں پر ان کی تصویریں آویزاں ہیں۔ آئیل پینٹ کی ایک بڑی تصویر بھی آویزاں ہے جو حضرت محمد رسول اللہؐ سے منسوب ہے۔

(صفحہ ۱۰۵ تا ۱۰۷ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

ایرانی فن لطیف کے شاہکار

مسجد سپہ سالار بازار بزرگ ایران اور بعض قدیم محلوں کی سیر کی۔

مسجد سپہ سالار تقریباً نصف صدی کی عظیم الشان تعمیر ہے جو مجلس شورائے (پارلیمنٹ) کی عمارتوں کے بازو واقع ہے۔ وسیع صحن ہے جس کے وسط میں حوض اور چاروں طرف چمن بندی کی گئی ہے۔ مسجد کا خوبصورت دروازہ، بلند مینار، شاندار گنبد اور سب پر ایرنی چینی مڑھی گئی ہے۔ بعض حصوں میں اسی چینی سے دیواروں پر دیدہ زیب گلکاری کی گئی ہے۔ صحن کے تین طرف برآمدے اور حجرے ہیں جن میں طلباء مقیم ہیں اور مسجد سے متصل ایک مدرسہ دینیات قائم ہے جس میں علم کلام اور دیگر عقلی علوم کی تعلیم ہوتی ہے۔ مدرسہ کے مصارف کی پابجائی کے لیے جائیداد وقف ہے۔ مدرسہ اور مسجد کا کتب خانے گو مختصر ہے مگر نوادر سے معمور ہے۔ خطاطی کے علاوہ

www.taemeernews.com

جلد سازی کے بہترین نمونے موجود ہیں ۔ جو ایرانی فن لطیف کے شاہکار تھے ۔ روضہ العفا اور آتشکدہ کی جلدیں محو حیرت کر دیتی ہیں ۔ایک پر گلگاری اور دوسرے پر تصویر کشی کی گئی ہے۔

بازار بزرگ ایران عرب کے بازاروں کی طرح مسقف اور وسیع تو ہیں ،لیکن استنبول کے بازار کے مقابلے میں ہیچ ہیں ۔

اسی بازار سے متصل قدیم شاہی واقع ہے لیکن کسی قابل ذکر خصوصیت کی حامل نہیں ہے۔ البتہ اس کے شمالی دروازے کی کمان فن تعمیر کا اچھا نمونہ ہے۔

برطانوی قونصل خانہ کو گیا تھا جو موسم گرما کی وجہ سے ثمران میں منتقل ہوا ہے۔ مسٹر برنٹن نائب قونصل سے ملاقات ہوئی جو بڑے اخلاق سے پیش آئے اور افغانستان کی سیاحت کے لیے انڈورسمنٹ دیا۔

افغانستان کی قونصل گیری کو بھی گیا تھا جو خیاباں کسریٰ طہران میں واقع ہے۔ شیر محمد خاں قونصل خود نہ مل سکے، ان کے نائب محمد امین خاں سے ملاقات ہوئی۔

(صفحہ ۱۰۷ تا ۱۰۸ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

سعید نفسی

فرانسیسی وغیرہ زبانوں سے واقف ہیں ۔ اتحاد بین المسلمین کو عملاً مشکل خیال کرتے ہیں ۔ اگرچہ اتحاد ہند و ایران و افغانستان کے بڑے حامی ہیں ۔ بہ الفاظ دیگر فارسی بولنے والے ممالک کے مابین اتحاد کے موئد ہیں ۔ ان کا ایک سیاسی نظریہ یہ ہے کہ ہندوستان کے مسلمان جنوب و مشرق اور مغرب سے نکل کر ہند کے شمال مغربی گوشے یعنی پنجاب، سندھ اور صوبہ سرحد میں جمع ہو جائیں اور یہاں ایک اسلامی جمہوریہ کی داغ بیل ڈالیں اور باقی ہندوستان ہندوؤں کے لیے چھوڑ دیں تو پھر ایران و افغانستان اور شمال مغربی ہند کا اتحاد ایک کامل اتحاد ہو سکتا ہے۔ سعید نفسی ایران و ہند کے اتحاد کو ضروری سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ زعمائے ہند سے ایک ایران میں اور زعمائے ایران سے ایک ہند میں مستقل سکونت اختیار کرے تاکہ بوجوہ احسن دعایۂ کے ذریعہ اس اتحاد کو قائم کیا جا سکے۔

دوسرے روز مجھے بعض مقامات کی سیر کرانے کا وعدہ کر کے رخصت ہوئے۔ (صفحہ ۱۱۰)

www.taemeernews.com

ایران کی پارلیمنٹ

آغا سعید نفسی آئے تھے۔ان کے ساتھ مجلس شورائے ملی (پارلیمنٹ ہاؤز) کو دیکھنے گیا تھا۔اس کے کتب خانہ اور مطبع کا معائنہ کیا۔کتب خانہ مختصر ہے مگر جدید فارسی، انگریزی، عربی اور فرانسیسی زبان کی اچھی کتابوں پر مشتمل ہے۔فہرست مفصل و مرتب، مطبع جدید آلات سے لیس ہے۔ڈائی بنانے، تصویر کے بلاک تیار کرنے اور طباعت کا کام بھی کرتا ہے۔ایران میں تمام سرکاری کتابیں اور جرائد عربی خط نسخ کے ٹائپ پر چھپتے ہیں۔نستعلیق خط کا بہت کم رواج باقی رہ گیا ہے۔

پارلیمنٹ کی عمارت دراصل آغا مرزا احسن خاں سپہ سالار اعظم کا مکان ہے۔چوں کہ وہ لاولد تھے اس لیے ان کے انتقال کے بعد اس مکان پر حکومت نے قبضہ کرلیا۔

سلطان مظفرالدین شاہ قاچار کے زمانے میں مجلس شورائے ملی قائم کر کے اس کے سپرد کیا تھا۔تمام کمرے آراستہ اور عمارتیں عالی شان ہیں۔پارلیمان کے ارکان کی تعداد گو (۱۳۰) ہے لیکن فی الحال یہ صرف (۹۷) ارکان پر مشتمل ہے۔ہر یکشنبہ کو اجلاس ہوتا ہے۔اجلاس کا کمرہ وسیع اور شاندار ہے۔توقع ہے کہ آئندہ اجلاس پر مجھے بھی شرکت اجلاس کا موقع ملے۔

اس کے بعد ہم وزارت معارف کے دفتر کو آئے لیکن اس وقت تک وزیر معارف نہیں آئے تھے اس لیے ملاقات نہ ہوسکی۔ایک وسیع کمرے میں وزارت معارف کا دفتر جس عمارت میں واقع ہے وہ سلطان ناصرالدین شاہ قاچار کے بیٹے ظل السلطان کا مکان و مقام جس کی چھت قابل دید تعمیری صناعی کا نمونہ ہے۔کچھ اس طرح آئینہ بندی کی گئی ہے کہ آنکھیں چندھیا جاتی ہیں

ترتیب ذخیرہ آثار قدیمہ کا معائنہ کیا۔بیش بہا قالین، قدیم ایرنی کتبے، شاہانِ صفویہ کے محلات کے بعض منقش پتھر اور دروازے دیکھے۔معلوم ہوا کہ ایران کے عجائبات کا بڑا ذخیرہ غیر مرتب حالت میں ہے۔ایک فرانسیسی عالم آثار قدیمہ اور اس کا مدیر ترتیب کے کام میں مشغول ہے۔

۱۲ بجے سفارت خانہ افغانستان کو گیا۔آقائے شیر محمد خاں سفیر افغانستان سے ملاقات ہوئی۔اعلیٰ حضرت نادر شاہ کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ڈیرہ دون میں بہ زمانہ جلاوطنی پیدا ہوئے۔

www.taemeernews.com

امیر حبیب اللہ خاں کے زمانے میں وزیر جنگ تھے۔امیر امان اللہ کے زمانے میں صدر اعظم وزیر مختار اور کئی وزارتوں پر رہے اور امان اللہ خاں کے بہت مداح اور شکر گزار ہیں لیکن ان کی عجلت اور غیر سیاست دانی پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں۔(صفحہ ۱۱۰تا۱۱۲)

اصفہان

دوسرے اسلامی دارالسلطنتوں کی طرح یہاں بھی سلاطین سلف نے مساجد کی تعمیر پر اپنے محلات سے زیادہ توجہ دی۔ اصفہان میں یوں تو پچاسوں قدیم مساجد ہیں لیکن مسجد جامع (جو سب سے زیادہ قدیم عمارت ہے) مسجد شاہی، مسجد شیخ لطیف اللہ اور مدرسہ چار باغ (یہ بھی دراصل مساجد ہیں) جن کے اطراف مدرسے بنے ہوئے ہیں۔اپنی عظمت، اپنی بزرگی اور چینی (کاشی) کے کام کی خوبصورتی و بے نظیر صنعت کے لحاظ سے قابل دید ہیں۔

مسجد لطف اللہ کے سوا تمام مساجد کے صحن وسیع ہیں جن میں جابجا چبوترے اور چاروں طرف عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ہر جانب وسط میں ایک بڑی کمان اور اطراف میں چھوٹے چھوٹے حجروں اور خانقاہوں کا سلسلہ ہے۔کمانوں میں مسجد کے اندر اور باہر کی دیواروں پر رنگین چینی کا وہ کام کیا گیا ہے جو ہر سیاح کو ورطہ حیرت میں ڈال دیتا ہے۔کہیں گلکاریاں، کہیں دیدہ زیب خط میں آیاتِ قرآنی کہیں (بلکہ اکثر) خط کوفی میں یا علیؑ یا محمدؐ یا آیاتِ قرآنی منقوش ہیں۔ ہر مسجد کے مکمل معائنہ کے لیے کئی روز درکار ہیں۔خصوصاً مسجد شیخ لطف اللہ اگرچہ چھوٹی اور مختصر مسجد ہے لیکن اس کا قبہ تناسب اور خوبصورتی کے اعتبار سے لاجواب اور اس کے اندر جو کاشی کا کام ہے وہ بھی بہ لحاظ حسن تناسب اشکال و انتخاب رنگ عدیم النظیر ہے۔اندر پہنچ کر ایک سیاح گھنٹوں محو حیرت ہو جاتا ہے۔ مسجد شاہی و مسجد جامع بہت خراب حالت میں ہیں۔ان کی نگرانی و حفاظت کا انتظام نہیں ہے۔ مسجد جامع جابجا سے شکست ہو رہی ہے۔ مسجد شیخ لطف اللہ محفوظ حالت میں ہے مسجد یا مدرسہ چار باغ کی ترمیم کا منجانب حکومت انتظام کیا گیا ہے تو کام جاری ہے۔

قدیم محلات شاہی کے منجملہ جو عمارتیں باقی رہ گئی ہیں وہ چہل ستون، علی قاپو اور تالار اشرف ہیں۔چہل ستون کی عمارت اچھی حالت میں ہے۔شاہ عباس صفوی کے عہد کی عمارتوں کے اندرونی حصہ میں ایرانی مصوری کے بعض بہترین نمونے دیواروں پر اب تک محفوظ و باقی ہیں

www.taemeernews.com

خصوصاً شاہ عباس کے دربار کے مناظر اور ان میں بھی خصوصیت کے ساتھ وہ جس میں نصیر الدین شاہ ہمایوں شہنشاہ ہند امداد کے لیے آیا ہے قابل دید ہیں۔ بعض اور کمروں میں ایرانی عشرت و عشق بازی کے مناظر ظاہر کیے گئے ہیں۔ چہیل ستون کی رنگین و مہذب چھت قابل دید ہے۔ علی قابو میدان شاہ میں واقع ہے۔ اس عمارت کی تعریف سے قبل میدان شاہ کی وضاحت ضروری ہے میدان شاہ عربی ایرانی ممالک میں اس مقام کو کہتے ہیں جہاں سے کئی راستے چاروں طرف نکلتے ہیں۔ اصفہان کا میدان شاہ بہت بڑا اور طویل و عریض ہے۔ میرے اس طویل سفر کے تجربہ کی بناء پر کہہ سکتا ہوں کہ ایرانیوں کا یہ دعویٰ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ اتنا بڑا میدان تمام دُنیا میں کہیں پایا نہیں جاتا۔ اس میدان سے اطراف میں بارہ راستے نکلتے ہیں۔ اس کے چاروں طرف عمارتیں بنی ہوئی ہیں۔ ایک طرف مسجد شاہی، دوسری طرف علی قابو، تیسری طرف مسجد شیخ لطف اللہ واقع ہے۔ یہ عمارتیں گو آراستہ نہیں ہیں، لیکن شاندار و پر عظمت ہیں۔ علی قابو کے معائنہ کے بعد بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ سلاطین صفویہ نے اسی میدان کی سیر یا اس میں بیٹھ کر افواج کا معائنہ کرنے کے لیے بنوایا تھا۔ سامنے دو بلند منزلوں کی شکل وسیع دالان کی سی ہے۔ کئی ستونوں پر استادہ اس کی دیواروں کے نقوش جواب مٹ چکے ہیں۔ چھوٹی منزلوں کے کمرے بہترین چھتوں سے آراستہ خصوصاً چوتھی منزل میں محرابیں اس طرح بنائی گئی ہیں، معلوم ہوتا ہے کسی نے کاغذ کاٹ کر بنائے ہیں۔ تالار اشرف ادارہ معارف کے قریب واقع ہے۔ یہاں کی سب عمارتوں کے ساتھ ساتھ یہ عمارت بھی ظل السلطان فرزند ناصر الدین شاہ قاچار کے ظلم و زیادتی کی نذر ہوگئی ہے۔ دیواروں کے بہترین نقش گچی کے پلاستر میں چھپا دیئے گئے تھے جن کو حکومت اب کرید کر نمایاں کر رہی ہے لیکن سنہری چھت اب تک باقی اور اپنے بانیوں کی یاد تازہ کر رہی ہے۔ قلعہ قدیم کے کھنڈر میدان شاہ کے مشرق میں واقع ہیں۔ صرف دیواریں اور خندقیں باقی رہ گئی ہیں۔ اندرونی میدان میں کاشت ہوتی ہے۔ دیواریں مٹی، اینٹ یا گچی کی ہیں لیکن حجم اتنا بڑا کہ دیوار کی سطح پر وقت واحد میں دو موٹریں چل سکتی ہیں۔ اب یہ بھی قریب الانہدام ہیں۔

قلعہ کے کھنڈروں سے آگے شمال میں مسجد علی چھوٹی سی مسجد ہے لیکن اس کا بلند مینار جو اب تک حوادث زمانہ کا متحمل ہے اس کے بانی کی بلند ہمتی کا شاہد ہے۔

www.taemeernews.com

اصفہان کی تعمیر کی خوبیوں کا بیان مکمل نہیں ہوسکتا جب تک ''زاینده رود'' کے دونوں پل ''پل خواجہ'' اور ''سی وسہ پل'' کا ذکر نہ کیا جائے۔ بنیاد پتھر کی اور باقی عمارت اینٹ اور گچ کی ہے پانی کے اخراج کے خانوں کو اس طرح چبوترہ نما بنایا ہے کہ کوئی چاہے تو اس پر سیر بھی کر سکے۔

(صفحہ ۱۱۵ تا ۱۱۸ بہادر یار جنگ کا سفر نامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

خوبصورت چار مینار

طہران کے جنوب میں ۶۰ یا ۶۵ میل کے فاصلہ پر ایک مشہور مقام قم واقع ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا شہر ہے۔ ایران کے شہروں کی طرح مسقف و غیر مسقف بازار ہیں۔ حضرت فاطمہ بنت موسیٰ کاظم (جن کو معصومہ قم بھی کہتے ہیں) کے روضہ کی بدولت اس کو شہرت حاصل ہوگئی ہے۔ درگاہ پر حاضر ہوا۔ فتح علی شاہ کا بنا ہوا وسیع اور عریض روضہ ہے جس میں کانچ کا بہترین کام کیا گیا ہے۔ دو وسیع صحن، ایک مجلس خانہ اور مدرسہ بھی ہے۔ ناصر الدین شاہ قاچار نے اپنے زمانہ میں گنبد کا سنہری رنگ کیا تھا اور شمالی جانب کے برآمدے میں بھی چھت پر زرکاری کرائی تھی۔ مشرقی جانب کے برآمدے اور گنبد میں کانچ اور آئینہ بندی کا کام دیدہ زیب ہے۔ اس کے خوبصورت چار مینار اتنے بلند ہیں کہ دور دراز فاصلہ سے دکھائی دیتے ہیں۔ روضہ کے دروازے چاندی کے اور مزار اقدس پر چاندی ہی کا پنجرہ لگایا گیا ہے۔ شیخ عبدالکریم جن کا لقب آیۃ اللہ ہے اور جو قم کے سب سے بڑے عالم ہیں روضہ کے ایک گوشہ میں بیٹھے فقہ اور اُصول فقہ کا درس دے رہے تھے۔ شیخ سے استفادہ کے لیے طلباء دور دور سے یہاں آتے ہیں۔ ایک اور جگہ مجلس برپا تھی۔ آہ وزاری کی آوازیں آرہی تھیں۔ روضہ کے دوسرے گوشہ میں بی بی کے مزار کے متصل ایک کمرے میں شاہ عباس صفوی کا مزار ہے۔ لوہے اور لکڑی کی معمولی تعمیر ہے۔ ایک دوسرے کمرے میں سلطان حسین شاہ طہماسپ کی بھی ایسی ہی قبر ہے۔ شاہ اسماعیل صفوی کی قبریں سطح زمین کے برابر سفید سنگ مرمر علامت کے طور پر بچھا دیا گیا ہے۔ اس کے سوا کوئی اور نمایاں علامت قبر کی نہیں ہے۔ روضہ کہ صحن میں بہترین سبزی مائل مرمریں فرش ہے۔ گو ہر قدم پر اور اس پر مرمریں کتبے سطح زمین کے برابر بچھے ہیں مگر زائرین ان کو بے تکلف روندتے پھرتے ہیں۔

دریافت سے معلوم ہوا کہ متولی صاحب مریض ہیں مگر ان کے فرزند مجلس میں تشریف

www.taemeernews.com

رکھتے ہیں۔ وہیں ان سے ملاقات ہوئی تو اپنی خواہش ظاہر کی کہ درگاہ شریف کا خزانہ دیکھنے کا موقع دیں۔ لیکن انھوں نے مجھے سیاسی آدمی یا بالفاظ دیگر انگریزوں کا آدمی سمجھا اور حکومت کی جانب سے اجازت کا بہانہ بنا کر ٹال گئے۔ اسی مجلس میں ایک عالم آقا شیخ محمد باقر زندی کرمانی سے ملاقات ہوئی جو انگریزی بھی جانتے ہیں، روشن خیال ہیں، اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ کھانا کھلایا، دیر تک مذہبی و اسلامی مسائل پر گفتگوئی۔

(صفحہ ۱۲۰ بہادر یار جنگ کا سفر نامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

آقائے محمد علی فروغی وزیر خارجہ

دفتر میں آقائے محمد علی وزیر خارجہ سے ملاقات ہوئی۔ تقریباً بیس سال سے کئی متعدد وزارتوں کے کام انجام دے چکے ہیں۔ رئیس الوزرا کے انقرہ میں سفیر مختار کے عہدوں پر فائز رہے ہیں۔ نہایت فہیم و سنجیدہ ایرانی ہیں۔ آواز میں رعب و داب، نہایت سلیس مگر فصیح فارسی بولتے ہیں۔ میرے استفسار پر فرمایا کہ دول خارجہ سے ایران کے تعلقات خوش گوار ہیں۔ اب کوئی اجنبی سیاسی اثر ایران پر مسلط نہیں ہے۔ البتہ بعض بیرونی تجارتی اثرات سے ایران ہنوز آزاد نہیں ہو سکا ہے۔ حکومت اس بندھن سے بھی نجات حاصل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ جس کا اثر ملک کے اقتصادی حالات سے ظاہر ہے۔ اثنائے گفتگو میں ترکوں کی شکایت کی۔ ان کی فطرت جفا کار ہے۔ کسی زمانے میں بھی ان کے تعلقات اچھے نہیں رہے اور اب بھی ترکی ایران سے صاف نہیں ہے۔ وزیر خارجہ نے کہا کہ ایران کی فوجی قوت اطمینان بخش ہے۔ تقریباً ۶۰ ہزار مسلح فوج اور پچاس کے قریب جنگی طیارے ہیں۔

معلوم ہوا کہ وزیر صاحب ہندوستان کے لیے اجنبی نہیں ہیں۔ آگرہ، دہلی اور بمبئی کی سیاحت کی ہے۔ اس کے بعد وزارت مالیہ کے دفتر کو گئے اور وہاں وزیر سید آقائے سید حسین تقی زادہ سے ملاقات کی۔ زمانہ مشروطیت ایران کے مشہور سید اور قابل ترین وزیر ہیں۔ وطنی تحریکات کے سلسلہ میں تقریباً ۲۰ سال تک جلاوطن رہے اور نہایت تنگ دستی کی زندگی بسر کی تھی۔ واپس آکر کئی سال تک ممبر آف پارلیمنٹ (وکیل) رہے اور اب وزیر مالیہ کے عہدہ پر فائز ہیں۔

www.taemeernews.com

شعراءِ ایران سے تعارف

ساڑھے ساتھ بجے آقائے سعید نفسی اپنے ساتھ انجمن ادبی ایران کے ایک جلسہ میں لے گئے جو ہر شنبہ دوشنبہ کو شہزادہ افسر کے مکان پر منعقد ہوتا ہے۔ ۶۰، ۶۵ شائقین ادب کا اجتماع تھا۔ اس انجمن کے قیام کا مقصد ادبِ فارسی کی ترقی واصلاح زبان ہے۔ شہزادہ افسر جن کا نام آقائے داعی الاسلام نے مجھے ایک خط بھی دیا تھا۔ آج کل شہر میں موجود نہیں ہیں۔ مشہد میں مقیم ہیں لیکن جلسہ کے انتظامات نہایت اچھے تھے۔ آقا بدیع الزماں کی تحریک پر طے ہوا کہ افغانستان میں زبان فارسی کی طرف نوجوان جماعت کی توجہ اور رسالہ کابل کے اجراء پر ایک تقریظ لکھی جائے اور آئندہ سے اسی رسالہ کی قلمی معاونت کی جائے۔ آقائے سعید نفسی سے میرا تعارف کرایا اور ہندوستان کو فارسی زبان سے جو نسبت ہے اس کا اچھے الفاظ میں ذکر کیا۔ اس اجتماع میں عموماً طرحی غزلیں یا ادبی مضامین پڑھے جاتے ہیں لیکن اب اس طرح کی قید اُٹھادی گئی۔ شعراء نے اپنا اپنا بہترین کلام سنایا۔ نوجوانوں کی کوشش کے باوجود فارسی شاعری اپنی قدیم حالت پر قائم ہے۔ غزل میں دینی تصوف یا تغزل کے مضامین اور قصیدہ میں تشبیب وگریز وہی قدیم صورت میں جاری ہے تجدد کا فقدان ہے۔ جن شعراء کو میں نے آج سنا ان کے منجملہ آقا عزت کے کلام میں تصوف کا رنگ ہے۔ آقا عزت شجرہ فارسی زبان کو عربی الفاظ سے پاک کرنے کی کوشش میں ایک حد تک کامیاب نظر آتے ہیں۔ آقا بدیع الزماں اور آقا طوسی مشہدی دونوں اچھے شاعر ہیں۔ طوسی کے کلام میں معنی کی پختگی زیادہ ہے۔ زبان بھی شستہ ہے۔ آقا نیرنگ نے جو مجلس شوریٰ ملی کے رکن بھی ہیں، اپنے استاد ادیب مرحوم کی دو غزلیں اور وہ قصیدہ سنائے جس میں طلوع صبح کی منظر نگاری کی گئی ہے۔ معنی آفرین اور پختگی کے لحاظ سے استادانہ کلام تھا۔ نیرنگ نے اپنی بھی ایک غزل سنائی، اس میں شک نہیں کہ مشاق شاعر ہیں۔

۹ بجے جلسہ برخواست ہوا۔ میں نے اراکین انجمن سے خواہش کی کہ اس اجتماع میں جو اچھی غزلیں پڑھی جائیں وہ ہندوستان کے مشہور مجلوں میں شائع کرنے کے لیے میرے پاس روانہ کردی جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے وعدہ کیا کہ ہندوستان اور خصوصاً حیدرآباد کے مشاہیر شعراء کا فارسی کلام بھی یہاں روانہ کیا کروں گا۔ اراکین انجمن نے میری اس خواہش کو

www.taemeernews.com

امتنان کے ساتھ قبول کیا۔

۶ بجے شعرائے طہران کی ایک جماعت ملاقات کے لیے آئی تھی . آقائے اورنگ ، آقائے بدیع الزماں، آقائے شجرہ وغیرہ سے تقریباً ایک گھنٹہ تک شعروسخن کی گفتگو رہی ۔رات کو آٹھ بجے آقائے مرزا قاسم (صوراسرافیل) وزیر پوست وتیلغراف کی دعوت میں طہران کے سب سے بڑے کلب میں گیا تھا۔آقائے دہ خدا ایران کے سب سے بڑے ادیب سے بھی ملاقات ہوئی۔کھانے کی میز پر تاریخ وسیاست، سیروسیاحت غرض مختلف عنوانوں پر دلچسپ گفتگو رہی۔دس بجے کلب سے ہوٹل واپس آیا اور کچھ دیر کتاب دیکھ کر سو گیا۔

(صفحہ ۱۲۹تا۱۳۱ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیرالدین احمد)

صورِاسرافیل

سعید نفسی آئے ۔ان کے ساتھ آقائے مرزا قاسم خاں وزیر پوست وتیلغراف سے وزارت پوست وتیلغراف کی جدید عمارت میں ملاقات کی ۔ نہایت خوش اخلاق متواضع اور بامروت انسان ہیں ۔ایران کے ایک قدیم خاندان سے تعلق رکھتے ہیں ۔زمانہ مشروطیت کے دوران میں ایک اخبار موسومہ ''صوراسرافیل'' جاری کیا تھا۔رفتہ رفتہ خود ان کا لقب ''صوراسرافیل'' مشہور ہوگیا۔حتیٰ کہ یہ اپنے اصلی نام سے نہیں پکارے جاتے ۔کل مجھے اپنے یہاں شام کے کھانے پر مدعو کیا ہے۔

مغرب کے بعد باغ ملی میں کچھ وقت گزارا۔ پھر ایک ایرانی مطبخ میں پلاؤ اور کباب کھائے ۔کتاب خانہ طہران لالہ زار میں تاریخ مشیرالدولہ تلاش کرنے کی غرض سے گیا۔کتاب خانہ کے مالک آغا پرویز جوذی علم آدمی ہیں ۔ یہاں ایک چھوٹی سی بیٹھ ہر وقت پڑی رہتی ہے اور اسی پر ایران کے مشاہیر کا ہر وقت مجمع رہتا ہے۔آج یہاں کئی علماء قدیم وجدید سے ملاقات ہوئی۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر آقا سیف آزاد مدیر روزنامہ '' آزادی مشرق'' ہیں ۔ یہ روزنامہ جرمنی کے پایہ تخت برلن سے شائع ہوتا ہے۔سیف آزاد وطنیت اور وطن پرستی کے سب سے بڑے علمبردار ہیں ۔اسلامی اتحاد کے نہ صرف مخالف بلکہ اپنے تجربوں کی بناء پر اس کو ایران کے لیے باعث نقصان سمجھتے ہیں ۔ بہت پرجوش اور بے باک آدمی ہیں ۔ کہتے تھے ''ایران نے وطن پرستی

www.taemeernews.com

ہی کے جوش میں ایران، روم و نیز باقی مسلمانوں کے درمیان شیعہ کی دیوار کھڑی کی تھی۔ بالفاظ دیگر شیعت کی تحریک جاری کی تھی۔ اب بھی اس مسلک کے حامی ہیں'' ہم ایرانی ہیں باقی کسی اسلامی دُنیا سے ہم کو کوئی تعلق نہیں ہے''۔ بعد ازاں اس کی تصدیق بھی ہوئی کہ ان کے بعض جملوں سے ظاہر ہوا کہ ایرانیت اور وطنیت کے جوش میں وہ زرتشت کی بھی مدح سرائی کرنے لگے ہیں۔ ترکوں کے شاکی ہیں کہ ایران نے جنگ عمومی کے خاتمہ پر ترکوں کی مدد کی لیکن اس کے جواب میں ترکوں نے ایرانی حدود پر قبضہ کرلیا۔ غرض وطنیت کی آگ پھیلتی جارہی ہے۔ ممکن ہے خدا اس شر سے کوئی خیر پیدا کردے۔

(صفحہ ۱۳۱ تا ۱۳۵ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

محلات قاچاریہ کی سیر

آج آقا سعید کا حتمی وعدہ تھا کہ محلات قاچاریہ کی سیر اور تخت طاؤس کا معائنہ کرائیں گے۔ آٹھ بجے ان کے مکان کو گیا لیکن ساڑھے دس بجے تک وہ صاحب نہ آئے، جن کا ان کو انتظار تھا۔ (صفحہ ۱۳۲)

موت کا منہ

شکستہ پل کے قریب جب گاڑی پہنچی تو وہاں چوں کہ خطرہ کی کوئی علامت نہ تھی۔ شوفر کو پل کے باز و جدید راستہ دکھائی نہ دیا اور سیدھے موت کے منہ میں چلا گیا تین مسافروں کا تو اسی وقت خاتمہ ہوگیا اور ایک زخمی ہوا۔ ۴ بجے جب کہ کابل کے لیے صرف ایک میل کی مسافت باقی رہ گئی تھی کہ پٹرول ختم ہوجانے کی وجہ سے ہماری گاڑی رُک گئی۔ ڈرائیور پٹرول کے لیے شہر کی طرف روانہ ہوا اور ہم نے ایک راہ چلتے ٹانگے میں (جس کو یہاں گاڑی یا ان کے صحیح تلفظ میں گاڈی کہتے ہیں) اپنے ہینڈ بیاگ کے ساتھ تانگہ راں ہوشیار آدمی تھا پہچان گیا کہ میں اجنبی مسافر ہوں، میری ہدایت کہ شہر کے کسی بڑے ہوٹل میں چلے۔ اس نے مجھے کابل ہوٹل میں پہنچایا۔ امیر امان اللہ خاں نے بیرونی معزز مسافروں کے لیے یہ ہوٹل خاص طور پر قائم کرایا تھا۔

ہینڈ بیاگ کمرہ میں رکھ کر وضو کیا۔ عصر کی نماز پڑھی اور چائے پی کر ہوٹل کے نوجوان خانساماں کے ساتھ جشن نجات وطن کی سیر کو گیا۔ افسوس ہے کہ دیر میں پہنچنے کی وجہ سے جشن کی رسم

www.taemeernews.com

افتتاح مصنوعی جنگ وغیرہ جیسی اہم تقریبوں میں شرکت نہ کرسکا جو آج دوپہر تک اختتام کو پہنچیں جشن کی باقیات میں سے اب صرف روشنی اور کاکنوں کی آرائش ہے۔

(صفحہ ۱۷۸ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

آقائے فیض محمد خاں وزیر خارجہ افغانستان

ملاقات کو تشریف لائے ہیں۔ حکومت کی جانب سے انھوں نے میرا خیر مقدم کیا۔ یہ نہایت خوش خلق اور بامروت محمد زئی قبیلہ کے افغان ہیں۔ سفر کی تکلیف کا حال سن کر نہایت متاسف ہوئے۔ رخصت ہوتے ہوئے وعدہ کیا کہ انشاء اللہ کل سے میری سیر وتفریح کا پورا بندوبست کردیں گے۔ ان کے ساتھ یہاں کے ماہوار ادبی رسالہ ''کابل'' کے ایڈیٹر بھی تھے جو میری سیاحت اور میرے خیالات سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔

(صفحہ ۱۲۹ تا ۱۷۸ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

وزیر دربار نادر شاہ

۵/ جمادی الثانی ۵۰ھ م ۱۸/ اکتوبر ۳۱ء یکشنبہ آج صبح سویرے ہوٹل کے خانساماں سے معلوم ہوا کہ رات دس بجے معین صاحب وزیر دربار کو اعلیٰ حضرت نادر شاہ نے میرے پاس روانہ فرمایا تھا۔ لیکن مجھے سوتا پاکر وہ واپس ہوگئے اور اب ارک (قیصر شاہی) سے میرے لیے ناشتہ آیا ہے، جس میں ایک بہت بڑا کیک اور کئی قسم کی مٹھائیاں تھیں۔ ۹ بجے پھر سردار محمد حیدر خاں صاحب معین وزیر دربار تشریف لائے۔ یہ سردار عبدالقدوس خاں صاحب مرحوم سابق صدر اعظم افغانستان کے فرزند نہایت شریف جوان ہیں۔ اعلیٰ حضرت کی طرف سے مزاج پرسی کی اور کہا کہ انھیں بطورِ خاص روانہ فرمایا گیا ہے کہ ہوٹل کے انتظامات تشفی بخش نہیں ہیں۔ میں وزیر صاحب دربار کے مکان میں قیام کروں۔

دس بجے میں پاپیادہ ٹہلتا ہوا گاراژ شاہ محمد تک گیا اور کل کی سامان والی موٹر کی تلاش کرکے اپنا سامان ہوٹل میں لے آیا۔ ۱۲ بجے سردار فیض محمد خاں صاحب وزیر خارجہ تشریف لائے معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت نے میرے لیے خاصہ بھی قیصر شاہی سے روانہ فرمایا ہے۔ وزیر صاحب کو ساتھ لے کر میں نے مزید افغانی پلاؤ سالن اور کباب کھائے۔ پلاؤ کی یہاں بہت قسمیں ہیں۔

www.taemeernews.com

اس خاصے میں دو طرح کا پلاؤ تھا۔ اس کے بعد میوے کے قاب آئے جن کو دیکھتے ہی جی بھر گیا۔ سیب بھی اعلیٰ قسم کے انگور، غرض ہر چیز اعلیٰ درجہ کی جن میں سے میں نے ہر ایک کا صرف مزہ چکھا۔

ایک بجے پھر سردار محمد حیدر خاں معین وزیر دربار آئے اور اطلاع دی کہ اعلیٰ حضرت نے میرے لیے ایک سیون سٹیر سذان بیوگ گاڑی مقرر فرمائی ہے جو ہر وقت میری سواری میں رہے گی۔ پھر اسی گاڑی میں وہ مجھے سردار احمد شاہ خاں صاحب وزیر دربار کے یہاں لے گئے۔ سردار صاحب اعلیٰ حضرت کے حقیقی چچازاد بھائی اور موجودہ ملکہ کے حقیقی بھائی ہیں۔ ولی عہد سلطنت ان کے بھانجے نہایت وجیہہ اور بلند و بالا جوان ہیں۔ اُردو سے بخوبی واقف ہیں۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ میرے لیے چھوٹا مگر نہایت خوبصورت اور جملہ لوازمات سے آراستہ بنگلہ مخصوص کیا گیا ہے۔ ملاقات کے بعد وزیر صاحب دربار مجھے اپنے ساتھ جشن میں لے گئے جہاں پروگرام کے مطابق آج فوجی سپاہی کرتبوں کا مظاہر کرنے والے تھے۔

ایک شامیانے میں اعلیٰ حضرت نادر شاہ غازی اپنے تمام وزراء و سفراء دول خارجہ کے ساتھ رونق افروز تھے۔ کل میں نے ان کو موٹر میں دیکھا تھا اور آج مجھے ان کے ساتھ ملاقات و گفتگو کا شرف حاصل ہوا۔ پہلی ہی ملاقات میں مجھ پر یہ اثر ہوا کہ غازی اپنے وطن کے مخلص خادم، پکے مسلمان، نہایت خوش خلق، متواضع اور حلم و بردبار بادشاہ ہیں۔ مجھے دیکھ کر استادہ ہو گئے۔ خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور دست بوسی کے لیے ہاتھ بڑھایا۔ افغانی قاعدہ کے مطابق دیر تک خیریت پوچھتے رہے پھر اپنے دونوں بھائی سردار محمد ہاشم خاں صاحب صدر اعظم اور سردار شاہ محمود خاں صاحب وزیر خارجہ اور سپہ سالار سے ملایا۔ دونوں نے مصافحہ کیا اور بڑے اخلاص سے گفتگو کی۔ آقائے عبدالاحد خاں صاحب انھیں مجلس شوریٰ ملی اور آقائے مرزا محمد خاں صاحب وزیر تجارت حرفت سے بھی ملاقات ہوئی۔ فوجی قوت بڑھانے کی جانب سب سے زیادہ متوجہ ہیں چنانچہ آج افغانستان کی حربی طاقت اس سے کہیں زیادہ ہے جو امیر حبیب اللہ خاں کے زمانہ میں تھی۔ مجھے افسوس ہے اور میرے ہر ملاقاتی نے اظہار افسوس کیا کہ میں کل کی مصنوعی جنگ کا مظاہرہ دیکھ نہ سکا۔ آج فوجی سپاہیوں نے جمناسٹک کے بہت اچھے کرتب دکھائے دوران مظاہرہ میں جب رسہ کشی شروع ہوئی۔ اعلیٰ حضرت نے مجھ سے استفسار فرمایا کہ کونسی جماعت جیتے گی۔

www.taemeernews.com

میں نے جانب راست کی پارٹی کی نسبت اپنا خیال ظاہر کیا، اپنے تمام مصاحبین سے استفسار کے بعد فرمایا، نواب صاحب بجانب راست نیست، میں نے کہا ''راستی موجب رضائے خداست'' فرمانے لگے ''کیا کھیل کود میں بھی''۔ میں نے کہا ''ہاں ہر چھوٹے بڑے کام میں''۔ لیکن سوئے اتفاق سے بائیں طرف کی جماعت جیت گئی۔ اعلیٰ حضرت نے میری طرف مسکرا کر دیکھا۔ میں نے کہا ''اعلیٰ حضرت یہ خلاف توقع نہیں ہے کیوں کہ آج کل دُنیا ہر معاملے میں راستی کی مخالف سمت میں حرکت کر رہی ہے''۔ حاظرین اور اعلیٰ حضرت میرا جواب سن کر بہت محظوظ ہوئے۔

میری فارسی افغانستان کے لیے وجہ حیرت بنی ہوئی ہے وہ کسی قدر غیر فصیح فارسی بولتے ہیں۔ مجھے ایران میں قیام کی وجہ سے فارسی بول چال میں ذرا سی مشق ہوگئی ہے۔ ہر شخص میری فارسی گفتگو کو استحسان اور حیرت سے سنتا ہے۔

یہاں میری تواضع قدیم کی دو وجوہ ہیں۔ جن کا آج اعلیٰ حضرت نے بھی اظہار فرمایا پہلی وجہ یہ ہے کہ سلطنت اسلامیہ حیدرآباد کا میں پہلا شخص ہوں جس نے دارالسلطنت افغانستان تک آنے کی زحمت گوارا کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ میں خود بھی نسلاً افغان ہوں۔

نمائشی جمناسٹک کرتب ختم ہونے کے بعد میں نے اپنی موٹر میں جشن گاہ کا ایک چکر لگایا۔ یہ پشاور کے راستے میں شہر کے کنارے پر ایک وسیع میدان ہے جس کو ''چمن حضوری'' کہتے ہیں یہیں روشنی کا اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا گیا ہے۔ بجلی کے رنگ برنگے قمقمے کل رات کو بہت لطف دے رہے تھے۔ ہر قسم کی دکانیں یہاں قائم کی گئی ہیں۔ سب سے زیادہ رونق قہوہ خانوں پر ہے جہاں ایک قوال بیٹھا ہندوستانی، افغانی یا ایرانی میں نغمہ سرائی کر رہا ہے۔ ہندوستانی مٹھائی اور پارچہ کی دکانیں بھی ہیں۔ میدان کے دوسرے جانب ایک چھوٹی سی جھیل ہے جس کو مقامی اصطلاح میں ''کول'' کہتے ہیں۔ کشتیوں کے ذریعہ لوگ اس کی سیر و تفریح سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ چوں کہ افغانستان میں کوئی مستقل سینما نہیں ہے اس لیے اس تقریب کے ضمن میں بطورِ خاص ایک سینما گھر بھی قائم کیا گیا ہے چند مسمیریسٹ اور شعبدہ باز بھی طلب کیے گئے ہیں۔ منڈپ جابجا قائم ہیں۔

یہاں سے ہم بازار کابل کے وسط سے ہوتے ہوئے ''دارالامان'' کی فرحت بخش پرفضا

www.taemeernews.com

اور وسیع سڑک پر نکل آئے۔ دونوں طرف چنار کے مسلسل اور متناسب درختوں کا سلسلہ تقریباً چھ میل تک چلا گیا ہے۔ دارالامان وہ نامکمل و نامعلوم قصر شاہی ہے، مغربی طرزِ تعمیر پر کابل سے تقریباً ۸ میل جانب مغرب امان اللہ خاں نے بڑے اہتمام سے تعمیر کیا تھا۔ نہایت ہی شاندار سہ منزلہ وسیع عمارت ہے لیکن ابھی اس کی تعمیر مکمل نہ ہوئی تھی کہ قسمت نے امان اللہ خاں کو جلاوطن کر دیا۔ ان کے حکم سے امراء سلطنت نے بھی دارالامان کی طرف ''جاردیہ'' ہیں جو ایک زراعتی رقبہ تھا۔ چھوٹے چھوٹے خوشنما بنگلے تعمیر کرنے شروع کیے تھے یہ سب مکمل اور نامکمل بنگلے بھی خالی پڑے ہیں۔ خود اعلیٰ حضرت نادر شاہ ولی خاں کا بھی ایک بنگلہ یہاں موجود ہے۔ اب حکومت نے ان عمارتوں کی تکمیل کی طرف توجہ کی ہے۔ کار تعمیر نہایت ست رفتاری کے ساتھ شروع کیا گیا ہے۔ اس کے اطراف خوشنما و خوش منظر باغوں کا وسیع سلسلہ چلا گیا ہے جو کابل کی بہترین سیر گاہ ہے۔ اس پرشوکت عمارت کی مغربی جانب تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ایک اور مگر مختصر اور شاندار عمارت ہے جو ''تپہ امانی'' کہلاتی ہے۔ تپہ افغانستان میں مٹی کے بلند ٹیلے کو کہتے ہیں۔ امان اللہ خاں چاہتے تھے کہ ''دارالامان'' دوامیر رسمی کے لیے مخصوص ہو، اور ان کی اپنی قیام گاہ تپہ امانی میں رہے۔ یہ عمارت بھی گو نامکمل ہے مگر تھوڑا کام باقی ہے۔

مصر

سیاحتِ مصر کا روزنامچہ تلاش بسیار کے باوجود دستیاب نہ ہوا۔ مگر دورانِ تلاش میں سیاحتِ مصر پر قائد ملت کا خود نوشتہ وہ جامع نوٹ مل گیا جو آپ نے مصر کے دورانِ قیام میں روزنامہ رہبر دکن کے لیے مرتب فرمایا تھا۔ اس نوٹ کو یہاں بجنسہٖ نقل کیا جاتا ہے تاکہ روزنامچہ کی عدم دستیابی کے باعث سفرنامہ کی گمشدہ کڑیوں کی بوجوہ احسن تکمیل ہو سکے۔ (مرتب)

جغرافیہ

دُنیا کے نقشہ پر افریقہ کے شمال اور طرابلس الغرب کے مشرق میں سوڈان سے متصل بحرابیض کے جنوب میں مشرقی کنارہ نہر سوئز کے ذریعہ جو سرزمین براعظم ایشیاء سے جدا ہوتی ہے اسی کا نام مصر ہے جس کا رقبہ مملکت آصفیہ سے ساڑھے چار گنا بڑا (یعنی تین لاکھ تراسی ہزار میل مربع) لیکن آبادی ممالک محروسہ سرکار عالی کی آبادی کے تقریباً برابر یعنی ایک کروڑ ستائیس لاکھ

www.taemeernews.com

ہے جس میں صرف گیارہ لاکھ نصاریٰ اور یہود اور باقی سب مسلمان ہیں۔

مصر کی ساری رونق اور اس کی تمام قدر و قیمت صرف دریائے نیل کی مرہونِ منت ہے جو اس کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیراب کرتا چلا گیا ہے۔ مصر میں بارش بہت کم ہوتی ہے یہاں کا واحد ذریعہ آبپاشی دریائے نیل کی طغیانی ہے جس کی تاریخیں ایک مصری ملاح اسی طرح اُنگلیوں پر گنتا رہتا ہے۔ جس طرح دکھنی کاشت کار روہنی اور مرگ کی کاریتوں کا منتظر رہتا ہے۔ دریائے نیل کی طغیانی سے ایک خاص قسم کی مٹی میدانوں میں پھیل جاتی ہے جس سے زمین زرخیز اور کاشت میں قابل لحاظ اضافہ ہوتا ہے۔ مصر کی اہم پیداوار روئی ہے جو لمبے ریشے اور ملائمت کے باعث ساری دُنیا میں مشہور ہے۔ ہر قسم کا میوہ اور ترکاری بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ گیہوں، جو، مکئی اور چاول کی کاشت بھی ہوتی ہے۔ امراء اپنے باغوں میں آم کے درخت بھی لگا رکھے ہیں۔ میں غریب الدیار اپنے سفر کے دوران آموں سے محروم ہوں لیکن عبدالملک خطیب بک سفیر حجاز نے تازہ آموں کا شربت پلایا جو نعمتِ غیر مترقبہ تھا۔

مصر کا موسم معتدل ہے۔ سرما کی تو سب تعریف کرتے ہیں کہ خوش گوار ہوتا ہے لیکن میں یہاں کے شدید موسم گرما میں ہوں اور گرمی ایسی ہے جیسی ہمارے ہاں اوائل ماہِ اردی بہشت میں ہوتی ہے۔

تاریخ

مصر کا تمدن اور اس کی تاریخ اتنی قدیم ہے کہ اس مختصر سی یادداشت میں مفصلات کا ذکر کیا مجملات کی بھی گنجائش نہیں۔ یہ سرزمین بے شمار تاریخی ادوار کا مرقع ہے۔ فراعنہ کی عظمت کے مٹے ہوئے نشان یہاں پائے جاتے ہیں۔ ان تمدن سے حکمائے یونان کی خوشہ چینی کی یادگاریں بھی ملتی ہیں۔ قرطاجنہ اور روما کے استند اب کا زمانہ بھی اس پر گزر چکا۔ خلفائے راشدین کی خلافت، بنو اُمیہ کی سیاحت، بنی عباس کی شوکت، فاطمین کی عیش پسندی اور ترکوں کی جنگجوئی کے دور بھی اس کو یاد ہیں۔ نپولین کے تاخت و تاراج کی داستاں بھی اس نے فراموش نہیں کی ہے اور اب برطانوی استعماریت کا شکار ہے۔

www.taemeernews.com

موجودہ سیاسیات

شاہ فواد اول کو قدرت کے پراسرار ہاتھوں نے اٹلی کی ہوٹلوں سے لاکر قصر عابدین میں متمکن کیا۔ ۱۹۲۴ء پارلیمان کے قیام اور نفاذ دستور کے سلسلہ میں سعد غلول پاشاہ کی مساعی مشکور ہوئیں۔ سیاسی اصطلاح میں مصر ایک دستوری حکومت ہے۔ برطانیہ کے زیر استناد اب ہے۔ اس کی پارلیمان دو حصوں پر منقسم ہے۔ ایک مجلس النواب (دارالعوام) اور دوسرے مجلس الشیوخ (دارالامراء) ایک مجلس الوزراء (مجلس تنفیذیہ) بھی ہے جس کا صدر رئیس الوزراء (صدر اعظم) کہلاتا ہے اور وزراءِ مجلس النواب و مجلس الشیوخ کے سامنے جواب دہ ہے۔ حسن اتفاق سے میرے زمانہ قیام میں بمقام قاہرہ مصری پارلیمان کا افتتاح عمل میں آیا۔ مجھے اس کی کارروائیاں دیکھنے کا موقع ملا۔ ۲۰/ جون ۱۹۳۱ء کو قصر عابدین سے برلیمان (پارلیمنٹ) جانے والی شاہراہوں پر فوجی انتظامات شروع ہوئے۔ قاہرہ کے اطراف و جوانب سے لوگ اس قومی رسم کے مظاہرہ کے لیے جمع ہوئے تھے۔ ہر چوراہے پر بیانڈ اور مقامی باجے سلامی کے وقت سامعہ نوازی کے لیے مہیا کیے گئے تھے۔ ۹ بجے توپوں کی گرج نے قصر عابدین سے بادشاہ کی برآمدگی کی خبر دی۔ ایک سنہری شاندار گاڑی میں جس کو آٹھ گھوڑے کھینچ رہے تھے۔ جلالۃ الملک شاہ فواد اول سوار تھے اور ان کے بازو اسمٰعیل صدقی پاشا رئیس الوزراء بیٹھے تھے۔ شاہی سواری کے آگے پیچھے سفید لباس میں سفید گھوڑوں پر سوار مختصر باڈی گارڈ تھا۔ بادشاہ بھی سفید فوجی لباس میں تھے جب ان کی گاڑی قریب پہنچی تو ''یعیش جلالۃ الملک'' اور ''یعیش ولی عہد'' کے نعروں سے فضا گونج اُٹھی۔ ایک دو آوازیں ''یحیٰی صدقی پاشا'' کی بھی آئیں لیکن اس طرح جیسے بھنچتے ہوئے گلے سے نکل رہی ہوں۔ آدھ گھنٹے کے بعد پارلیمان کا افتتاح کر کے بادشاہ قصر عابدین کو واپس ہوئے۔ افتتاح کے تیسرے روز میری تحریک پر وزارت عظمیٰ کے دفتر سے مجھے پارلیمان کے معائنہ کی اجازت ملی اور ۱۴/ جون کو شام کے چھ بجے احمد بک کامل مدیر ادارۂ امن العام کے سکریٹری مجھے لینے کو آگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ برلیمان حکومت نے بطور خاص میرے استقبال و معائنہ کے احکام دیئے تھے۔ خود ارکان مجلس النواب و مجلس الشیوخ کی موٹروں کے برخلاف جو باہر دروازہ ہی پر چھوڑی جاتی ہیں میری موٹر پورٹیکو تک لائی گئی۔ پارلیمنٹ کے سکریٹری نے استقبال کیا اور حکومت کے خاص مہمانوں

www.taemeernews.com

کے برآمدہ میں مجھے بٹھایا گیا۔ مجلس النواب اور مجلس الشیوخ کے لیے علاحدہ علاحدہ اجلاس بنے ہیں۔ کارروائی کے ابتدائی دن ہیں۔ اس لیے کوئی مباحثہ جاری نہیں تھا بلکہ مختلف مسائل کی تحقیقات وترتیب کے لیے سلکٹ کمیٹیاں منتخب کی جارہی تھیں۔

مصر اپنے دوسرے ہمسایہ ممالک کی طرح بہت اہم داخلی سیاسی دور سے گزر رہا ہے۔ یہاں فی الحال پانچ سیاسی جماعتیں ہیں۔ وفدی، احرار دستوری، اتحادی، وطنی اور شبعی۔ سب سے قوی اور بااثر جماعت وفدیوں کی ہے جس نے سعد زاغلول پاشاہ کی زیر قیادت مصر کے لیے ۲۴ء میں دستور حاصل کیا اور اب تک استقلال کاملہ کے دعاوی کے ساتھ برسر پیکار ہے اور حزب الشعب سب سے آخری جماعت ہے جو صدقی پاشاہ نے اپنی حکومت کی تائید کے لیے حال میں ترتیب دی ہے۔ قیام مجلس النواب کے بعد سے کچھ دنوں قبل تک ملک پر وفدی جماعت ہی کی حکومت تھی۔ ایک مسودہ قانون پر مصطفےٰ نحاس پاشا موجودہ رئیس جماعت وفد نے بادشاہ سے ناراض ہوکر وزارت سے استعفیٰ دے دیا۔ عام خیال یہ تھا کہ کوئی شخص وزارت قبول نہیں کرے گا اور مجبوراً پادشاہ کو نحاس پاشاہ کی پیش کردہ شرائط تسلیم کرکے وزارت ان کے سپرد کرنی پڑے گی مگر حزب الاحرار کے ایک سابق وزیر اسمٰعیل صدقی پاشاہ نے اپنی جماعت اور وفدیوں کے خلاف نے نہ صرف وزارت قبول کرلی۔ بلکہ جبر واستبداد اور قوت کے ذریعہ اس کو ایک حد تک مستحکم بھی کرلیا۔ وزرات کے ہاتھ سے جانے کے باوجود مجلس النواب اور مجلس الشیوخ میں وفدیوں کی اکثریت تھی اور وہ صدقی پاشاہ کی ہر تجویز کی مخالفت کرکے بلکہ کئی دفعہ اس پر بے اعتمادی کا ووٹ پاس کرکے اس کی حکومت کو کمزور کرنا چاہتے تھے۔ اس پارلیمان کے انتخابات میں جس کے افتتاح کا ذکر اُوپر ہوا صدقی پاشاہ نے حکومت کی پوری قوت وفدیوں کے خلاف برتی اور گو سارا ملک چیختا رہا کہ یہ ظلم ہے جبر ہے لیکن اس نے ایک نہ مانی اور ایسا انتخاب کرایا کہ دونوں مجلسوں میں ایک بھی وفدی یا احراری نظر نہیں آتا۔ سوا الضیاء کے جس کے منہ پر بقول مصطفےٰ نحاس پاشا مہریں لگادی گئی ہیں۔ وفدیوں کے تمام اخبار مسدود کردیئے گئے ہیں۔ وفدیوں کے کلب اور بیت الامہ (زاغلول پاشاہ کا گھر) پر ہر وقت پولیس کا پہرہ لگا رہتا ہے۔ وفدی جیل خانوں میں جارہے ہیں، پٹ رہے ہیں اور مر رہے ہیں مگر اپنی کوششوں میں استقلال کے ساتھ مصروف ہیں

www.taemeernews.com

حزب الاحرار اور وفدیوں کے درمیان اختلاف تھا لیکن صدقی پاشاہ کی مخالفت نے ان کو متحد ہونے پر مجبور کر دیا۔ اہل ملک مصطفےٰ نحاس پاشاہ سے بہت محبت کرتے ہیں جس کے کئی والہانہ مناظر میری آنکھوں نے دیکھے ہیں۔

سکہ

مصر اپنا سکہ رکھتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے :

۵ یلم	ایک تعریفہ
۲ تعریفے یا ۱۰ یلم	ایک غرش صاغ
۵ غرش صاغ	ایک شلن (شلنگ)
۴ شلنگ یا ۲۰ غرش صاغ	ایک ریال
۵ ریال یا ۱۰۰ غرش صاغ	ایک لیرا
ایک لیرا مصری	ایک گنی اور ایک پنس انگریزی

گویا ایک غرش صاغ جو یہاں کا سب سے زیادہ چالو سکہ ہے ڈھائی آنہ کلدار کے برابر ہوتا ہے اور ۷ غرش صاغ ایک روپیہ کلدار کے برابر ہوتے ہیں۔

ٹپہ

مصری حکومت کا ٹپہ بھی ہے جس پر اہرام ابوالہول اور دوسرے مصری قدیم آثار اور خود بادشاہ سلامت کی تصویر بنی ہوئی ہیں۔

فوج

مصری فوج کی تعداد سات ہزار ہے لیکن ملک میں تقریباً اتنی ہی فوج انگریزوں نے مختلف حیلوں سے رکھی ہے۔ خود قاہرہ کی گود میں انگریزی فوجوں کی ویسی ہی چھاؤنیاں ہیں جیسی بلارم اور سکندرآباد میں (حیدرآباد سے متصل) برار، کڑپہ اور بلاری کا خون چوس کر پلے ہوئے آستین کے سانپ لہرا رہے ہیں۔ مصر میں فوجی تعلیم جبری قرار دی گئی ہے۔ ایک معینہ عمر تک ہر فلاح کا لڑکا سپاہی بننے پر مجبور ہے۔ ایک دینی درس گاہ بھی ہے جہاں فنونِ حرب کی تعلیم مصر کے سپوتوں کو انگریز ماہرین دیتے ہیں۔ گویا مچھلی کا بچہ مگرمچھ سے تیراکی کا سبق لے رہا ہے۔ فوج اور

www.taemeernews.com

پولیس کے اعلیٰ افسر عموماً انگریز ہیں۔ دوسری حکومتوں میں مصر کے سفیر برائے نام ہیں جن کا کام عموماً پاسپورٹ پر مہر و دستخط کرنے کے سوا اور کچھ نہیں۔ مجھے تو یہ شرف بھی حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملا۔ بمبئی کے ہائی کمشنر پولیس نے لکھ دیا تھا کہ ایک سال تک یہ مصر میں جتنی دفعہ چاہیں جا سکتے ہیں اس لیے مصر کے دروازے میرے لیے کھلے تھے۔ میں نے جہاں تک غور کیا مصر کا سیاسی مرتبہ مجھے حیدرآباد سے کچھ زیادہ بلند معلوم نہ ہوا۔ اگر کچھ امتیازات نظر آتے ہیں تو وہ محل وقوع اور شکاریوں کی باہمی رقابتوں کا نتیجہ ہیں جو بدقسمتی یا خوش قسمتی سے حیدرآباد کو نصیب نہیں ہے۔

تجارت، صنعت و حرفت اور زراعت

جب ترکی سے یونانیوں کا دیس نکالا ہوا تو انھوں نے اپنے ڈیرے جما دیئے۔ نپولین نے فرانسیسیوں کے قدم پہلے ہی سے مضبوط کر دیئے تھے۔ اٹلی کا اس پر حق تھا۔ کلیوپٹرا کی داستان کا ایک ایک حرف امتداد زمانہ کے باوجود اسکندریہ کے در و دیوار پر منقوش ہے اور سکندر اعظم کی ہڈیاں ہنوز مصر کی سرزمین میں دفن ہیں۔ یہودیوں کو دُنیا کے کس ملک کی تجارت میں دخل نہیں ہے جو مصر ان کے چنگل سے محفوظ رہ جاتا۔ رہ گئے انگریز تو ان کی بلا ہی رد ہے۔ الغرض تجارت کے ان عناصر خمسہ نے مصری تجارت کو اپنا اجارہ بنالیا ہے۔ مصری بھی تجارت کرتے ہیں۔ لیکن ویسی ہی جیسی ہندوستان میں مسلمانوں کی تجارت۔ مصر میں امام دین انڈین ٹیلر، عبدالرسول کشمیری اور پھوڈل برادرس کی بڑی بڑی دکانوں کو دیکھ کر مسرت ہوئی۔ اور بھی کئی ہندوستانی ہندوؤں اور مسلمانوں نے یہاں تجارت قائم کر کے مستقل سکونت اختیار کر لی ہے۔

مصر کی زندگی بہت مہنگی ہے۔ اشرفیاں اتنی تیزی سے خرچ ہوتی ہیں کہ ہمارے یہاں روپے بھی اتنی جلدی صرف نہیں ہوتے۔ اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ بہ لحاظ قیمت یہاں کا سکہ بڑا ہوتا ہے۔ سب سے چھوٹا سکہ ''تعریفہ'' ہے جو کلدار ایک آنہ سے زیادہ قیمت رکھتا ہے۔ پیسہ اور پائی کا تو ذکر ہی نہیں۔

مصر کی درآمد ہونے والی اشیاء میں وہ سب چیزیں شامل ہیں جن کی ایک متمدن ملک کو ضرورت ہے اور جن کے ذریعہ مشرق کی دولت مغربی ممالک میں منتقل ہو سکتی ہے۔ برآمد میں سب سے بڑی چیز روئی ہے لیکن اس سال اس کے بھی لالے پڑے ہیں اور فلاح پریشان نظر

www.taemeernews.com

آتے ہیں کیوں کہ انگریزی حکومت نے سوڈان میں مصر ہی کے جیسی عمدہ روئی کی کاشت کا انتظام کرلیا ہے۔ اس لیے مانچسٹر اور لنکاشائر میں مصری روئی کی ویسی مانگ نہ رہی جیسی پہلے تھی۔ گزشتہ سال کی پیداوار کوٹھوں میں بھری پڑی ہے اور سال حال کی فصلیں کھیتوں میں لہرا رہی ہیں ۔

مصر کی صنعت کے متعلق کچھ نہ لکھنا ہی بہتر ہے۔ اپنے پندرہ روزہ قیام کے دوران میں مجھے تین چار بلند چمنیاں نظر آئیں۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ ایک دو تو سگریٹ سازی کے کارخانے ہیں اور ایک دو کپڑا بننے یا زیادہ صحیح یہ ہے کہ روئی صاف کرنے کی گرنیاں ہیں۔ حکومت نے بھی اب تک کوئی توجہ نہیں دی ہے۔ مغربی کپڑے کے مقاطعہ کی تحریک جو وفدیوں نے آغاز کی ہے، ممکن ہے صنعتی ترقی کا باعث بنے۔

مصر زراعتی ملک ہے اور وہاں کی زراعتی حالت نہایت ہی اطمینان بخش ہے۔ دریائے نیل سے مختلف چھوٹی چھوٹی نہریں نکال کر ملک کے اطراف و جوانب کو سیراب کیا گیا ہے اور ملک کی تمام دیہاتی آبادی زراعت پیشہ ہے۔ سب سے اہم زراعت روئی کی ہے۔ خریف و ربیع عموماً یہی دونوں فصلیں ہوتی ہیں اور زمین بھی ہمارے یہاں کے مرہٹواڑہ علاقہ کی طرح سیاہ ہے۔ روئی کی عمدہ قسم کے اسباب جہاں اچھی اراضی اور آب و ہوا کا اعتدال ہیں وہیں حکومت کی نگرانی بھی ایک بڑا سبب ہے۔ کاشت کے لیے سب سے اہم چیز بیج ہے اور حکومت نے اس کی تقسیم اپنے ذمہ لے رکھی ہے۔ خراب بیج تلف کیا جاتا ہے اور صرف عمدہ اور درجہ کا تخم بلحاظ رقبہ اراضی رعایا میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ اب ہندوستان نے اس طرف توجہ کی ہے اور حیدرآباد میں بھی اس غرض کے لیے ماہرین کی خدمات حاصل کی ہیں۔ خدا سے اُمید ہے کہ یہ مساعی مشکور ہوں گی۔

طرزِ معاشرت

مصر اور دیگر بلادِ اسلامیہ کی طرزِ معاشرت میرے خیال میں ایک مستقل عنوان ہے، جس کی تفصیل یہاں باعثِ طوالت ہوگی۔ ہندوستان کی طرح مصر میں بھی دیہاتی اور شہری زندگی میں بہت بڑا فرق ہے۔ مصر کا فلاح (کاشت کار) مشرقی تہذیب کا نمونہ اور اسلامی سادگی پر معمل نظر آتا ہے۔ اس کے پست لیکن پختہ اور صاف ستھرے مکان ہیں۔ اگرچہ کوچ کری نے دخل پالیا ہے لیکن وہ خود اور اس کے بیوی بچے فرش پر بیٹھتے ہیں اور کھانے میں کانٹے چھری کا استعمال بھی

www.taemeernews.com

نہیں کرتے۔اس کی بیوی قدیم وضع کا عربی ڈھیلا ڈھالا ٹخنوں تک لٹکتا ہوا لباس پہنتی ہے۔سر اور چہرے کے سوا کوئی عضو بدن عریاں نہیں۔باہر جاتی ہے تو سر پر سے بھی ایک شال اُوڑھ لیتی ہے۔ وہ خود پنڈلیوں سے اُونچے ایک پاجامہ پر ٹخنوں تک لٹکتا ہوا ایک ڈھیلا ڈھالا کرتہ پہنتا ہے۔کمر پر لمبا پٹکا باندھتا ہے اور کبھی اس کرتے پر کوٹ بھی پہن لیا جاتا ہے۔لیکن شہری زندگی خصوصاً مصر میں زیادہ گراں اور مغرب زدہ ہوگئی ہے۔مرد تقریباً سوٹ پہنتے ہیں۔عورتیں پیرس کے جدید سے جدید فیشن کا نیم عریاں لباس پہنتی ہیں۔معیارِ حیات کے بلند ہونے سے زندگی بہت گراں ہوگئی ہے۔دربان ۳ یا ۴ گنی اور موٹر ڈرائیور ۸ یا ۱۰ گنی ماہوار تنخواہ سے کم نہیں قبول کرتا۔غریب سے غریب مصری کے گھر میں بھی ایک ڈرائنگ روم اچھی طرح آراستہ ہوتا ہے۔مصری عورت فلسطینی عورتوں جیسی تو نہیں لیکن سلیقہ شعار اور صفائی پسند مگر مشرف ہوتی ہے۔

مصری عورتوں نے پردہ قطعاً اُٹھا دیا۔جدید تعلیم یافتہ عورتوں اور یورپ کی ایک فیشن ایبل خاتون میں تمیز کرنا دشوار ہوتا ہے۔شام کے وقت حدیقۃ الحیوانات میدان ابراہیم پاشا اور نیل کے کنارے اس کے حسن نیم عریاں کی تماشا گاہیں ہیں، مغربی وضع کے ترشے ہوئے بال، ہونٹ اور گال کی مصنوعی سرخی، کھلے بازو، کبھی ہم رنگ چشت ریشمی پاتابوں میں، کبھی زانو تک عریاں پاؤں، اُونچی ایڑیوں کی جوتیاں پہنے آج کل کی نوجواں مصری بیٹیاں اور آنے والی نسلوں کی مائیں اپنے حسن کی نمائش کرتی پھرتی ہیں۔ایسے حیا سوز مناظر کم از کم مجھ جیسے قدامت پسند مشرقی کو تو غرقِ ندامت کرنے کے لیے کافی ہیں۔

اس کے باوجود مصر میں اب بھی گھٹنوں تک اُٹھا ہوا چست سیاہ ریشمی برقعہ پہننے والیوں کی کمی نہیں ہے جو نقاب اُوڑھ لیتی ہیں۔لیکن نقاب نہایت مہین سیاہ جالی کا ہوتا ہے اور ناک سے نیچے صرف شہابی ہونٹوں اور زنخدان کی پردہ داری کرتا ہے۔ناک پر بدنال کی ایک خوبصورت نلکی سونے اور چاندی کے حلقوں سمیت بندھی ہوئی ہوتی ہے جس کے دونوں طرف سرمہ سے نہیں بلکہ کاجل سے تیز کئے ہوئے دشتہ مژگان مشق ناز کرتے ہیں۔

زبان

مصریوں کی عام زبان عربی ہے جو فرانسیسی، انگریزی اور ترکی سے اس طرح مخلوط ہوگئی

www.taemeernews.com

ہے اور تخفیف وسکون کا عمل اس بے دردی سے کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے بڑے سے بڑے عالم کے لیے بھی قاہرہ کے کسی تعلیم یافتہ مصری کی زبان سمجھنا دشوار ہوتا ہے۔ مصری (ق) کا تلفظ (ء) ہمزہ سے، (خ) کا (ک) سے اور (ث) کا (ت) سے کرتے ہیں۔ گویا اصل کورگل، قوی کو اُوی اور ثلث کو تلت کہتے ہیں۔ مصر میں عربی کے اور فرانسیسی عام طور پر سمجھی اور بولی جاتی ہے اور اب انگریزی جاننے والوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے۔ فرانسیسی زبان کا اثر لباس کی طرح عورتوں ہی پر سب سے زیادہ ہے۔ مصری تعلیم یافتہ عورت عربی سے زیادہ فرانسیسی بولتی، لکھتی اور سمجھتی ہے۔ اُم المصرئین صفیہ زغلول خانم نے مجھے اپنی تصویر دیتے ہوئے پوچھا کہ اس پر کس خط میں دستخط کریں میں نے کہا عربی مجھے سب زبانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ انھوں نے عربی خط میں مجبوراً دستخط کیے لیکن خط ایسا جیسے بچوں کا ہوتا ہے اور جب تاریخ لکھی تو وہ صفر کے نیچے اخبار سے دیکھ کر لکھے۔ حالاں کہ ان سے بڑھ کر فرانسیسی کسی عالم اور ذی مرتبت مصری عورتوں میں کیا مردوں میں بھی مشکل ہی سے کوئی ہوتا۔

اخبار المعظم (مصر کا مشہور اخبار) کے عرب مسیحی ایڈیٹر کی صاحبزادی سے جو فلسطین کے سابق ڈائرکٹر جنرل سررشتہ تعلیمات مسٹر جارج انتونیو (عرب مسیحی) کی بیوی ہیں، ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے انگریزی میں گفتگو کی اور کہا کہ ان کی عربی بہت ناقص ہے۔ (حالاں کہ زبان و معاشرت کے لحاظ سے مصر اور فلسطین کے ایک مسلمان عرب یا ایک مسیحی عرب میں کوئی فرق نہیں ہے)

غذا

دوسرے عربی ممالک اور مصر کی غذا میں بہت کم فرق ہے۔ روٹی کئی طرح سے پکائی جاتی ہے اور عموماً تنوری ہوتی ہے۔ پراٹھا یا ہندوستانی چپاتی کہیں دیکھنے میں نہیں آئی۔ کھیرے، بیگن، ٹماٹے اور بڑی سے بڑی مرچوں میں اُبلے ہوئے چاول اور برائے نام قیمہ بھر کر بھی پکایا جاتا ہے۔ ایک قسم کا لیس دار لیکن بے مزہ سالن جو امباڑہ سے مشابہ ہے بڑے اشتیاق سے کھایا جاتا ہے۔ ہر چیز اُبلی ہوئی بھوننے یا بگھارنے کے طریقہ سے یہاں کے لوگ قطعاً واقف نہیں۔ چاول پکائے جاتے ہیں لیکن اول تو عمدہ چاول میسر ہی نہیں آتے۔ پھر اس کو پکایا بھی ٹھیک نہیں جاتا۔

www.taemeernews.com

مرغ اور مچھلی یورپی طرز پر آنو یا انڈے میں چیر کر پکاتے ہیں۔ آج کل یہاں تربوز کی بھرمار ہے۔ بازار گلیاں اور کوچے تربوز سے بھرے نظر آتے ہیں اور ہر دعوت میں کھانے کے بعد تربوز ایک لازمی عنصر ہے۔ یوں بھی آپ کسی سے ملنے جائے تو قہوہ اور افشردہ کے ساتھ بطیخ یا تربوز کی اصلاح میں ہب ہب آپ کی خدمت میں ضرور پیش کیا جائے گا اور جبراً کھلایا جائے گا۔

تعلیم

مصر میں تعلیمی حالت بہت اچھی ہے۔ ہر قسم کے ابتدائی اور اعلیٰ فنی اور صنعتی سرکاری مدارس قائم ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے مشن اسکولوں کی بھی کمی نہیں۔ انگریزی اور فرانسیسی اختیاری زبانیں ہیں اور ہر قسم کی تعلیم عربی زبان میں ہوتی ہے۔ دینیات کی طرف سے بھی لاپرواہی نہیں برتی گئی۔ مدارس کے نصاب میں حیدرآباد کی طرح دینیات کا مختصر سا نصاب شامل ہے۔ مصر بلکہ دُنیا میں اسلامی علوم کی سب سے بڑی درس گاہ جامع ازہر کے معائنہ کا شرف بھی حاصل ہوا۔ آج سے نوسو نواسی سال قبل سلطان گوہر الشقلی نے اس مسجد کی بنیاد رکھی تھی جس میں یہ درس گاہ قائم ہے۔ سلطان عبدالرحمٰن کتخدا نے اضافہ کیا اور وسعت دی۔ امیر اقبغا نے ۷۴۶ھ میں کتب خانہ کی عمارت تعمیر کی۔ سلطان غوری نے مینار بنوائے اور گزشتہ ایک ہزار سال سے اب تک سلاطین کی سرپرستی اور اوقاف کی کثرت نے اس مدرسہ کو پوری شان کے ساتھ باقی رکھا۔ شیخ ازہر کا درجہ پہلے تو بہت کچھ ہوتا تھا لیکن آج بھی کسی وزیر سے کم نہیں ہے۔ موجودہ شیخ ازہر سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ان کے یہاں دعوت بھی کھائی۔ قدیم وضع کے عالم ہیں لیکن ضروریاتِ زمانہ سے بے خبر نہیں ہیں۔ اصلاحات ازہر کا سلسلہ جاری ہے۔ آج کل ازہر میں امتحانات ہو رہے تھے اس لیے طرزِ تعلیم کے دیکھنے کا موقع نہ ملا، لیکن مسجد میں داخل ہو کر اندازہ ہو گیا، وسیع مسجد کے کسی ایک ستون سے ٹیک لگا کر استاد بیٹھ جاتے ہیں اور ان کے اطراف طلباء کا حلقہ ہوتا ہے۔ طالبِ علم پڑھتا اور استاد بقدرِ ضرورت تفہیم کرتے ہیں۔ جس وقت میں گیا طالبِ علم مسجد میں منتشر اور دو دو چار چار مل کر اپنے سبق یاد کر رہے تھے۔ مسجد کے بازوؤں میں عمارت کا ایک وسیع سلسلہ ہے جو اقامت خانوں کا کام دیتے ہیں۔ ہر ملک کے طلباء کے لیے علاحدہ علاحدہ رواق ہیں۔ ترک، چینی، بخاری، ماوی، حبشی، ایرانی، ہندی، افریقی ہر نسل و ملک کے طلباء دیکھے۔

www.taemeernews.com

بندی رواق مسجد سے کچھ دور واقع ہے۔اس میں فی الحال صرف ۴ طالب علم ہیں۔ایک مدراسی نوایتے بزرگ نے عالم کی شہادت حاصل کرلی ہے جو اس درس گاہ کی سب سے بڑی سند ہے۔

ازہر میں طلباء کو مختصر وظیفہ بھی ملتا ہے اور روٹی تقریباً سب کو روزانہ تقسیم ہوتی ہے جس کے لیے بڑے بڑے اوقاف ہیں۔دیکھ کر تعجب ہوا کہ وہاں بعض طالب علم پچاس پچاس سال سے زیر تعلیم ہیں کیوں کہ مفت میں روٹی مل جاتی ہے۔اب تعلیم کی دو قسمیں کردی ہیں۔نظامی اور غیر نظامی۔نظامی تعلیم کی مدت معین کردی گئی ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے :

ابتدائی چار سال، ثانوی پانچ سال، قسم اول ۴ سال اور قسم تخصص ۳ سال، اب صرف انہی طلباء کو وظیفہ دیا جاتا ہے جو نظامی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔جو طلباء غیر نظامی تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں ان کو صرف اسی صورت میں وظیفہ ملتا ہے جب کہ اس غرض کے لیے کسی نے عطایا دیئے ہوں

تعلیم کی ایک خرابی ہر جگہ دیکھی۔یا تو وہ علماء ہیں جو آج سے دوسو بلکہ ایک ہزار سال قبل کے طریق تعلیم سے ایک قدم آگے نہیں بڑھتے اور ان نے تلاسفرہ بھی ضروریات زمانہ سے بے خبر رہ جاتے ہیں۔یا وہ جدید مدارس جہاں سے نکل کر طالب علم دین کے اصلی اور حقیقی مفہوم سے بے خبر اور نفس دین کو اپنی انفرادی اور قومی ترقیوں کا مانع خیال کرنے لگتا ہے اور یہ دونوں جماعتیں ہندوستان میں اور میرے تجربہ کی بناء پر دُنیا کے دوسرے اسلامی ممالک میں بھی گزشتہ ایک صدی سے متصادم ہیں۔چوں کہ قوم کا رجحان تہذیب مغرب کی طرف ہے، نتیجہ ظاہر ہے کہ علماء سے نفرت بڑھتی جارہی ہے۔اگر قوم علماء حامدین سے نفرت کرکے ایسے علماء پیدا کرنے کی کوشش کرتی جو حامل علوم دینیہ ہونے کے ساتھ ساتھ زمانہ کی ضروریات کے مطابق تعلیمات اسلام کو پیش کرسکیں تو یہ امر یقیناً باعث مسرت ثابت ہوتا لیکن ایسا نہ ہوا اور علماء سے نفرت بالآخر دین سے نفرت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور آج اسی طرز عمل کے افسوس ناک نتائج سب سے زیادہ سلطنت ترکیہ میں کم وبیش ہر جگہ نظر آرہے ہیں۔یہی کیفیت مصر کی ہے۔شیخ مصطفیٰ مراغی سابق شیخ ازہر جو شیخ محمد عبدہ اور جمال الدین افغانی کے مکتب سے تعلق رکھتے ہیں، اصلاحات کا سلسلہ شروع کیا تھا، لیکن داخلی سیاسی پیچیدگیوں کے باعث اب یہ ازہر کی صدارت سے علاحدہ ہوچکے ہیں۔ازہریوں اور یورپ زدوں کی جنگ پوری قوت کے ساتھ جاری ہے۔حکومت کے ایوان

www.taemeernews.com

وفدیوں اور شیعوں کی درس گاہ بنی ہوئی اور اسے اتنی فرصت نہیں کہ اصلاحات کی طرف متوجہ ہو۔ جو کچھ ہوا ہے وہ زمانہ کی رفتار کے لحاظ سے بہت کم ہے۔

(صفحہ ۲۶۹ تا ۲۸۲ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلاد اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

نوٹ : سفرنامہ افغانستان پر نواب صاحب کا کوئی مضمون دستیاب نہ ہوسکا۔ سفر افغانستان کے دوران جو معلومات اور نقاط حضرت قائدِ ملتؒ نے نوٹ فرمائے تھے، چوں کہ یہ مواد اپنی معلومات اور ترتیب کے لحاظ سے اپنی جگہ خود ایک مکمل مضمون ہے اس لیے شریکِ اشاعت ہے۔ علاوہ ازیں ''افغانستان'' اور ''ایک مہینہ افغانستان میں'' کے زیرِ عنوان ایک ادھورا مضمون (جو نامکمل مضمون کا صرف تمہیدی حصہ ہے) شریک کتاب ہے۔

ہر دو مضامین کے تمہیدی حصے کا مضمون تقریباً ایک ہی ہے مگر طرزِ بیان چوں کہ دونوں کا جدا جدا ہے اس لیے یہ قندِ مکرر بھی پیش خدمت ہے۔

افغانستان

راستے

ہندوستان کے لیے پشاور سے جلال آباد ہو کر یا چمن سے قندھار ہو کر پشاور سے جلال آباد اور اسی طرح چمن سے قندھار چھ گھنٹے کا راستہ ہے۔ جلال آباد سے کابل ۱۲ گھنٹے، قندھار سے کابل ۲۴ گھنٹے کا (مسلسل) میں ہرات کے راستے آیا۔ مشہد سے ہرات دو راتوں کا راستہ ہے لیکن میرے تین رات گزرے۔ سڑک سرحد ایران میں خراب، افغانستان کی سرحد میں ہرات تک نسبتاً بہتر (امان اللہ کی سفر یورپ سے واپسی ..... وقت بنی تھی) راستے میں منازل پر رباطیں جو ٹوٹ گئی ہیں لیکن اکثروں میں کوئی آبادی نہیں۔ کھانے اور قیام گاہ کی سخت تکلیف۔

ہرات سے فراہ اور فراہ سے قندھار راستہ خراب پل ٹوٹے ہوئے۔ ہرات سے فراہ ایک رات دن اور فراہ سے قندھار بھی علیٰ ہذا القیاس۔ گرشک کے پاس دریائے طہن بہتا ہے۔

قندھار سے کابل تک راستہ نسبتاً بہتر لیکن پل ٹوٹے ہوئے۔ جاروب کش ہواؤں کی تکلیف۔ قلات، عصر، غزنی، کابل سے سمت شمال میں گل بہار تک تقریباً ۶۰ میل سڑک عمدہ۔ اسی طرح جبل السراج تک قطغن و درخشان تک پختہ سڑک نہیں ہے۔ کابل سے جلال آباد تک سڑک

www.taemeernews.com

بہتر پل بھی بنے ہوئے لیکن پہاڑ پیچ در پیچ۔ درہ خیبر کی چڑھائی لیکن سڑک عمدہ سمنٹ کی۔ موٹریں کرایہ پر چلتی ہیں لیکن گاڑیاں پرانی اور خراب۔ راستہ میں ہر طرف امن وامان ہے کہیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔

قیام گاہیں

زمانۂ قدیم میں تاجروں اور مسافروں کے قافلوں کے لیے ہر بارہ چودہ میل پر ایک رباط بنی ہوئی ہے۔ لیکن اب ان میں سے اکثر بوسیدہ اور منہدم ہوگئی ہیں۔ بڑے شہروں میں بھی یہی رباط یا کارواں سرائے قیام گاہ ہوتی ہیں لیکن میرے لیے ہر حکومت کا حاکم اعلیٰ انتظام قیام کر دیتا تھا۔ مصر کا ہوٹل، کابل کا ہوٹل، جلال آباد کا باغ۔

موسم

سردی بہت سخت۔ حیدرآباد کے لیے گرمی کا موسم کابل وغزنی میں برا نہیں لیکن فراہ میں سخت ہے۔ بہترین موسم مارچ، اپریل اور مئی ہے جو موسم بہار کہلاتا ہے۔

سکہ

ایرانی سکہ کی طرح طومان نہیں ہوتا۔ دو قرانی کا روپیہ ہے۔ ایک روپیہ کابل کی قیمت پانچ یا چھ آنہ کلدار کے برابر ہوتی ہے۔ کبھی گھٹ کر ۴ آنے کلدار بھی ہو جاتی ہے ہر روپیہ کے ۶۰ پول ہوتے ہیں۔

کابلی قدیم سکہ ہے۔ جدید سکہ کو جو امان اللہ کے وقت سے رائج ہے افغانی کہتے ہیں۔ ۱۰ افغانی ۱۱ کابلی کے برابر ہوتے ہیں۔

زبان

سمت جنوب ومشرق میں پشتو زبان بولی جاتی ہے۔ کابل سمت شمال اور سمت مغرب میں فارسی بولتے ہیں لیکن فارسی میں افغانیوں کا لہجہ اور تلفظ ومحاورات ایرانیوں کے بہ نسبت ہندوستانیوں سے زیادہ مشابہ ہیں۔ اُردو زبان کے اکثر الفاظ افغانیوں کی فارسی میں داخل ہیں اور بعض معنی کے ساتھ۔ اُردو بھی کابل میں سمجھی جاتی ہے۔ کابل کے اکثر اکابر اُردو جانتے ہیں۔ میری فارسی پسند کی جاتی تھی۔

www.taemeernews.com

آثارِ قدیمہ

ہرات قندھار، غزنی اور کابل و افغانستان کے قدیم شہر میں بعض آثار مل جاتے ہیں۔ ہرات کی جامع مسجد، مدرسہ سلطان حسین میں اس کے چاروں مینار کارزگہ شریف میں بعض قدیم عمارتیں۔

قندھار میں خرقہ مبارک قابل احترام اثر مبارک ہے۔ عبدالحمید خاں متولی ہیں۔ غزنی میں غزنوی کا مزار قلعہ اور اس کے اطراف ایسے اور بہت سے آثار دکھتے ہیں۔ کابل کے اطراف بھی آثار قدیمہ پائے جاتے ہیں۔ بامیاں کی پہاڑیوں پر بدھ مت کے آثار سے ملتے جلتے قدیم آریائی آثار پائے جاتے ہیں۔

ایک میوزیم دارالامان کے قریب امان اللہ خاں نے بنوایا تھا۔ اب تک ہے۔

مزاراتِ بزرگانِ دین

ہرات میں حضرت خواجہ عبداللہ انصاری، حضرت امام فخر الدین، حضرت عبدالرحمٰن جامی، حضرت سعدالدین کانغری، حضرت شیخ زین الدین، حضرت شیخ ابوسعید شہزادہ قاسم فرزند امام جعفر صادق۔

گرشک سید محمد تاجدار، رچ میں ابونصر فراہی، غزنی سلطان محمود غزنوی، بہلول دانا حکیم سنائی شمس العارفین، تمیم انصاری صحابی رسولؐ کے مزارات کا نشان چمن۔

کابل میں بابر بادشاہ

حضوری سے آگے ایک پہاڑ کے دامن میں بتایا جاتا ہے۔

فراہ مبارک

فراہ مبارک میں حضرت مہدی موعود علیہ السلام کا مزار مبارک ہے۔

بڑے شہر

کابل، ہرات، قندھار، غزنی، جلال آباد، مزار شریف، قطغن، ہرخشاں۔

طرزِ معاشرت

سادہ اور مشرقی کھانے اچھے، لباس میں شلوار اور ڈھیلا پائجامہ اس پر نیم آستین، یا

www.taemeernews.com

بالا پوش، سرما میں پوستین، سر پر عمامہ، معاملہ کے صاف، خوش اخلاق، مہمان نواز ان کے جیسا کسی کو نہ پایا۔ نشہ والی چیزوں میں سے کسی چیز کا عام طور پر استعمال نہیں ہوتا۔ شراب کی درآمد قطعاً ممنوع ہے۔ کڑوے تمباکو کی عام طور پر اور گانجہ یا چرس بعض ادنیٰ طبقوں میں پئے جاتے ہیں۔

عرب اور ایران کی طرح یہاں بھی قہوے کی کثرت۔ عموماً سب چائے پیتے ہیں۔ تعلیم یافتہ اور اعلیٰ طبقہ میں مغربیت پھیل رہی ہے۔ عام طور پر ذریعہ معاش زراعت یا تجارت ہے۔ ملازمت تیسرے درجے پر ہے۔ تفریح کے اسباب فرصت کے وقت کسی ادنیٰ درجہ کے قہوہ خانے میں سامنے چبوترے پر مل جل کر بیٹھ جانے کے سوا کچھ نہیں۔ سینما جاری ہوا تھا، اب نہیں ہے۔

زراعت

عموماً تمام افغانستان اور خصوصاً سمت شمالی کی اراضی نہایت سرسبز و زرخیز ہے۔ ہر قسم کی پیداوار ہوتی ہے خصوصاً میوہ بہت زیادہ ہوتا ہے جو برآمد بھی کیا جاتا ہے۔ روئی حسبِ ضرورت ہوتی ہے۔

تجارت و حرفت

افغانستان کی سب سے بڑی برآمد دو چیزیں ہیں میوہ اور اُون۔ یہاں کا سونا بہترین ہوتا ہے۔ سوتی اور اُونی کپڑے کی بافت ہر گھر میں ہوتی ہے۔ افغانی گھر کا بنا ہوا کپڑا پہنتے ہیں۔ افواج کا ڈریس ملکی کپڑے کا ہوتا ہے۔ قالین بافی کا کام بھی ہوتا ہے۔ سبزہ دار سمت شمالی اس کے لیے مشہور ہیں۔ ہرات میں ٹیوئیڈ اور سرج کی قسم کا بھی اُونی کپڑا تیار ہوتا ہے۔

اقتصادیات

گو افغانستان نے تجارت و صنعت میں ترقی نہیں کی۔ گو وہ اپنے زمانۂ جدید کی ہر ضرورت کے لیے دوسروں کا محتاج ہے لیکن اس وجہ سے کہ اس کا معیار مکمل بلند نہیں ہے۔ اس لیے اس کی اقتصادی حالت بری نہیں ہے۔ وہ تھوڑا کماتا، اس کو کافی سمجھتا اور اطمینان کی زندگی گزارتا ہے۔

تعلیم

بہت کم۔ مدرسہ حبیبہ۔ مکتبہ امانی۔ مکتبہ ایمانیہ۔ مدرسہ عربیہ، کتاب خانہ عمومی۔ کتاب

www.taemeernews.com

خانہ ملی۔

انجمن ادبی

کوئی ماہوار اخبار نہیں ہے۔ کابل سے دو اور ہرات، قندھار، جلال آباد اور مزار شریف سے ایک ایک ہفتہ وار اخبار نکلتے ہیں۔ دیہات میں مساجد کے ملا تعلیم دیتے ہیں۔ ملاؤں کا مبلغ علم۔

مذہب

افغانستان میں صرف سنی ہیں۔ ہرات اور سمت جنوبی میں کچھ شیعہ ہیں۔ مذہب کے پورے پکے ہوتے ہیں۔ اپنے معتقدات کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کرتے۔

وجوہ ونتائج انقلابِ افغانستان از روئے مشاہدۂ سیاحتِ خود

۱- امان اللہ بادشاہ ترقی خواہ وطن وملت۔ علوم ومعارف میں ترقی دی۔ تعلیم جبری کرادی۔ صنعت میں ترقی دی۔ کارخانۂ کبریت سازی قائم کیا۔ رعایا کی تشویق کے لیے یادگاریں بنوائیں۔ یغمان اور دارالامان کی تعمیر کی۔ شہر کو آراستہ کیا۔ دیگر حکومتوں سے اچھے تعلقات پیدا کیے۔ اس کے ساتھ ہی تقلید یورپ میں افراط کی۔ عورتوں سے پردہ کو اُٹھانے کی کوشش کی۔ عمامہ اور ٹوپی کو (یورپی ٹوپی) سے حکماً بدلا۔ جمعہ کی تعطیل کو موقوف کر کے پنجشنبہ کو تعطیل قرار دی، علماء کی تحقیر کی، ان کے وظائف بند کیے، جرگہ میں ان کے عمامے اُتروا کر یورپی ٹوپی پہنائی، خوردہ کی سرپرستی کی، انگریزوں کے خلاف عام جلسوں میں ناعاقبت اندیشانہ کلام کیا۔ نادر خاں جیسے مدبر کو نہ صرف ملک سے دور کیا بلکہ اپنا مخالف بنالیا۔ سپاہ کی تنخواہیں کم اور ان کی تعداد گھٹادی۔ اپنے آپ ہی ابتدا میں لیا تھا اس لیے زیادہ اعتماد کیا اور جب انقلاب شروع ہوا تو بہت سی سیاسی غلطیاں کیں۔

اسبابِ زوال

فوج کی تنخواہ میں کمی، تعداد میں کمی، بے جا اعتماد، علماء کی تحقیر وتذلیل، تعلیم کا جبری قرار دینا، اپنے اصلاحات کے اجرا میں عجلت، لباس کی تبدیلی، عورتوں کی کھلی بے پردگی۔

www.taemeernews.com

افغانستان

حج بیت اللہ کے ارادہ کے ساتھ جب سیاحت بلادِ اسلامیہ کا قصد کیا تو ایک افغان کی حیثیت سے ناممکن تھا کہ سفر کے پرگرام میں افغانستان کو شامل نہ کرتا۔ اس ملک کے گزشتہ انقلابات اوران کی حقیقت کے معلوم کرنے کی خواہش اور سب سے زیادہ سیدی ومولائی سید محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے آستانہ بوسی کی آرزو سمند شوق پر تازیانہ ہورہی تھی۔

اسباب وعلل سے براہِ راست واقفیت کی تمنا سمندِ شوق پر تازیانہ ثابت ہوئی جب میں نے پاسپورٹ کے لیے درخواست دی تو اس میں سفر افغانستان کے لیے بھی اجازت طلب کی گئی تھی۔

طہران پہنچا تو سب سے پہلے سفارت برطانیہ سے پاسپورٹ پر سفیرِ افغانستان کے لیے اجازت حاصل کی۔ گرمیوں کا موسم تھا۔ سفارت برطانیہ بھی طہران سے شمران منتقل ہوگئی تھی جو دارالسلطنت ایران سے بارہ چودہ میل کے فاصلہ پر ایران کا تابستانی دارالحکومت ہے۔ مسٹر برن نائب وزیرمختار بہت اخلاق سے ملے۔ انڈورسمنٹ دیا اور سفر افغانستان کے سلسلہ میں کچھ ہدایات بھی کیں۔

اب ویزا حاصل کرنے کا مرحلہ باقی تھا جو آقائے شیر احمد خاں سفیر کبیر دولت افغانستان کی توجہ سے طے ہوگیا۔ سفیر صاحب نہایت روشن خیال خوش خلق افغان ہیں۔ اعلیٰ حضرت کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ دیرہ دون کا مولد ہے، اُردو اچھی طرح بول سکتے ہیں۔ امیر امان اللہ خاں کے عہد میں رئیس مجلس شوریٰ رہ چکے ہیں اور لندن میں افغانی وزیرمختار کی خدمت بھی انجام دی ہے۔ امان اللہ خاں کے بہت مداح اور شکرگزار تو تھے لیکن اوران میں سیاست دانی کے فقدان کی شکایت کرتے تھے۔ مجھ سے دیر تک افغانستان کی موجودہ حالت پر گفتگو کرتے رہے۔ انقلاب کی روداد سنائی۔ سفر کے متعلق ہدایات دیں اور راستے میں افغانستان کی حکومت کے جو صدر مقام واقع ہیں ان سب کے حکام کے خطوط دیئے کہ سفر میرے آرام وآسائش کا خیال رکھیں۔

www.taemeernews.com

ایک مہینہ افغانستان میں

میرے سیاحت بلادِ اسلامیہ کے پروگرام میں افغانستان آخری منزل تھی اور ایسی منزل جس کا اشتیاق گزری ہوئی منزلوں سے کچھ زیادہ باعثِ بے قراریٔ دل تھا۔ ایک سے زیادہ وجوہ مجھے افغانستان کی سیاحت پر مجبور کر رہے تھے۔

۱) گو میرے اجداد کو افغانستان چھوڑے تقریباً پانچ سو برس گزرے مگر پھر بھی میری رگوں میں خالص افغان خون موجزن ہے۔

۲) افغانستان کے گزشتہ انقلابات نے ہر قلب مسلم کو اس کی طرف متوجہ کر دیا تھا اور میں بھی چاہا تھا کہ اپنے ذاتی مشاہدہ سے ان کا صحیح علم حاصل کرنے کی کوشش کروں۔

۳) رابطہ اسلامیہ کی وہ دھن جس نے بلادِ عرب وعجم کی خاک چھنوائی تھی یہاں بھی دامن گیر تھی اور اس اجزائے دیار کے باسیوں سے بھی واقف ہونا چاہتا تھا۔

ان سب سے بڑھ کر سیدنا مولانا حضرت محمد جونپوری مہدی موعود آخرالزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس پر حاضری کی تمنا سات مہینے سے لگاتار سفر کے بعد بھی مجبور کر رہی تھی کہ آ اور سعادت اندوز جبیں سائی ہو۔

اب مجھے پاسپورٹ پر افغانی سفیر امیر کبیر متعینہ ایران کا ویزا حاصل کرنا تھا۔ ابتداءً جب سردار شیر محمد خاں صاحب سفیر کبیر کو یہ معلوم ہوا کہ میں نے اس سال حج بھی کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امان اللہ خاں سابق شاہ افغانستان سے ملاقات کا شرف بھی حاصل کیا ہے تو ممکن ہے مجھے داخلہ افغانستان کی اجازت دینے میں ان کو کچھ تامل ہوا ہو۔ لیکن دو تین ملاقاتوں کے بعد اجازت دے دی۔ (صفحہ ۲۹۱ تا ۲۹۲ بہادر یار جنگ کا سفرنامہ بلادِ اسلامیہ مرتبہ نذیر الدین احمد)

عمائدین بلادِ اسلامیہ کے خطوط

حضرت قائد ملت نواب بہادر یار جنگ کے نام

نوٹ : حضرت قائد ملتؒ کے سفر بلادِ اسلامیہ کے دوران ان کی عظیم شخصیت کے جو گہرے اثرات عمائدین ملتِ اسلامیہ پر مرتب ہوئے، ان کی ہلکی سی جھلک ان خطوط میں ملتی ہے جو نواب مرحوم کے سفر سے واپسی کے بعد وقتاً فوقتاً عمائدین اسلام نے نواب مرحوم کو لکھے۔ اس

www.taemeernews.com

خصوص میں ہمیں بہت کم خطوط دستیاب ہوئے جو خط دستیاب ہو سکے ان کا ترجمہ شریک کتاب کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب میں عربی خطوط، عربی اخبارات کے تبصرے وتعارف پر مشتمل جو تراجم ہیں ان تراجم میں جناب مولوی سید احمد حسن صاحب نقوی مصنف بصائر وامثال قرآنی سے بڑی مدد ملی۔ اس خصوص میں ہم موصوف کے مشکور ہیں، جنھوں نے بڑی دلچسپی سے ترجمے کے اس کام کو بحسن وخوبی انجام دیا۔ (مرتب)

کمیٹی فکر وعمل، برقہ (طرابلس) کا ایک اعلامیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گزشتہ چند صدیوں کے تاریخی واقعات کے مطالعہ سے ثابت ہو گیا ہے کہ مسلمانوں کے اندر جماعتی انتشار اور فرقہ بندیاں جو کتاب اللہ اور سنت نبوی سے غفلت واعراض کا نتیجہ ہے، اسی کی وجہ سے غیر اقوام کو یہ موقع ملا ہے کہ ان کے ایک فرقہ کے بعد دوسرے فرقہ اور ایک گروہ کے بعد دوسرے گروہ کے گلے میں ذلت وحرمان نصیبی کا طوق پہناتے جائیں۔ چوں کہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے ساتھ ہمدردی کے احساسات نہیں رہے، اس لیے ایک فریق دوسرے فریق کی مصیبتوں سے بے حس رہنے لگا۔ ایک لمبا عرصہ اس بے حسی کا گزرنے کے بعد خدا نے بعض دردمند قائدین اُمت کو پیدا کیا جو اپنی باعمل قیادت کی وجہ سے مسلمانوں کے اندر بیداری اور اجتماعی شعور واحساس کی روح پھونکنے لگے اور مسلمانوں کی اس خدمت کے لیے اپنی زندگی کے لمحات کو وقف کر دیا۔ اس لیے انھوں نے ان تجویزوں پر غور کرنا شروع کیا جن کے ذریعہ اُمت اسلامیہ کے جسم کے اس ناسور کا علاج کیا جائے۔ انہی باعمل افراد میں سے اس دور میں عزت مآب نواب بہادر یار جنگ ہیں جو ہند کے نامور قائدین میں سے ہیں۔ مختلف بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کرتے ہوئے آپ دمشق تشریف لائے۔ آپ کی سیاحت کا مقصد اولین یہی رابطہ اسلامیہ کی زنجیر کے لیے کڑیاں پیدا کرنا ہے۔ آپ نے دمشق کے اکابر قائدین سے ملاقاتیں کیں جن میں سے قابل ذکر مجاہد ملت شکری بک القوتلی اور مجاہد ملت بشیر بک السعدادی ہیں جن سے اس اہم مسئلہ پر گفتگو رہی۔ اسی طرح وہ مصر میں عزت مآب احمد زکی پاشا اور عزت مآب محمد علی پاشا سے ملاقات کی اور قدس میں مجلس اسلامی اعلیٰ کے صدر سید امین الحسینی سے ملاقاتیں کیں اور سب

www.taemeernews.com

کے اتفاق سے حسب ذیل تجاویز پاس کیے گئے :

۱) کہ مسلمان آج کل جس پھوٹ اور انتشار کے دور سے گزر رہے ہیں اس کے علاج و تدارک کے لیے ایسے وسائل کی تشکیل کی جائے جو ان کے اندر اتحاد و یکجہتی کے امکانات پیدا کریں اور ان کو اجتماعی احساس کی طرف مائل کریں۔

۲) روابطِ ملی کے امکانات کے حاصل کرنے کا سب سے اہم ذریعہ ایک دوسرے کے حالات اور اضطرابات سے واقفیت اور باخبری ہے اور اس کے لیے ایک انجمن کا قیام پیش نظر ہے جس میں مختلف ممالک اسلامیہ کے قائدین ارکان بنیں اور اپنے اپنے ملکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے امم اسلامیہ کی بے چینیوں کے اسباب اور ان کے دور کرنے کی تدابیر سے بحث کریں گے اور ان کے کھوئے ہوئے وقار کی بازگشت کے عملی تجاویز پیش کریں گے۔

۳) اس انجمن کے قیام کے بعد ایک نمائندہ کمیٹی تشکیل دی جائے گی جو وقت و مقام کا تعین کر کے تمام اقطارِ اسلامیہ سے باعمل افراد کو مدعو کرے گی اور جو کمیٹی کہ اقدس شریف میں قائم ہوگی اس میں مصر اور فلسطین کے نمائندے شامل رہیں گے اور اس مسئلہ میں تبادلہ خیال کریں گے

۴) نواب بہادر یار جنگ اس کمیٹی کے اہم ارکان میں سے ہوں گے جو مصر و فلسطین کے اکابر و زعماء سے وقتاً فوقتاً مراسلت کیا کریں گے۔

۵) نواب بہادر یار جنگ نے اس عمل کے نفاذ کے مقصد سے جن جن شہروں کا دورہ کیا اور وہاں کے جن قابل اصحاب سے گفتگو کر کے ان میں کام کرنے کی ہمت و رغبت پائی ان کے ناموں کی ایک فہرست مرتب کر کے ہمارے پاس روانہ کر دی ہے تاکہ بوقت ضرورت ان سے ربط قائم کیا جائے۔ فقط

السعدادی

صدر کمیٹی فکر و عمل (اللجنۃ التنفیذیہ) برقہ (طرابلس)

المجلس شرعی الاسلامی الاعلیٰ
قدس شریف

تار کا پتہ : مجلس اسلامی قدس
پوسٹ بکس ۵۱۷-ٹیلیفون نمبر ۱۱۹

www.taemeernews.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین . ولتکن منکم اُمۃ یدعون الی الخیر یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولئک ھم المفلحون .

ترجمہ : تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہیے جولوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اچھی باتوں کی نصیحت کرے اور برائی سے منع کرے اور وہی کامیاب ہونے والے ہیں۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

میں خدا کا اس بات پر شکر ادا کرتا ہوں کہ اس اسلام کی وجہ سے ہمارے دلوں کو جوڑا اور اس نعمت کی وجہ سے ہم سب بھائی بھائی ہوگئے اور درود وسلام بھیجتا ہوں اس کے رسول کریم پر جو سچائی اور سیدھے راستے کی طرف دعوت دینے والے ہیں اور ان کے آل واصحاب ان کے پیروؤں پر جوان کی ہدایت کے موافق رہے۔اس طرح انھوں نے کامیابی اور فلاح کا راستہ نکالا اور خود اچھی زندگی بسر کیے (مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ)ترجمہ : جو اچھا کام کرے چاہے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو ہم اس کی زندگی اچھی کریں گے اور ان کو اچھا بدلہ عنایت کریں گے جیسا کہ وہ کام کرتے رہے۔چوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لیے ایک بنیاد کی طرح ہے جو ایک دوسرے کو قوت دیتا ہے اور جب کوئی حادثہ کسی ایک مسلم فریق پر آئے تو گویا سارے مسلمانوں پر آیا۔اس لیے ذی تدبیر اصحاب کی ایک جماعت نے اس ملک اور دوسرے اقطاع اسلامیہ کو دیکھیں کہ ایک وسیع دعوت اجتماعی کے مقصد سے ایک عام اسلامی موتمر منعقد کی جائے جو بیت المقدس میں ہوگی جس کو رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور وہاں ملت اسلامیہ کے اکابر وزعماء کو تمام اقطاع اسلامیہ سے بلایا جائے جن کے اندر غیرت وجوش قوی اور علم ودانائی سے بہرہ ہے جن کی اصابت رائے اور بصیرت نافذہ پر اعتبار کیا جاسکتا ہے جہاں اماکن مقدسۂ اسلامیہ کو اغیار واجانب کی دست درازیوں اور طمع وہوس کی ترکتازیوں کو روکنے اور ان کا سدباب کرنے اور مسلمانوں کے تعلق سے دوسرے احوال وشیون

www.taemeernews.com

کی اصلاح کے بارے میں بھی غور وفکر کی جائے۔

چوں کہ جناب کے اندر اسی قسم کی غیرتِ اسلامی اور اصابت رائے اور روشن خیالی کے جوہر ہم پاتے ہیں۔ اس لیے اس موتمر اسلامی عام میں شرکت کی جناب کو دعوت دیتے ہیں۔ جو قریب میں انشاء اللہ قدس شریف میں اور مسجد اقصیٰ کے جوار میں بتاریخ ۲۷/ رجب ۱۳۵۰ھ مطابق ۷/ ڈسمبر ۱۹۳۱ء شبِ معراج کے مبارک موقع کو منعقد کی جائے گی۔

اس لیے اُمید ہے کہ جناب ان اصحابِ علم و دانش کے ساتھ جو صحیح اقدام و عمل کی تجاویز کے پہلوؤں سے بحث کریں گے۔ اپنے قیمتی افکار و مشوروں سے انجمن کو تمشکر فرمائیں گے۔ اُمید ہے کہ اس باہمی تعاون فکری کا اچھا اور مبارک اثر ہوگا اور تاریخ جہادِ اسلامی میں اس کا بھی ایک اہم مقام ہوگا۔ آخر میں ہم خدائے عزوجل سے طالبِ دُعا ہیں کہ وہ ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور اس بھیانک تاریکی میں ہمارے لیے اپنی ہدایت کی شمع روشن کرے۔ خدمتِ اسلامی کے لیے ہماری صحیح رہبری فرمائے اور خدائے تعالیٰ نے فرمایا: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ. (ترجمہ) تم نیکی اور پرہیزگاری کے مقصد سے ایک دوسرے کی مدد کرو۔ گناہ اور زیادتی کے لیے ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مورخہ ۲۲/ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ

رئیس مجلس اعلیٰ اسلامی
محمد امین الحسینی

موتمر اسلامی عالم

قائم کردہ - بیت المقدس

مؤرخہ ۱۶/ رمضان ۱۳۵۰ھ

۲۷/ رجب - ۷/ شعبان ۱۳۵۰ھ م ۲۴/ جنوری ۱۹۳۲ء

کتب خانہ لجنہ تنفیذیہ - پوسٹ بکس ۱۵۷ - ٹیلیفون ۱۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت برادرِ مکرم!

www.taemeernews.com

السلام علیکم ۔ موتمر اسلامی عالم کے افتتاحی جلسہ میں عالی جناب کے شریک نہ ہو سکنے کا بہت افسوس ہوا، جس کی وجہ عالی جناب کے قیمتی اور زرین مشوروں سے استفادہ کا موقع حاصل نہ ہو سکا ۔ تاہم اُمید ہے کہ انجمن اپنے مقاصد کی اجرائی میں عالی جناب کے تعاون عمل سے محروم نہ رہے گی ۔

آخر میں دُعا ہے کہ خدا آپ کو اور ہم کو امن عالم کے مقصد سے اعلاء کلمہ توحید کے کاموں میں انہماک و دلچسپی کو قائم و دائم رکھے ۔ فقط ۔

محمد حسین (صدر موتمر)

مرسل : مامون عبدالوہاب ارزنجانی　　دمشق مہاجرین کیمپ

عزت مآب نواب عالی قدر بہادر صاحب حیدرآباد دکن!

تسلیم ۔ عالی جناب کا آستانہ سے ارسال کردہ مکتوب گرامی شرف صدور لایا ۔ آپ کے وہاں خیر و عافیت سے پہنچ جانے کی خبر سے دلی مسرت حاصل ہوئی ۔ خدا آپ کے ہمارے اور تمام مسلمانوں کے کاموں کو اپنی قبولیت کا شرف عنایت فرمایئے ۔ دمشق کی تمام انجمنیں آپ کے پرخلوص عنایتوں کے بے حد شکرگزار اور ثناخواں ہیں جو اسلام اور مسلمانوں کے معاملات سے آپ کی گہری دلچسپی کے مظہر ہیں ۔ آپ کے تمام خطوط جو آپ نے فرداً فرداً دمشق سے روانہ ہونے کے وقت تحریر فرمائے اور جو سب کے سب ذریعہ رجسٹری وصول ہوئے ، آپ کے بے پایاں مخلصانہ جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں ۔ میرے خط کے جواب کی اطلاع عین اطمینان قلبی کا سبب ہوگی ۔ کارلائقہ کی تفویض میرے ذمہ موجب عزت افزائی ہوگی ۔ میرے پرخلوص ہدیۂ محبت کی پیش کش کو جناب کی اور سارے احباب کی خدمت میں قبولیت کی تمنا کرتا ہوں ۔ فقط

خادم العلم الشریف

محمد حسین عبدالوہاب ارزنجانی

ایڈیٹر رسالہ مناہج روحیہ

---

www.taemeernews.com

مجھے اُمید ہے کہ اس خط کا جواب جلد عنایت فرمایا جائے گا۔

سپہر رفعت نواب عالی جاہ بہادر یار جنگ

السلام علیکم۔ بڑے طویل انتظار کے بعد آپ کے عنایت نامہ کی بے پایاں مسرت حاصل ہوئی۔ قلوب وفورِ شوق کے ساتھ خطوط سے آپ کے احوال معلوم کرنے کے لیے چشم براہ رہتے ہیں۔ میں اور دوسرے عمائدین ملت جن کو آپ نے یہاں (ملک شام میں) اپنے مختصر دوران اقامت میں ملاقات کا شرف بخشا۔ آپ کے ساتھ ذوق صحبت نے ذکر سے محظوظ ہوتے ہیں اور جو اخلاق ستودہ کہ قدرت نے آپ کے اندر ودیعت کی ہیں اس کے ہمیشہ ثناخواں رہتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ اپنے وطن عزیز کو بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اور دُعا ہے کہ آپ کو مسرت و انبساط کے ساتھ سلامت رکھے۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اپنی سیاحتی سرگزشت میں میرا خاص الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس کو میں اپنی حیثیت سے بالا ایک قدر افزائی سمجھتا ہوں۔ البتہ اس امر کا اظہار ضروری خیال کرتا ہوں کہ ملتِ اسلامیہ کے ساتھ میرے دل میں جو ہمدردانہ جذبات موجزن ہیں وہ فضل الٰہی سے ہیں۔ خصوصاً مسلمانانِ ہند کے حالات سے مجھے گہری دلچسپی رہی ہے۔ وہ جوان میں صبر و تحمل اور احساس و جوش کا ایک تاریخی ریکارڈ موجود ہے۔ جہاں تک میری خدمات ملی کا تعلق ہے میں نے اپنی ساری توانائیوں کو اس کے لیے وقف کر دیا ہے اور اپنی ہر عزیز چیز کو ناموس اسلامیہ کے تحفظ کے لیے قربان کرنے کا تہیہ کر لیا ہے، اگرچہ کہ حالات کی ناہمواریوں سے نبٹنے کی جدوجہد قدرت کی طرف سے ایک کڑی آزمائش ہے۔ آج کل جس مخالف ماحول میں میں گھرا ہوا ہوں ان میں میری اقتصادی مشکلات بھی ایک پیچیدہ مسئلہ بنے ہوئے ہیں۔ قومی خدمات کے سلسلہ میں میں نے اپنی مالی و معاشی قوتوں کو جو لگا دیا اس سے میں بہت مقروض ہو چکا ہوں۔ اور اب چاہتا ہوں کہ قوم کے مقتدر بہی خواہوں سے تعاون کی درخواست کروں کیوں کہ بفحوائے کتاب و خبر مسلم قوم کے افراد ایک دوسرے کے لیے قوت بازو ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف ہے۔ ملتِ اسلامیہ کے افراد ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہیں۔ اگر اس کے ایک عضو میں درد پیدا ہو تو دوسرے تمام اعضاء اس کا کرب محسوس کریں گے۔ اب میں نے ایک تدبیر سوچی ہے کہ میرا موروثی محل جس کا نام قصر عبدالقادر ہے جو میرے دادا مشہور بطل اسلام مجاہد ملت امیر

www.taemeernews.com

عبدالقادرؒ کا بنایا ہوا ہے اس کو مسلم مسافرین کی قیام گاہ اور اسلامی تحریکات اور کارروائیوں کے مرکز کی حیثیت سے وقف کردوں۔ نیز میرے پاس کچھ تاریخی آثار و نوادر ہیں جیسے ایک تاریخی تلوار ہے جس کے قبضہ پر سونے کا پتر چڑھا ہوا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ کے دیئے ہوئے کپ اور دستاویزات ہیں۔ آخری عثمانی خلیفہ وحید الدین کی عنایت کی ہوئی سونے کی گھڑی، ان سے بشمول دیگر نوادرات، اسلامی آثار کا ایک میوزیم یہاں (ایک حصہ میں) قائم کیا جائے۔ ہوسکتا ہے کہ یہاں اسلامی تعلیمات کی کوئی یونیورسٹی بھی قائم کی جائے۔ میرا خیال ہے میرا یہ محل اعلیٰ حضرت حضور نظام کے نام سے موسوم کروں جہاں یہ آثار و نوادر بھی محفوظ رہیں گے اور ملک شام ایسا مقام ہے جو مشرق و مغرب کے سیاحوں کا نقطۂ اتصال ہے اس لیے اس سے بہت سے لوگ استفادہ کرسکیں گے اور جو امداد کہ اس قصر کی قیمت کے طور پر اعلیٰ حضرت سے حاصل ہوگی، اس کو اسلامی خدمات میں لگایا جائے گا۔ اُمید ہے کہ میری یہ تجویز آپ کے ذریعہ اعلیٰ حضرت کے سمع ہمایونی تک پہنچائی جائے گی، وحدت اسلامیہ کے منصوبہ میں اس کو ایک مقام حاصل ہوگا۔ اسلام نے جس صلہ رحمی کی ہدایت کی ہے اس کی مشائعیت ہوگی اور اعلیٰ حضرت کے زندۂ جاوید کارناموں میں سے ایک درخشاں کارنامہ ہوگا اور انسان کے لیے تو اس دار فانی میں نیکیوں ہی کے ذریعہ سعادت و فلاح کی اُمید کی جاسکتی ہے۔ ورنہ یہ زندگی تو ناپائیدار اور اس کی لذتیں سریع الزوال ہیں جیسا کہ ایک شاعر نے کہا ہے۔

آدمی کے اچھے دن وہی ہیں جب وہ اچھے کام کرلے۔ نیکی انسان کی ایک مضبوط یادگار چھوڑتی ہے۔ انسان جو بوتا ہے وہی کاٹتا ہے۔ شر کا بیج بونے والے کو خیر کے پھل کی توقع نہ رکھنی چاہئے۔

گندم از گندم بروید جوز جو　　از مکافات عمل غافل مشو

امیر محمد سعید الحسینی آل عبدالقادر

امیر محمد سعید

۱۴ فبروری ۱۹۳۷ء۔ مصر شارع شیخ ریحان ۲۸

www.taemeernews.com

اخی محترم نواب بہادر یار جنگ!

تسلیم! کئی مہینوں کے بعد میں گرامی نامہ کا جواب دینے کے قابل ہوسکا۔ کیوں کہ مقاماتِ مقدسہ کے دفاعی مصروفیات اور حقوقِ اسلامیہ کے تحفظ کی خدمات میں جو لگا ہوا تھا اور بعد میں تو مجھے ملک شام کو خدا حافظ کہنا ہی پڑا اور اب مصر میں مقیم ہوں۔ ان مصروفیات کے علاوہ اقتصادی مشکلات نے جو مجھ پر ہلہ بول دیا ہے واقعہ کا اظہار آپ جیسے کرم فرماؤں سے مناسب سمجھا وہ جن کے پہلو میں دردمند دل ہے اہل درد کی صداؤں کو سنتے ہیں اور ان سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس حدیث کے منشاء کے موافق کہ (جو مسلمان کے درد سے دلچسپی نہ رکھے وہ ان میں سے نہیں ہے)

پھر ایک مرتبہ میں اپنے عزیز سرپرستوں اور مربیوں سے درخواست گزار ہوتا ہوں کہ موقع اعانت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیوں کہ ایسا نہ ہو کہ مقدس دفاعی خدمات ذرا اہمال و تغافل ہو جائیں اعانتی وسائل کو ممکنہ طور پر کام میں لاکر کارِ خیر میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ اُمید کہ سمع خراشی موجب معافی ہوگی۔ ہر وقت میری دُعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

محمد سعید آل عبدالقادر

نوٹ : یہ خط بھی سفرنامے کی ایک کڑی ہے جو ہمیں نواب صاحب کے کاغذات سے دستیاب ہوا لیکن افسوس کہ یہ خط نامکمل ہے۔ اس خط سے سلطان عبدالعزیز پر نواب صاحب کی جادوئی شخصیت کے اثرات اور ملتِ اسلامیہ سے نواب صاحب کی وابستگی پر روشنی پڑتی ہے۔

(مرتب)

بعالی خدمت حضرت جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل فیصل محافظ حرمین السرا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سب سے پہلے میں خدائے قادر و قیوم کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھ گنہگار و سیہ کار بندہ کو اپنے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے بیت اللہ الحرام اور روضۂ حضرت خیر الانام کی زیارت کا موقع سرفراز فرمایا اور اس کی طرف مجھے ہدایت فرمائی۔ پھر حضرت جلالۃ الملک کا ممنون ہوں کہ قیام مکہ مکرمہ کے زمانے میں مجھے اپنے دربار میں

www.taemeernews.com

بہ اوقات خاص حاضری و اظہارِ خیال کا موقع دیا۔ بعض ہندوستانی اور غیر ملکی جرائد نے میرے قلب پر شاہ نجد و حجاز کی جو تصویر کھینچی تھی وہ بہت ہی مہیب اور ڈراونی تھی، لیکن الحمدللہ میں نے اس حیثیت میں ایک حلیم و بردبار خوش خلق و ملنسار صائب الرائے اور مفکر مسلمان سے ملاقات کی جس میں اسلام کی سادگی بھی تھی اور بادشاہت کا رعب و وقار بھی اپنی اس باریابی کے موقع پر میں نے حضرت جلالۃ الملک کی توجہ صرف اتحادِ اسلامیہ کی طرف مبذول کروائی تھی اور حجاز کی موجودہ حالت اور آئندہ اصلاحات سے متعلق کچھ عرض نہ کیا تھا اس وقت تک میں نے حالاتِ حجاز کا پوری طرح مطالعہ نہیں کیا تھا اور میری مدینہ طیبہ کی حاضری ابھی باقی تھی۔ البتہ شہزادہ ولی عہد و نائب السلطنت ہز رائل ہائی نس امیر فیصل کی خدمت میں تعلیم، تجارت، سکہ کے چلن وغیرہ کے متعلق چند مختصر معروضات کیے تھے جو یقین ہے کہ قابل توجہ قرار دیئے گئے ہوں گے۔ میری تمنا تھی اور حضرت جلالۃ الملک نے اجازت بھی دی تھی کہ مدینہ منورہ پر واپسی پر حاضر خدمت ہو کر اپنے معروضات سمع ہمایونی تک پہنچاؤں۔ حالات نے مساعدت نہ کی اور وقت نے ساتھ نہ دیا کہ میری یہ تمنا پوری ہوتی اور مجھے بے نیل و مرام آگے بڑھنا پڑا۔

لیکن حضرت جلالۃ الملک نے میری باریابی کے موقع پر جس توجہ اور انہماک سے میرے معروضوں کو سماعت فرمایا تھا اسے پھر جرأت دلائی اور یہ تحریر اس کے نتیجہ کے طور پر حاضر خدمت کرتا ہوں اور حضرت سلطان کو یقین دلاتا ہوں کہ اس سے میرا مقصد صرف امتثال امر بالمعروف ہے۔ نہ میں بعض جھوٹے اور دوست نما دشمن علماء کی طرح انعام و وظائف کا اُمیدوار ہوں، نہ شہرت و بزرگی کا طالب۔ وباللہ التوفیق وحسبی اللہ ونعم الوکیل...... (نامکمل)

نوٹ: حضرت قائد ملت کا لکھا ہوا خط موسومہ مفتی اعظم سید امین الحسینی کے ساتھ ساتھ نواب صاحب کے کاغذات سفر میں مفتی اعظم سید امین الحسینی کے بارے میں نواب صاحب کی پہلی ملاقات کا ذکر بھی ملا جو بے حد دلچسپ اور گراں قدر معلومات پر مشتمل ہے۔ (مرتب)

---

www.taemeernews.com

چار بجے کھانا کھایا اور پانچ بجے مفتی سید امین الحسینی مفتی اعظم و رئیس مجلس اسلامی اعلیٰ سے ملاقات کے لیے گیا۔ نہایت خوش خلق مفکر و مدبر قائد ہیں۔ اسلام کا درد رکھتے ہیں۔ یہاں بعض اور مفتیوں اور فلسطین کے علماء سے ملاقات ہوئی۔ مغرب تک مختلف اسلامی مسائل اور خصوصاً قضیہ براق کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ اس قضیہ کو بہت تفصیل سے بیان کیا گیا جس سے معلوم ہوا کہ اگر اس موقع پر انھوں نے جرأت و استقلال سے کام نہ لیا ہوتا تو براق شریف کے مقام پر یہودیوں کا قبضہ ہو جاتا اور یہ اقدام مسجد اقصیٰ اور صخرۃ اللہ کے قبضہ پر منتج ہوتا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہود اسی تمنا میں دیوار بکا کے پاس کھڑے رویا کرتے ہیں۔ اس قضیہ سے متعلق جو لٹریچر انھوں نے شائع کیا اس کے نسخے مجھے ہدیۃً دیئے۔

مفتی اعظم سید امین الحسینی ملاقات باز دید کے لیے آئے۔ بلاد عرب و شام، فلسطین اور عراق سے ترکوں کے اسباب و علل پر دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ان کا خیال ہے کہ سلطان عبدالمجید کے زمانہ سے یورپ نے ترک نوجوانوں کے ذہن میں اسلام کی بجائے قومیت کے جذبات پیدا کیے۔ یہی جذبات قومیت ترکوں نے چرکسیوں، دردیریوں اور لبنانیوں میں پھیلائے جو انقلاب کا بنیادی سبب تھا۔ شریف حسین کے قلب و دماغ پر ان ہی جذبات کا تسلط تھا۔ انگریز نے ان کو بہکایا اور وہ ان کی زد میں آ گیا۔

رات کے آٹھ بجے مفتی اعظم کے پاس دعوت میں گیا۔ جلالۃ الملک شریف علی ابن حسین سابق شاہ حجاز اور امیر عبداللہ بن حسین والی شرق اردن سے تعارف ہوا۔ کھانے پر دونوں امراء مجھ سے مخاطب رہے۔ ہندوستان خصوصاً حیدرآباد کے حالات میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ یہ سن کر کہ میں نے اسی سال حج کیا ہے، چاہتے تھے کہ سلطان مجھ سے سلطان ابن سعود کی شکایت سنیں لیکن انھیں مایوسی ہوئی کیوں کہ میں نے ابن سعود کی حکومت کے محاسن و معائب صاف صاف بیان کیے۔

شریف علی متین خاموش اور سنجیدہ آدمی ہیں اور شریف عبداللہ باتونی، چرب زبان اور قدرے مغرور ہیں۔ شریف عبداللہ نے شرق اردن آنے کی دعوت دی، اور شریف علی نے عراق

www.taemeernews.com

میں ملاقات کی اُمید ظاہر کی۔ (قلمی مسودے سے)

مخدوم و معظم بندہ صاحب اسماحۃ مولانا سید امین الحسینی
مفتی بیت المقدس وصدر مجلس الاسلامی الاعلیٰ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جناب کا گرامی نامہ وصول ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ عرض کرتا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ جب قدس میں مجھے جناب کی خدمت میں نیاز حاصل ہوا تھا۔ ازراہ کرم جناب نے مجھے اس موتمر کی دعوت دی تھی اور مشہور عالم حسن خلق کے ساتھ اسرار بھی فرمایا تھا۔ میرے لیے باعثِ فخر و مسرت ہوتا اگر اس دعوت کو قبول کر سکتا لیکن اس وقت بھی معافی چاہی تھی اور اب بھی متعذر رہوں۔ آٹھ ماہ کی مسلسل سیاحت نے جس سے واپس آ کر صرف ایک مہینہ ہوا ہے بہت تھکا دیا ہے۔ نیز یہاں ملک وملت کی جو خدمات مجھ سے متعلق ہیں ان کا تقاضا ہے کہ اپنی طویل غیر حاضری کی تلافی کروں۔

صمیم قلب سے میری دُعا ہے کہ خدا اس موتمر کو کامیاب کرے اور فلاح وصلاح ملت سے متعلق آپ کی ہر تجویز بار آور ہو۔ والسلام

احقر العباد
بہادر یار جنگ

۲/ڈسمبر ۱۹۳۱ء م ۲۲/رجب ۱۳۵۰ھ (صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۸)

از الدنیا المصورہ قاہرہ (مصر) یکم جولائی ۳۱ء عدد ۱۵۳

نواب بہادر یار جنگ بہادر

نواب صاحب کے سفر بلادِ اسلامیہ کے دوران اخبار الاہرام، الدنیا المصورہ اور فلسطین کے اخبارات ورسائل میں جو تعارف اور انٹرویو شائع ہوئے اور جو ہمیں دستیاب ہو سکے ان کا ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (مرتب)

امیر بہادر خاں کون ہیں؟ مشرق مشرق کے لیے ہے * امراء اور رئیسوں کے مدارج

www.taemeernews.com

ہندوستان میں * نظام حیدرآباد * ہند ومصر * رابطہ شرقیہ امیر کی ملاقات دفتر الہلال میں * صحافت عربیہ کی تعریف امیر کی زبانی۔

جب نواب بہادر خاں قاہرہ میں اُترے تو پہلے ان کی توجہ یہ ہوئی کہ ایسی ہوٹل کی تلاش کی جائے جس کو کوئی مصری یا کوئی مشرقی چلاتا ہو۔ جب ان کو ایسی کوئی مناسب ہوٹل نہ ملی تو مجبوراً ہوٹل مٹروپولٹین میں فروکش ہوئے جہاں نسبتاً کم ہجوم رہتا ہے اور قاہرہ کی سب ہوٹلوں میں زیادہ پرسکون ہے۔ امیر موصوف کے کردار وصفات کی خاص خصوصیات میں سے ہے کہ وہ مشرق اور مشرق والوں کے ساتھ ایک گہرا اُنس رکھتے ہیں جو ان کی گفتگو اور طرزِ تکلم سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔

گزشتہ ہفتہ سے عالی مرتبت نواب بہادر یار جنگ قاہرہ تشریف لائے۔ نظام حیدرآباد (ہند) کے امراء میں سے ہیں۔ ان کا نام اور لقب دونوں نواب بہادر خاں بہادر یار جنگ ہے اور اس امیر کا حیدرآباد اور ہندوستان میں خاص شرف وامتیاز ہے جو ان کے اعلیٰ اخلاق اور علم ومذہب کے ساتھ ان کی والہانہ شیفتگی کے سبب سے ہے ان کے مختصر قیام قاہرہ کے دوران میں ان سے صاحب الدولہ مصطفےٰ نحاس پاشاہ اور صفیہ خانم زاغلول اور دوسرے بڑے اور نامور لوگوں نے اس ہوٹل میں ملاقاتیں کیں جہاں وہ ٹھیرے ہوئے ہیں۔

امیر موصوف ایک دراز قامت چوڑے شانوں کے ہیں۔ ان کے چہرہ سے ایک وقار ٹپکا ہے، جس میں بوڑھوں کی سی حکمت ودانائی اور جوانوں کی سی ہمت وجوش جھلکتے ہیں اثناء ملاقات میں انھوں نے کہا :

''میرا خاندان حیدرآباد کے قدیم خاندانوں میں سے ہے جس کے افراد امیر کے لقب سے ممتاز رہے ہیں اور دوسو سال سے ان کو یہ خصوصیت حاصل ہے''۔

نوٹ : کچھ عبارت کرم خوردہ ہوگئی ہے جس کے باعث پڑھی نہ جاسکی۔ (مرتب)

(تتمہ اخبار الدنیا المصورہ قاہرہ (مصر) یکم جولائی ۱۹۳۱ء عدد ۱۵۳)

نواب صاحب دفتر الہلال میں

نواب امیر نے ان ترقیات کے بارے میں گفتگو کی جو انھوں نے مصر کے اندر مشاہدہ

www.taemeernews.com

کیے۔ان کو مجلّہ (الدنیا المصورہ) کے نمائندہ نے دفتر الہلال دیکھنے کی دعوت دی تھی۔تا کہ وہ ان ترقیات کے ایک پہلو کا ملاحظہ کریں جو طباعت وصحافت میں جاری ہوئے۔چنانچہ انھوں نے اپنی عنایت سے یہ دعوت قبول کی اور الہلال کے دفتر کے تمام صیغوں کا معائنہ کیا۔استاذ امیل زیدان جو الہلال کے دو ذمہ دار ایڈیٹروں میں سے ایک ہیں ان کو سب حالات کا معائنہ کروایا اور ان کو بتلایا کہ ان کے اخبار اور رسالے کس طرح مختلف اوقات اور زبانوں میں ترقی کی منزلیں طے کرتے چلے گئے اور ان کی طباعت اوٹوگراف سے طباعت کس طرح ہوتی ہے۔نواب صاحب نے ان چیزوں کو دیکھنے سے بے حد خوشی اور پسندیدگی کا اظہار کیا۔

استاذ امیل زیدان کی تعارفی کارروائی کے بعد نواب صاحب نے کہا :

''میں نے مرحوم جرجی زیدان بانیٔ رسالہ الہلال کے تمام تصنیفات کا نہایت شوق سے مطالعہ کیا ہے اور ان سے مجھے بڑی دلچسپی رہی ہے۔خاص کر ان کی کتاب ''تمدنِ اسلام'' اور دوسرے تمام قصوں کی وہ کتابیں جو عربی تاریخ کے پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہیں اور عربی تمدن و تہذیب کی بڑی خوبصورت تصویر کھینچتی ہیں۔اور اس کی بھی مجھے بڑی خوشی ہے کہ ان کی یہ ساری کتابیں اُردو زبان میں منتقل ہو چکی ہیں اور ہندوستان کے ادیبوں اور عالموں کے پاس بڑی مقبولیت حاصل کر چکی ہیں جو اس کے مصنف کے وسیع مطالعہ، اعلیٰ علمیت اور عربی ثقافت سے گہری دلچسپی کے نمائندہ ہیں''۔

پھر نواب صاحب نے استاذ امیل زیدان کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا :

''میں اس سے پہلے اس مثل کو سنتا تھا کہ (الولد سر لابیه) باپ اپنے بیٹے کی نشانی ہوتا ہے مگر میں نے اس مثل کی عملی صداقت جیسی کہ مدیر الہلال کے فرزندوں میں دیکھی اور کہیں نہیں دیکھی''۔

میں اپنے مصری بھائیوں کے شکریہ کا حق ادا نہیں کر سکتا کہ انھوں نے میرے ساتھ برادرانہ صداقت اور حقیقی محبت کا جو مظاہرہ کیا اور نہ میں مصری صحافت کی عمدگی اور صلاحیت کی تعریف الفاظ میں کر سکتا ہوں۔خاص کر دفتر الہلال اور اس کے قلمی مسائی کے معائنہ سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوا جس کے دفتر میں میرا گرمجوشی سے استقبال ہوا۔ان کے اعلیٰ اخلاق اور

www.taemeernews.com

ان کی اعلیٰ قابلیت کی نشانیاں میرے دل پر اپنا گہرا نقش چھوڑ چکی ہیں۔

ساتھ ہی میں اپنے دوست محمود عرفانی کا شکریہ ادا کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا، جنھوں نے اس سفر کے ہر موقعہ پر میرے ساتھ رہنے اور اپنے عزیز وقت کی قربانی کر کے اپنے گہرے خلوص کا مظاہرہ کیا۔ ان کی وجہ سے مصر کی بہت سی باتوں کا مجھے علم ہو سکا۔ استاد عرفانی ہندی صحافت کے ایک نمائندہ ہیں اور اپنے اخبار کی وجہ سے وہ مصری قوم کی ترقی اور ان کے کاروبار کا تعارف ہندوستانیوں سے کراتے رہتے ہیں اور مجھے پوری توقع ہے کہ ان کی یہ خدمات ہند و مصر کے روابط کو مزید استوار کرنے کا ثمر لائے گی اور دونوں اقطار ایک دوسرے سے قریب ہو جائیں گے۔ الحمدللہ رب العالمین۔

نظام حیدرآباد

نواب ممدوح سے عالی قدر حضور نظام حیدرآباد کے بارے میں جو ہندوستان کے سارے رئیسوں میں سب سے بڑے اور دُنیا کے سب سے زیادہ دولت مند انسان ہیں، جو گفتگو کی گئی اس کا خلاصہ یوں ہے۔

آپ نے کہا ''مسلم تاجدار نظام جو میرے آقائے ولی نعمت ہیں ان کی عمر اس وقت پچپن سال کی ہے۔ وہ اعلیٰ تعلیم حاصل کیے ہوئے ہیں۔ عربی و فارسی زبانوں سے بہ خوبی واقف ہیں اور اُردو زبان کے بہترین اہل قلم اور بہت بڑے شاعر ہیں، وہ فارسی میں بھی اعلیٰ شاعری کرتے ہیں۔ اسی طرح وہ انگریزی میں بہترین لکچر دیتے ہیں۔ نظام اپنی رعایا کو بہت چاہتے ہیں اور ان کو بھی ان کی رعایا ویسا ہی چاہتی اور محبت کرتی ہے اور اسی طرح وہ ہندوستان کے سارے مسلمانوں کے دل میں بھی جگہ رکھتے ہیں۔

حضور نظام لاکھوں روپئے ہر سال علوم و فنون کی اشاعت میں خرچ کرتے ہیں۔ جس سے اپنی رعایا کو فیض پہنچانا مقصود ہے۔ ساتھ ہی نیکی اور خیرات اور غریبوں کی مدد میں بھی بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں اور اپنے ایسے اعلیٰ مرتبہ اور منصب شاہی کے باوجود اپنی کوٹھی سے روزانہ اپنی رعایا کے حالات سے باخبر رہنے کے لیے خود بہ نفس نفیس باہر نکلتے ہیں۔

رعایا کے حالات پر شفقت و مہربانی کی ایک مثال ان کی یہ ہے کہ ایک مرتبہ وہ راستے

www.taemeernews.com

سے باہر جارہے تھے کہ ایک مکان سے کسی غریب کی شادی کے باجے اور دھوم دھام کے مظاہر نظر آئے وہ اسی وقت اپنی سواری رکوا کر شادی میں شریک ہوئے۔ جس کی وجہ دولہا اور شادی کے منتظمین کی بڑی خوشی اور بڑی عزت افزائی ہوئی۔

حضور نظام کی ریاست کے لیے علاحدہ ریلوے لائن ہے۔ ان کی فوج، پولیس، عدالت اور ٹپہ بالکل الگ ہے۔ ان کے ڈاک کے ٹکٹ بھی علاحدہ چھپتے ہیں، ان کے پاس دارالضرب بھی ہے جس میں ان ہی کے نام سے روپئے اور سکے بنتے ہیں۔ ان کی عدالت اور ان کی مہربانی سے ان کی پوری رعایا پوری مساوات کے ساتھ مستفید رہتی ہے۔

میرے لیے اس وقت اس سے زیادہ حضور کی تعریف ممکن نہیں کہ وہ میرے آقا اور میرے خداوندِ نعمت ہیں۔

از اخبار المعظم قاہرہ (مصر) ۲۷/ جون ۱۹۳۱ء

امیر ہندی

عالی مرتبت نواب بہادر یار جنگ جمعہ کی صبح کو اسکندریہ روانہ ہوئے۔ نواب موصوف امراء حیدرآباد سے ہیں۔ چند دنوں قاہرہ میں قیام کے دوران وہ تواضع و اکرام کے مرکز بنے رہے مصر کے اور دوسرے مشرقی ملکوں کے خاص خاص افراد ان کو خدا حافظ کہنے کے لیے آئے جن میں سے قابل ذکر استاذ احمد زکی پاشا، سید عبدالرسول کشمیری (رئیس تجار ہندوستان مقیم مصر) اور استاذ محمود احمد عرفانی مدیر رسالہ اسلامی دُنیا (ہند) اور استاذ تیسیر ظبیان مدیر کتب خانہ عرب لیگ وغیرہ اہم ہیں اور کئی اصحاب صرف اس وجہ سے ان کو الوداع کہنے نہ آئے کہ زیادہ ہجوم سے نواب صاحب کی راحت میں مخل نہ ہوں۔

اس کا علم ہوا ہے کہ نواب صاحب موصوف دو روز تک اسکندریہ میں قیام فرما رہیں گے جس کے اثناء میں ہز ایکسی لنسی عمر طوسون پاشاہ اور بعض دوسرے حکام سے ملاقات کریں گے۔ اس کے بعد وہ فلسطین اور دوسرے عربی ممالک کے لیے روانہ ہوں گے۔

---

www.taemeernews.com

مراسل ''فلسطین''، خصوصی کے قلم سے

مکتوبِ مصر

فضیلت مآب امیر نواب بہادر خاں سے بات چیت

مملکت نظام حیدرآباد کے متعلق دلچسپ معلومات

مصر کی سیاسی حالت پر تبصرہ۔ امیر موصوف کی رائے صدر عرب لیگ کے بارے میں۔

عالی قدر نواب بہادر یار جنگ سے جو میں نے ملاقات کی، فلسطین کے نامہ نگار کی حیثیت سے، اس موقع پر ان سے گفتگو کا متن درج ذیل ہے :

س : ممالک عربیہ میں آپ کی سیاحت کا مقصد کیا ہے؟

ج : میرے اس سفر کے مختلف اغراض ہیں۔ ان میں سب سے مقدم قرآن شریف کی اس آیتِ کریمہ پر عمل ہے کہ : سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبة الذین من قبلکم (ترجمہ) کہہ دو کہ وہ زمین پر سیر کر کے دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا جو تم سے پہلے تھے۔ اس کے بعد عہد حاضر کے مسلم اقوام کے حالات کا عینی مشاہدہ کرنا ہے تا کہ ان اقوام کے درمیان روابط کے قوی کرنے کے امکانات کو پیدا کیا جائے۔

س : ہندوستان میں مسلمان کس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں؟

ج : ہند کے مسلمانوں کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو اندھیرے میں بھی ہو اور آندھی کا طوفان بھی اس پر چل رہا ہو۔ تاہم میرا خیال یہ ہے کہ ان کی حالات ان کے بھائیوں سے بہتر نہیں ہے جو فلسطین و شام و مصر وغیرہ میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ بڑی حد تک ان سے مشابہ ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ ایک اہم ترین سیاسی مرحلہ سے وہ گزر رہے ہیں، جس کے نتیجہ کی پیش گوئی کرنے میں جلدی نہیں کی جا سکتی۔

ہند کے مسلمان تو وہ ہیں جو کسی زمانے میں اس ملک کے راج پاٹ میں ان کا اہم کردار رہا ہے۔ ایک عرصہ تک نشہ حکومت میں مدہوشی نے ان کو عیش و تن آسانی میں لا کر ڈال دیا تھا۔ مگر زمانے کے سخت ہاتھوں نے جب جھنجوڑ جھنجوڑ کر بیدار کیا تو وہ خوابِ غفلت سے جاگ اُٹھے۔ ان کی بیداری بے وقت نہیں ہے جس کی وجہ ہم کو اُمید ہے کہ ان کا مستقبل تابناک اور اُمید افزا ہی

www.taemeernews.com

ہوگا۔ نہ صرف علمی بلکہ ثقافتی، صنعتی اور تجارتی میدانوں میں بھی ان کے اقدامات تیزی کی طرف مائل ہورہے ہیں۔

س : مصر کے حالات حاضرہ کو آپ نے کیسے پایا؟

ج : میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ میں مصر کے سیاسی حالات کا گہری نظر سے عینی مشاہدہ کروں۔ میرے خیال میں واقعہ تو یہ ہے کہ یہ معاملہ میرے مصری بھائیوں ہی سے زیادہ تعلق رکھتا ہے۔ گو ہم کو اس سے تعلق خاطر ضرور ہے مگر خود اہل وطن اپنے ملک کے مصالح وشیون سے زیادہ واقفیت رکھتے ہیں اور وہی اس کے لیے لائحہ عمل مرتب کر سکتے ہیں۔ مجھے اس سے زیادہ اس کی گہرائی میں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ایک چیز جو میرے لیے زیادہ اہمیت کا احساس دلا چکی ہے وہ یہاں کے ذی علم افراد، قائدین اور مختلف پارٹیوں کے ارکان سے ملاقات میں مجھے اس کا علم ہوا وہ یہ ہے کہ سب کے اندر قدر مشترک ہے کہ ان میں اپنے ہندی مسلم بھائیوں کے لیے گہرے ہمدردانہ جذبات کارفرما ہیں۔

اس بات سے مجھے خوشی ہوئی کہ میں نے یہاں کے بعض ذی علم لوگوں میں ثقافت اور تجدد سے محبت دیکھی۔ ان کے انکار میں توازن اور سنجیدگی ہے مگر مجھے اس کا افسوس ہے کہ قاہرہ کے بعض ظروف واحوال ان کو گوشہ نشینی پر مجبور کر دیتے ہیں۔ اس وجہ سے ان کی وہبی صلاحیتوں سے ملک استفادہ نہیں کر سکتا۔

س : کیا میں اُمید کر سکتا ہوں کہ آپ مجھے حیدرآباد دکن کے متعلق ممکنہ تفصیلی معلومات دیں گے۔

ج : میں آپ کے اس سوال کا شکریہ ادا کرتا ہوں کیوں کہ میں خود بھی یہ چاہتا ہوں کہ خاص طور پر میرے مصری اور فلسطینی بھائی حیدرآباد کے حالات سے باخبر رہیں جو حقیقت میں ہند کے سب سے بیدار مملکتوں میں سے ہے اور وہ ان اسلامی حکومت کے باقیات میں سے ہے جو کسی زمانے میں مغلیہ سلطنت کے نام سے یہاں قائم تھی اور جس پر نظام کا خاندان کوئی دو سو سال سے اس پر عدل ومساوات کے ساتھ حکمران ہے۔

اس مملکت کا رقبہ۔ اگر اس میں صوبہ برار کو بھی شامل کر لیں۔ تقریباً سارے یورپ کے

www.taemeernews.com

نصف رقبہ کے برابر ہے اور اس کی آبادی اخیر مردم شماری کی رو سے جو دس سال پہلے ہوئی تھی ایک کروڑ نفوس پر مشتمل ہے۔ اس کی آمدنی جو جاگیروں کی آمدنی کے علاوہ ہے تقریباً ۱۳ کروڑ روپے سالانہ ہے، گویا اسی لاکھ مصری پونڈ کے برابر ہے۔

اور حیدرآباد کے جاگیردار اپنے علاقوں میں مستقل حیثیت رکھتے ہیں۔ تاہم ریاست کے نظام داخلی سے ان کا پورا ربط ہے۔ ان میں سے اکثر کے پاس منظم تشکیلات ہیں۔ ٹپہ عدالت اور پولیس کے بھی خاص انتظامات ہیں۔

حکومت کا انتظام ریاست میں دُنیا کے مستقل حکومتوں کے انتظامات کے مماثل ہے۔ خاص کر داخلی معاملات میں۔ میں مصر کے نظام حکومت اور حیدرآباد کے نظام حکومت میں تقریباً کوئی فرق محسوس نہیں کرتا۔ حکومت کی ایک مجلس قانون ساز ہے، جو کہ قوانین کی تشکیل کرتی ہے اور اس وقت میں بھی اس کا ایک رکن ہوں۔ اس کے علاوہ مجلس تنقیدی (عامہ) اور وزراء (باب حکومت) بھی ہے۔

ہمارے قوانین برطانوی حکومت کے قوانین کے متوازی رہتے ہیں۔ تاہم شعائر اسلامی کی ان کے اندر خصوصی رعایت رہتی ہے اور ہماری حکومت اپنے تمام کاروبار پورے استقلال سے انجام دیتی ہے۔ وہ بادشاہ کے نام سے سکے بناتی ہے اور اس کی فوج اور فوجی معاملات خاص اور مستقل ہیں۔

ہمارے موجودہ بادشاہ کا نام نواب میر عثمان علی خاں بہادر ہے۔ ان کا خاندان نہایت نامور اور شریف ترین خاندان رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت فطری طور پر نہایت نادر صفات سے متصف ہیں۔ وہ تدبیر و سیاست کی بہت گہری سوجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ ساتھ ہی نہایت علم دوست اور علم پرور ہیں۔ ان کے روشن اور ناقابل فراموش کارناموں کی تفصیل دینے یا اس کی جیسی چاہئے تعریف کرنے سے قاصر ہوں۔ ایک معمولی واقعہ ان کے رعایا پروری کا ان کے بنائے ہوئے تالاب ہیں جو حیدرآباد کے ایک بڑے رقبہ کو سیراب کرتے ہیں۔

اور سب سے بڑی خدمت قومی جامعہ عثمانیہ کا قیام ہے جس میں مختلف علوم و فنون کی مادری زبان میں تعلیم ہوتی ہے بلکہ یہاں بہت سی علمی کتابوں کے ترجموں کا انتظام بھی ہے جو

www.taemeernews.com

تیزی کے ساتھ جاری ہے۔ یہاں انگریزی زبان بیرونی زبان کی حیثیت سے سکھائی جاتی ہے۔

دارالترجمہ کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ جدید علوم وفنون کے بہت سے اصطلاحات کا اس نے اپنی زبان میں ترجمہ کرلیا ہے اور تقریباً یہ وہ امتیاز ہے جو ابھی تک عرب ملکوں کو بھی حاصل نہیں ہوا۔

حیدرآباد کے جاگیردار بہت سے ہیں۔ چھوٹے بڑے ملاکر ان کی تعداد تقریباً نوسو (900) ہے۔ ان میں بعض بہت بڑے امراء ہیں جن کو امراء پائیگاہ کہتے ہیں۔ ان میں سے بڑی پائیگاہ کی سالانہ آمدنی چالیس لاکھ روپئے ہے۔ اور وہ جاگیردار جو ایک ہزار سے لے کر ایک لاکھ روپئے تک سالانہ آمدنی رکھتے ہیں بہت سے ہیں۔ تاہم یہ تمام جاگیردار رئیس دکن سے رشتہ یا قرابت نہیں رکھتے بلکہ ان کو یہ جاگیریں ان کی خدمات کے صلے میں ملکی انتظامات میں تعاون کی شرط پر دی گئی ہیں۔

یہ سب ملک اور قوم کے ساتھ پوری طرح ہمدردی رکھتے ہیں اور جب کبھی ضرورت ہو اپنی فوج کے ساتھ ملک کی مدد کرنے کے لیے تیار ہیں اور پوری جاں نثاری کے جذبات کے ساتھ ملک کے لیے قربانی دینے اور مدافعت کرنے پر آمادہ ہیں اور کئی مرتبہ اس کا عملی ثبوت بھی پیش کیا ہے اس لیے حکومت کو بھی ان پر پورا اعتماد ہے۔

حیدرآباد کے مسلمان اپنے فرماں رواں کے زیر سایہ ترقی کے منازل طے کررہے ہیں اگر حالات اسی طرح ان کے مساعد رہے تو ضرور وہ دُنیا کے بیدار قوموں کے دوش بدوش آسکتے ہیں۔

از الجامعہ العربیہ۔ مؤرخہ ۲۸/ محرم ۱۳۵۰ھ

جلالۃ الملک علی اور امیر عبداللہ کی اپنے والد کے مزار پر حاضری

گزشتہ جمعرات کے دن شام کے سات بجے جلالۃ الملک اور عزت مآب امیر عبداللہ اور امیر جمیل (آخرالذکر ہر دو عمان سے آئے ہیں) بہ ہمراہی فواد بک خطیب و طاہر بک راشد پاشا خزاعی و عبداللہ پاشا دارو وغیرہم (جو شرق اردن کے ذی وجاہت لوگوں میں سے ہیں اور ان کا

www.taemeernews.com

استقبال شہر بیت المقدس کے پہنچنے سے پہلے بہ مقام غیر ریہ کیا گیا) اوران کے وفد کے ارکان میں عطوفہ کاظم پاشا حسینی اور فضیلت آبان شیخ محمد آفندی وجانی وسعید بک حسینی واسماعیل بک حسینی و اسعاف بک نشاشیبی وغیرہم ہیں شہر بیت المقدس کوتشریف لائے۔

جس وقت یہ سب حضرات مجلس اسلامی اعلیٰ کے مکان کو پہنچے تو اسکاوٹ روضۃ المعارف اور یتیم خانہ اسلامیہ کے طلباء نے باقاعدہ سلامی پیش کی۔ یہ لوگ تھوڑی دیر آرام لینے کے بعد مرحوم جلالت مآب حسین کے مزار کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ مقبرہ کے پاس قاری شیخ محمد مصری نے قرآن شریف کی دس آیتیں تلاوت کیں اور مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ اس کے بعد یہ لوگ ہندوستان کے مشہور لیڈر مولانا محمد علی مرحوم کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ پھر صخرہ شریف جاکر نماز مغرب ادا کی۔ بعدازاں جلالۃ الملک علی اوران کے معزز ہمراہی مجلس اعلیٰ کے فضیلت مآب صدر کے ساتھ اسماعیل بک حسینی کے مکان کو آئے جہاں عشائیہ کا انتظام تھا اوراس دعوت میں حضرت نواب بہادر یار جنگ (مجلس مقننہ حیدرآباد کے ممبر) بھی مدعو تھے۔

پھر جمعہ کے دن جلالۃ الملک دوسرے معزز اصحاب کے ساتھ نماز جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا کی اور پھر دوبارہ والد مرحوم کے مزار پر فاتحہ دی۔ اس کے بعد اسماعیل بک حسینی کے دولت خانے کو تشریف لے گئے جہاں دوپہر کے کھانے کا انتظام کیا گیا تھا جہاں آپ کے ساتھ ہائی کمشنر و عطوفہ صدر لجنہ تنفیذیہ اور مجلس اسلامی اعلیٰ کے صدر اور استاذ اسعاف بک حسینی نشاشیبی اور کئی دوسرے معزز اصحاب تھے۔

کھانے کے بعد جلالۃ الملک معہ دیگر اصحاب کے اسعاف بک حسینی نشاشیبی کے مکان کو گئے جہاں آپ کا نہایت شاندار استقبال ہوا۔ پھر چار بجے سب موٹروں کے ذریعہ عمان کو واپس ہوئے۔

یوسف حکمت سفیر ترک سے ملاقات

۱۷/ آذر ۱۳۴۱ف۔ خلاصہ گفتگوئے یوسف حکمت سفیر کبیر ترکیہ عموماً جوابات الزامی تھے جو عالم اسلامی کے ترکوں کے ساتھ برے سلوک کا نتیجہ تھا۔ ہندوستان نے سارے زمانہ جنگ

www.taemeernews.com

میں ترکوں کو تقریباً ۲۷ ہزار پونڈ یعنی تقریباً ساڑھے نو لاکھ روپیہ ہوا اور یہ روپیہ ایک چھوٹے تعلقہ حکومت ترکیہ کی آمدنی کے برابر بھی نہیں ہے لیکن اس کے برخلاف ہندوستان کی فوجوں نے فلسطین وشام میں اور عراق میں ہم کو جو نقصان پہنچایا وہ بزرگ تر ہے۔ امیر فیصل نے ایک جلسہ میں فخریہ بیان کیا کہ صرف اس کی امداد سے انگریز فلسطین وعراق پر قابض ہو سکے۔ سعد زغلول نے مصر کے لیے استقلال اپنی اس امداد کے معاوضہ میں طلب کیا جو فلسطین وشام میں اور حجاز میں مصری فوجوں نے انگریزوں کو دی تھی۔ اس تمام تاریخی حقیقت کے بعد ہم کو اخراج اسلام کا طعنہ دینے والے مسلمان غور کریں کہ ہم جنھوں نے چھ سو برس سے اسلام کے لیے اپنا خون بہایا اور اب بھی بہانے کو تیار ہیں مسلمان ہیں یا وہ جنھوں نے ہمارے خلاف کافروں کو امداد دی۔

رہی قوانین اسلام کی تبدیلی، یہ کونسے ملک میں نہ ہوئی جو ہم سے کہا جاتا ہے اگر کہیں جزءً تھی تو ہم نے مجبوراً کل کو تبدیل کیا۔ قوانین اسلام ہی کو اپنے حسبِ حال بنانا محال اور علماء سوء سے ایک غیر مختتم جنگ مول لینا تھا۔ محمود عادل نے اس قسم کی جنگ کر کے ان سے اپنے لیے حق اجتہاد حاصل کیا تھا اور ہم ڈیڑھ سو سال سے اس کا تقاضا کرتے تھے۔

مصری صحافت

حضرت قائد ملت جب پہلی بار نحاس پاشاہ سے ملنے گئے اور گفتگو چند خاص اہم مسائل پر ہونے والی تھی تو گمان ہوا کہ شاید ٹھیک طور پر عربی زبان میں اظہارِ خیال نہ کر سکیں گے۔ اس لیے ایک قادیانی مبلغ کو جو وہاں موجود تھے ترجمان کی حیثیت سے ساتھ لے گئے۔ چند منٹ تک گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے محسوس کیا کہ میرے ترجمان صاحب میری ٹھیک ٹھیک ترجمانی نہیں کر رہے ہیں اس لیے میں نے ان کو درمیان سے الگ کر دیا اور نحاس پاشا سے کہا کہ ''بولنا میرا کام ہے سمجھنا آپ کا کام ہے۔ جمع کو واحد، واحد کو تثنیہ اور مذکر کو مؤنث بولوں تو معاف فرمایئے اور مفہوم سمجھ لیجئے''۔ اس کے بعد راست گفتگو بہت دیر تک ہوئی۔ دوسرے روز نواب صاحب کو بہت تعجب ہوا کہ مصر کے اچھے اخباروں میں ان کی تصویر چھپ چکی ہے اور ایک تعارفی نوٹ لکھا گیا ہے جس کا عنوان یہ تھا ''حیدرآباد کا ایک نواب جو عربی فصاح میں گفتگو کرتا ہے''۔ (صفحہ ۳۷۱)

www.taemeernews.com

اُم المصرین

حضرت قائدملت نے نحاس پاشا سے ملاقات کے بعد ان ہی کے ذریعہ بیگم سعد زاغلول اُم المصرین کی خدمت میں اپنا سلام کہلوایا۔ نحاس پاشا نے بطریق امانت داری قائد مرحوم کا ہدیہ پہنچاتے ہوئے اُم المصرین پر ان تاثرات کا بھی اظہار فرمایا جو قائد مرحوم کی ملاقات سے آپ کے قلب و دماغ پر مرتسم ہوئے۔ اُم المصرین جو سارے مصر میں اب بھی غیر معمولی اہمیت کی حامل رہی ہیں بہت متاثر ہوئیں اور بہ نفس نفیس قائدملت سے ملاقات کی تمنا میں قبل از قبل اطلاع کے بغیر میٹروپولیٹین ہوٹل کے اس کمرہ تک تشریف لائیں جہاں قائدملت مقیم تھے۔ سوء اتفاق سے اس وقت کمرہ خالی تھا کیوں کہ قائدملت گھومنے کی غرض سے باہر تشریف لے گئے تھے بیگم سعد زاغلول اپنا کارڈ چھوڑ واپس ہوگئیں، جب شام کے وقت قائدملت اپنی قیام گاہ لوٹے تو ہوٹل کا پروپرائٹر قائدملت کے قدم چومنے کے لیے آگے بڑھا۔ آپ نے وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ قائدملت جیسے مہمان مصر کی بدولت پہلی دفعہ میٹروپولیٹین ہوٹل کو اُم المصرین نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا ورنہ یہ سعادت اسے عمر بھر نصیب نہ ہوئی۔ دوسرے روز قائدملت نے اُم المصرین سے بازدید کی ملاقات فرمائی۔

مصری عالم

مصر ہی کے زمانۂ قیام میں قائدملت کی ایک مصری عالم سے کسی معرب لفظ کے بارے میں ردوقدح ہوئی جنھوں نے بالآخر قائدملت کے استدلال کو تسلیم کر کے اپنی جدید مرتبہ لغت میں اصلاح فرمالی۔

معاشی صلاح وفلاح

منیٰ میں قیام کے دوران جب نواب صاحب نے دیکھا کہ ذبح کیے ہوئے جانوروں کے ڈھیرے کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں اور قربانی کا گوشت گڑھوں میں دفن کیا جارہا ہے تو آپ نے حکومت کو مشورہ دیا کہ اس کو جدید کیمیائی طریقوں سے محفوظ کر کے برآمد کیا جائے اور اس رقم سے مسلمانوں کی معاشی صلاح وفلاح کا کام انجام پائے۔

◆◆◆

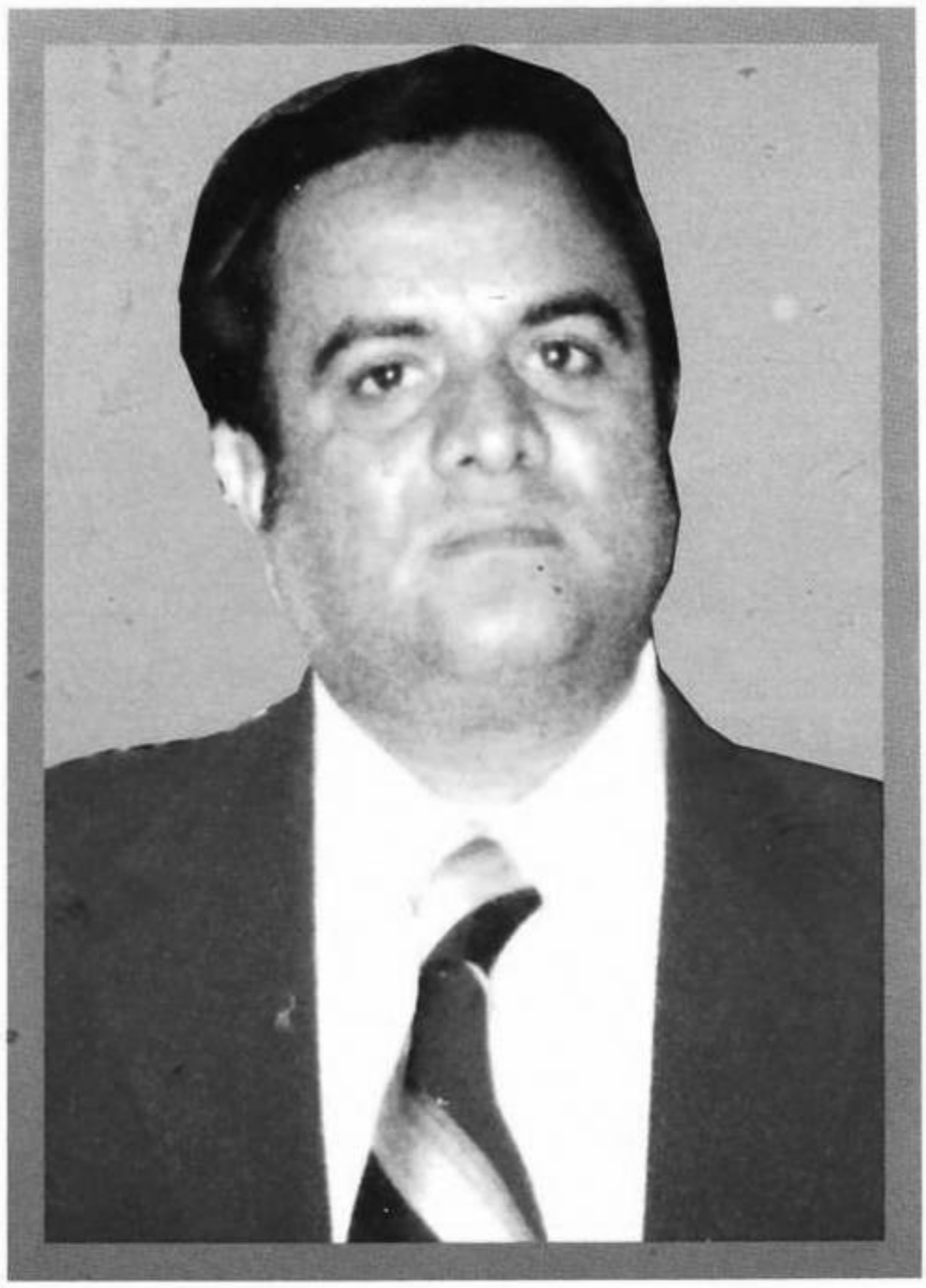

سید لطیف الدین قادری مرحوم

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

www.taemeernews.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلۂ مطبوعات بہادر یار جنگ (۱)

سوانح
بہادر یار جنگ

سوانح نگار

نذیر الدین احمد بی۔او۔ایل (عثمانیہ)

ناشر

بہادر یار جنگ اکیڈمی

حیدرآباد۔ آندھرا پردیش (انڈیا)

محمد عبدالرشید انجینئر پربھنی

شیخ عمر سیلو پربھنی

محمد عزیز پاشاہ حیدرآباد

بہادر یار جنگ کی کتابوں کی اشاعت کے سلسلے میں مالیہ کی فراہمی کا مسئلہ درپیش تھا، اس خصوص میں مخلصینِ ملت کی مشاورت سے ایک پروگرام طے پایا، جس پروگرام کے میرِ کارواں محمد عبدالرشید انجینئر جو پربھنی کے سرسید کے نام سے بھی جانے جاتے ہیں، انھوں نے اس خصوص میں اپنے اور اپنے رفقاء سے معاونت کا راستہ ہموار کیا اور یہ کتابیں جو اشاعت پذیر ہوئیں اور ہو رہی ہیں، اس میں یہ پہلی کتاب کلیہ رشید صاحب انجینئر کے عملی تعاون کی رہینِ منت ہے اور الحمدللہ اس خصوص میں مزید مخلصین نے بھی اس کام کو آگے بڑھانے میں عملی تعاون کیا ہے۔ انشاءاللہ قائدِ ملت کی سوانح کے علاوہ دیگر کتابیں بھی جو قائدِ ملت سے متعلق ہیں، اب شائع ہوتی رہیں گی۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

سوانح نگار

شمیم احمد پربھنی

محمد شہاب الدین انصار حیدرآباد

محمد بشیر احمد پربھنی

عبدالماجد پربھنی

چاند پاشاہ واڑی

A.A. Graphics, Ph : + 91- 9246152456